برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی (اقبالؔ)

تاریخِ اسلام

جلد ۲

تالیف

غلام قادر فصیح

مکتبۂ فصیح لاہور

۱۹۴۶ء

جدید

قیمت: ۸؍۱

عرضِ حال

۱۔ یہ مفید سلسلہ اس غرض سے شروع کیا گیا ہے کہ اہلِ اسلام کو اپنی عجیب و غریب، حیرت انگیز اور بے نظیر تاریخ سے واقفیت پیدا ہو، جس سے وہ تقریباً نا آشنا ہو گئے ہیں اور یہ نہایت ہی قابلِ افسوس بات ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں سے میں نے تبرکاً صرف پانچ واقعات انتخاب کر لیے ہیں۔ اس سے آگے خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہدِ خلافت سے واقعات مسلسل قلمبند کیے ہیں۔

۳۔ مختلف روایات کا مقابلہ کرنے کے بعد واقعات حتی الامکان نہایت صحت کے ساتھ درج کیے ہیں اور مندرجۂ ذیل تاریخیں پیشِ نظر رہی ہیں:۔

۱۔ تاریخِ طبری

۲۔ تاریخ واقدی

۳۔ تاریخ اہلِ عرب مصنفۂ سید امیر علی، جو تاریخِ ابن اثیر، ابنِ ہشام اور دیگر تواریخ سے ماخوذ ہے۔

۴- مؤرخین کی تاریخ عالم
۵- عروج و زوالِ سلطنتِ روما مصنفۂ ایڈورڈ گبن
۶- اہلِ عرب مصنفہ آرتھر گلمن
۷- تاریخ اہلِ عرب مصنفہ سائمن اوکلے
۸- تاریخ عرب مصنفہ ایڈریو کرکٹن
۹- محمدؐ اور اُن کے جانشین مصنفۂ واشنگٹن ہارڈنگ
۱۰- تاریخ و فتوحاتِ اہلِ عرب مصنفۂ ای فرمین
۱۱- محمدی خاندان مصنفۂ سٹینلے لین پول
۱۲- پرشیا مصنفۂ ڈبلیو بنجمن
۱۳- خلافت، اس کا عروج و زوال و ہبوط مصنفۂ ڈبلیو میور
۱۴- مطالعہ اسلام مصنفۂ جان پول
۱۵- محمدی مذہب مصنفۂ بی اسمتھ
۱۶- اسپرٹ آف اسلام مصنفۂ سید امیر علی
وغیرہ

۴- واقعات کی ترتیب میں مؤرخین کا جزوی اختلاف ہے، مگر حالات و نتائج پر سب متفق ہیں۔ جو ترتیب میں نے ملحوظ رکھی ہے، میرے نزدیک وہی بہتر ہے۔

فصیح

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور نے عالمگیر پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر چھپوا کر شائع

تشکر

مکتبۂ فصیح ڈاکٹر سر محمد اقبال کا از حد ممنون ہے کہ آپ نے ازرہ کرم "بانگ درا" سے اپنی شہرۂ آفاق نظم جنگ یرموک کا ایک واقعہ "تاریخ اسلام، جلد دوم میں نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ

(الجزء ۱۷، سورۃ الحج، آیۃ ۴۱)

یہ لوگ (یعنی شروع شروع کے مسلمان) ہیں تو مظلوم، لیکن
اگر (حاکم وقت بناکر) ہم زمین پر ان کے پاؤں جمادیں،
تو (ایسے ہی اچھے کام کریں گے یعنی) نماز پڑھیں گے
اور زکوٰۃ دیں گے اور (لوگوں کو) اچھے کام کے لیے کہیں گے
اور برے کاموں سے منع کریں گے اور سب چیزوں کا
انجام کار تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ٥

۱۔ خلافتِ فاروقی کا آغاز

خالدؓ بن ولید کا قاصد فتحِ دمشق کی خوش خبری سنانے ہوئے مدینہ منورہ میں پہنچا۔ اُس کے پہنچنے سے چند یوم پہلے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ تقریباً ڈھائی سال کی خلافت کے بعد ۲۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳ ہجری کو اس جہانِ فانی سے رحلت[1] فرما چکے تھے اور اُن کی جگہ حضرت عمرؓ بن خطاب خلیفۂ ثانی نامزد ہو چکے[2] تھے۔ دمشق کا قاصد خط لیے ہوئے حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے لفافے پر مرحوم و مغفور خلیفۂ

---

[1] مؤرخین کی تاریخ عالم، جلد ۸، صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے کہ خلیفۂ اوّل نے اُسی دن وفات پائی، جس دن دمشق فتح ہوا۔

[2] حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھویں پشت میں ملتے ہیں۔ کعب کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام مُرّہ تھا، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شاخیں چلیں۔ دوسرے کا نام عدی تھا۔ عدی کا بیٹا رزاح، اُس کا بیٹا قرط، اُس کا بیٹا ریاح، اُس کا بیٹا عبد العزیٰ، اس کا بیٹا نفیل، اس کا بیٹا خطاب اور خطاب کے بیٹے حضرت عمرِ فاروق تھے۔

اوّل کا نام پڑھا، تو فرمانے لگے: "خلیفۂ اوّل تو وفات پا چکے ہیں اور خلافت کا گراں بوجھ ضعیف عمرؓ پر ڈال گئے ہیں۔ عدالت کروں گا۔ تو نجات پاؤں گا۔ کسی امر میں قصور کروں گا، تو ہلاک ہوں گا۔" اس کے بعد آپ نے خط پڑھا اور خوش ہوئے۔ پھر جمعے کی نماز کے بعد وہ خط حاضرین کو سُنایا اور فرمایا: "میں خالدؓ بن ولید کو لشکرِ اسلام کی امارت سے معزول کر کے ابوعبیدہؓ بن جراح کو امیر مقرر کرتا ہوں۔" اس پر خالدؓ بن ولید کی قوم بنی مخزوم میں سے ایک نوجوان شخص بولا: "اے خلیفۃ الرسول! کیا آپ ایسے شخص کو امارت سے معزول کرتے ہیں، جس نے ملکِ شام میں اسلام کا نام روشن کیا، دشمنوں کے دل میں ہیبتِ الٰہی ڈال دی، اُن کے کئی قلعے فتح کر کے عرب کی سلطنت وسیع کی اور رومیوں کے بے شمار لشکر کو ہر ایک موقع پر شکست پر شکست دے کر عرب کی شجاعت اور بہادری کا دشمنوں کے دلوں پر سکہ جما دیا؟ خلیفۂ اوّل کے وقت میں بھی بعض نے رائے دی تھی کہ خالدؓ بن ولید کو امارت سے معزول کیا جائے، مگر اُنھوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی تلوار (سیف اللہ) نیام نہیں کرنا چاہتا، جس نے دینِ اسلام کی تائید کی ہے اور دشمنوں پر اہلِ اسلام کو غالب کیا ہے۔ پھر آپ اُسے امارت سے کیوں معزول کرتے ہیں؟" خلیفۂ ثانی نے اس کے جواب میں فرمایا: "میں نے امارت کا بڑا بھاری

بوجھ اٹھایا ہے اور میں چرواہے کے مثل ہوں۔ اگر چرواہا غفلت کرے، تو اُس سے باز پُرس کی جاتی ہے۔ اگر مجھ سے کوئی قصور ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کرنی پڑے گی۔ خلیفۂ اوّل کو خالدؓ بن ولید پر زیادہ اعتماد تھا۔ اس لیے انھوں نے اُسے لشکرِ اسلام کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ مجھے ابو عبیدہؓ پر زیادہ اعتماد ہے اس لیے میں اُسے امیر مقرر کرتا ہوں اور لشکرِ اسلام اس کی حفاظت و نگرانی میں چھوڑتا ہوں، کیونکہ وہ امینُ الامّت ہے اور مجھے اس پر کامل اطمینان ہے۔" اس پر وہ مخزومی نوجوان خاموش ہو گیا؛

اور خلیفۂ ثانی نے ابو عبیدہ بن جراح کے نام یہ خط لکھا:

"اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں، جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ یہ خط اللہ کے بندے، مومنوں کے سردار اور مسلمانوں کے خدمت گزار عمرؓ کی طرف سے ابُو عبیدہ بن جرّاح کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔

واضح ہو کہ میں مسلمانوں کی قیادت تمھارے سپرد کرتا ہوں۔ تم اس سے شرمانا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ وہی باقی ہے اور اُس کے سوا سب فانی ہیں۔ اُس نے تمہیں کفر و گمراہی سے نکال کر ایمان و ہدایت بخشی۔

خالد کے بجائے تمہیں سردار مقرر کیا جاتا ہے۔ لشکر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لو۔ مالِ غنیمت کی امید میں مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالنا، جماعتِ کثیر کے مقابلے میں تھوڑی جمعیت نہ بھیجنا۔ مسلمانوں سے یہ نہ کہنا کہ میں تمہارے غلبے کی امید رکھتا ہوں، کیونکہ غلبہ تدبیر پر موقوف ہے اور بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہیے تعزیہ میں احتیاط رکھنا اور مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔

دنیا کی طرف سے آنکھیں بند اور طمع دنیا سے دل خالی رکھنا۔ جس طرح پہلے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں کہیں تم اسطرح ہلاک نہ ہو جانا۔ اپنے دورانِ سفر میں تم نے ان ہلاک ہونے والوں کی بستیاں دیکھی ہوں گی اور تم ان کے پوشیدہ حالات سے واقف ہو۔ تمہارے اور عالمِ آخرت کے درمیان کا پردہ نہایت باریک ہے۔ تمہارے بزرگ اُس عالم کی طرف پیشتر جا چکے ہیں اور تم ایسے مقام سے کوچ کرنے کو تیار بیٹھے ہو، جس کی

شگفتگی اور تازگی جا چکی ہے۔ لہٰذا لوگوں کو ترغیب دو کہ اس گھر کا خیال چھوڑ کر اُس گھر کی طرف کوچ کی فکر کریں، جس کا زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور جہاں تک ممکن ہو، مسلمانوں کی نگہبانی کرو۔

جو گیہوں اور جَو تمہیں دمشق سے ملے ہیں، وہ مسلمانوں کا حق ہے۔ جو سونا چاندی ملا ہے، اس میں سے بیت المال کے لیے خمس (پانچواں حصّہ) نکال کر باقی لشکریوں میں تقسیم کردو۔

فتح دمشق کے بارے میں تمہارے اور خالدؓ کے اختلاف کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ فتح صلح سے ہوئی، قتال سے نہیں، کیونکہ اب تمہیں وہاں کے سردار اور حاکم ہو۔

تم پر اور سب مسلمانوں پر سلامتی ہو!"

یہ خط لکھ کر خلیفۂ ثانی نے عامر بن ابی وقاص کے سپرد کیا، اور انھیں تاکید کی کہ جلد دمشق پہنچ کر سردارانِ لشکر کو جمع کرکے خط سُنادیں اور شدّاد بن اوس کو عامر کے ہمراہ اس غرض سے بھیجا کہ خلیفۂ ثانی کی طرف سے لشکریوں سے بیعت لیں۔

جب عامر بن ابی وقاص شدّاد بن اوس کے ہمراہ خالدؓ بن ولید کے پاس پہنچے، تو انھوں نے کہا: "خلیفۂ اوّل وفات پا چکے

ہیں اور اُن کی جگہ حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی مقرر ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایک خط بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ مجمع عام میں پڑھ کر سُنایا جائے۔ اِس لیئے آپ سب سرداروں کو یہاں جمع کر دیں۔ تاکہ وہ خط سُن لیں اور ساتھ ہی شدّاد بن اَوس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔"

خالدؓ بن ولید اور اُن کے ہمراہی خلیفۂ اوّل کی وفات سے دلگیر ہُوئے اور سب نے اُن کے لیئے رحمت و مغفرت کی دُعا کی پھر سب سردار جمع ہو گئے۔ اور عامر نے خلیفہ ثانی کا خط پڑھ کر سُنایا سب نے آمنّا و صدّقنا کہا اور ابو عبیدہ نے لشکرِ اسلام کی امارت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر سب نے شدّاد بن اَوس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خالد بن ولید نے اپنی معزولی کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور کہا: "میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا ہے، مجھے امارت یا سرداری کی خواہش نہیں۔ میں ایک سپاہی کی حیثیت سے اسلامی علم کے نیچے لڑوں گا۔ خواہ وہ علم کسی کے ہاتھ میں ہو۔ مجھے تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی رضامندی مطلوب اور میدانِ جنگ میں شہادت پانے کی تمنّا ہے خدا مجھے نصیب کرے!" بعض آدمیوں کا خیال تھا کہ خالدؓ بن ولید معزولی کے بعد آئندہ لڑائیوں میں چنداں حصّہ نہ لیں گے، مگر اُنھوں نے آئندہ معرکوں میں جاں بازی اور جاں نثاری دکھا

کہ یہ خیال غلط اور اپنا قول سچا ثابت کر دکھایا، جیسا کہ آئندہ لڑائیوں کے مطالعے سے صاف واضح ہو جائے گا۔ واقعی خالدؓ بن ولید محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کو مقدم سمجھتے تھے، اور اسلام کی تائید میں انھوں نے کسی موقع پر بھی جان دینے میں دریغ نہیں کیا۔ ایسے ہی لوگ تھے، جنھوں نے اسلام کو اس عروج تک پہنچایا کہ دنیا کی آنکھیں، اس کا جاہ و جلال اور حیرت انگیز ترقی دیکھ کر خیرہ ہو گئیں، اور ان کے منہ سے بے اختیار حیرت اور استعجاب کے نعرے بلند ہوئے۔

جب ابو عبیدہؓ نے لشکرِ اسلام کی امارت اپنے ہاتھ میں لے لی، تو یہ فکر کرنے لگے کہ اب کس طرف کوچ کریں۔ کبھی تو وہ خیال کرتے تھے کہ بیت المقدس پر چڑھائی کریں اور کبھی یہ چاہتے تھے، کہ انطاکیہ پہ حملہ کریں کہ اتنے میں ایک شخص نے، جو اہلِ دمشق میں سے تھا، ابو عبیدہؓ کو خبر دی کہ یہاں قریب ایک قلعہ موسوم بہ حصنِ ابی القدس ہے۔ وہاں زیادہ فوج بھی نہیں۔ اگر تھوڑا سا لشکر بھی وہاں پہنچ جائے، تو قلعہ مسخر ہو جائے گا۔ اس مقام پر سال بسال ایک بڑا بازار لگتا ہے، اور گرد و نواح کے ہزاروں اشخاص وہاں خرید و فروخت کرتے ہیں۔

ابو عبیدہؓ نے پوچھا: "وہ کتنی دور ہے اور کس طرف ہے؟" مخبر

نے کہا: "یہاں سے دس فرسنگ کے فاصلے پر ہے، اور عرقہ اور طرابلس کے درمیان ہے۔" اس پر ابو عبیدہؓ نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا: "حصنِ ابی القدس کی مہم پر کون جانا چاہتا ہے؟" کسی نے جواب نہ دیا اور سب خاموش ہو گئے۔ ابو عبیدہؓ نے دوبارہ یہ سوال کیا اور ان کا منشا دراصل خالدؓ بن ولید کو مخاطب کرنے کا تھا، مگر حیا کے باعث براہِ راست اُن سے نہ کہہ سکے۔ پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اُنھوں نے یہی سوال کیا، اُس وقت ایک خوبصورت نوجوان اُٹھا اور اس نے عرض کی: "حکم ہو، تو میں اس مہم پر جاؤں۔" یہ نوجوان عبداللہ بن جعفر طیّار تھے۔ حضرت جعفرِ طیّار حضرت علیؓ کے حقیقی اور رسُول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچیرے بھائی تھے، اور جنگِ مُوتہ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ عبداللہ اُن دنوں خُرد سال تھے۔ جب وہ جوان ہوئے، تو وہ بھی لشکرِ شام میں آ ملے، ابھی تک وہ کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے تھے۔ ابوعبیدہؓ نے جو اس خوبصورت ہاشمی نوجوان کو دیکھا، تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: "اے رسُولِ خداؐ کے بھتیجے! تم واقعی اس سرداری کے لائق ہو۔ پانچسو سوار لے لو اور اس مخبر کے ہمراہ جا کر حصنِ ابی القدس کو تسخیر کر آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نصرت کرے۔" ابو عبیدہؓ نے ایک نشان عبداللہ بن جعفر کو دیا اور پانسو سوار منتخب کر کے اُن

کے ہمراہ کیئے۔ جب یہ سردار تیار ہو گئے، تو رہبر ان کے آگے ہو لیا۔ اور حصنِ ابی القدس کی طرف لے چلا۔

یہ روانگی رات کے وقت ہوئی۔ رات چاندنی تھی، سواروں کو راستے میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ صبح ہونے کے قریب تھی کہ وہ دامنِ کوہ میں پہنچے۔ اور رہبر کے کہنے پر وہاں ٹھیر گئے۔ اُس نے کہا: "آپ سب یہاں سستالیں، میں قلعے کی طرف جاتا ہوں تاکہ معلوم کروں کہ وہاں کیا حالت ہے۔" راہبر کو واپس آنے میں کچھ دیر ہو گئی، اور مسلمان اُس پر بدگمانی کرنے لگے بعض نے کہا کہ شاید ہم سے دغا کی گئی ہے، اور راہبر نے ہمیں کسی پھندے میں پھنسا دیا ہے، مگر ابوذر غفاری نے کہا: "بلا وجہ بدظنی نہیں کرنی چاہیئے۔ صبر سے کام لو اور دیکھو، کیا نتیجہ نکلتا ہے" اتنے میں راہبر واپس آگیا، مگر وہ بڑا ترساں اور ہراساں تھا عبداللہ بن جعفرؓ نے پوچھا: "کہو، کیا خبر لائے؟ پریشان کیوں ہو؟" راہبر نے کہا: "خدا کی قسم! جب میں نے حصنِ ابی القدس کا سپہ سالارِ لشکر کے پاس ذکر کیا تھا، تو مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ یہاں ایسی آفت اور مشکل پیش آئے گی۔ مجھے یہی خیال تھا، کہ قلعے میں تھوڑی سی فوج ہوگی یا شہری لوگ ہوں گے۔ زیادہ سے زیادہ بازار کی خرید و فروخت کرنے والے عوام الناس ہونگے اور قلعے پر بآسانی قبضہ ہو جائے گا۔ مگر اب جو میں نے دیکھا، تو

معاملے کی صورت ہی اور ہو گئی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ میری نسبت بدظنی کریں گے۔" عبداللہ بن جعفر نے کہا: "ہم تمہاری نسبت بدظنی نہیں کرتے۔ تم اصل حالات سے ہمیں اطلاع دے دو۔"

اس پر راہبر نے کہا: "آج یہاں بازار لگے گا۔ ہزارہا آدمی یہاں آئے ہوئے ہیں، مگر بڑی خطرناک بات ہے کہ طرابلس کے حاکم کی لڑکی کی شادی ایک قریب کے امیر کے ساتھ قرار پائی ہے، اور دستور کے موافق حصنِ ابی القدس میں شادی کی رسوم ادا کرنے آئے ہیں، کیونکہ یہ مقام اُن کے نزدیک بڑا متبرک ہے اور جب کبھی آس پاس کے اُمرا میں شادی ہوتی ہے، تو وہ یہیں آکر رسوم ادا کرتے ہیں۔"

عبداللہ بن جعفر نے کہا: "یہ تو کوئی ڈراؤنی بات نہیں۔ تم کیوں گھبرا رہے ہو؟" راہبر نے کہا: "اس میں ڈراؤنی بات یہ ہے کہ اِن سرداروں کے ہمراہ پانچ ہزار مسلح جوان ہیں، جو اُن کی حفاظت کے لیے آئے ہیں، کیونکہ جب سے آپ نے ملکِ شام پر حملہ کیا ہے، تمام سردار چوکنے ہو گئے ہیں اور بڑی حفاظت کے ساتھ کہیں آتے جاتے ہیں۔ مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ یہاں شادی کی رسوم ادا ہونے والی ہیں، ورنہ میں آپ کو یہاں ہرگز نہ لاتا، کیونکہ آپ کے ہمراہی بہت تھوڑے ہیں، اور آپ لوگ ہرگز ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ واپس

تشریف لے جائیں، کیونکہ اتنی بڑی جماعت سے مقابلہ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔" عبداللہ بن جعفر کے چند ہمراہی فوراً بول اُٹھے: "امیر کا قول درست ہے۔ بلاشبہ ہمیں جان ہلاکت میں نہیں ڈالنی چاہیے، کیونکہ خدا کا حکم ہے کہ اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔ خلیفۂ ثانی کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر ابوعبیدہؓ کو دشمنوں کی کثرت کا علم ہوتا، تو وہ کبھی اتنے تھوڑے آدمی یہاں روانہ نہ کرتے۔"

عبداللہ بن جعفر نے کہا: "یہ بات تو درست ہے کہ جان ہلاکت میں نہیں پڑنا چاہیئے، مگر یہ صورت اس وقت ہو سکتی تھی، جب ہم کیمپ میں تھے۔ اب ہم عزمِ جنگ کر کے یہاں آ پہنچے ہیں اور یہ اتفاقی بات ہے کہ دشمن ہماری اُمید سے بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں۔ اب ہمارا اس جگہ سے واپس جانا بمنزلہ بھاگ جانے کے ہے۔ اب تو ہمیں خلیفۂ اول کی اس نصیحت پر عمل کرنا ہے کہ دشمنوں کی کثرت دیکھ کر گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر یہاں سے پھر گیا، تو اللہ تعالیٰ مجھے بھاگنے والوں میں شمار کرے گا اور میں روزِ قیامت اپنے چچا کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ میں تو واپس جانے کا نہیں۔ ہاں، جسے دشمن کا خوف ہے اور جان پیاری ہے، وہ واپس چلا جائے۔"

عبداللہ بن جعفر کے یہ شجاعانہ کلمات سُن کر اُن کے ہمراہی سخت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے: "ہم آپ کے ہمراہ جان دینے

کو تیار ہیں۔ ہم نے تو احتیاطاً کہا تھا، ورنہ ہم موت سے نہیں ڈرتے لیکن اس میں کیا ہرج ہے کہ ہم سپہ سالارِ لشکرِ اسلام کو اصل حالات کی اطلاع بھیج دیں تاکہ اگر وہ مناسب سمجھیں، تو کمک بھیج دیں، جو آڑے وقت میں ہمارے کام آئے۔" عبداللہ بن جعفر نے یہ بات تسلیم کر لی اور فوراً ایک قاصد دمشق کو روانہ کر کے آپ جنگ کے لیئے تیار ہو گئے۔

۲- فتحِ ابی القُدس

جب عبد اللہ بن جعفرؓ کا قاصد بڑی تیز رفتاری سے ابوعبیدہؓ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام کے پاس پہنچا اور ابی القدس کی جمعیت کا حال انھیں معلوم ہوا، تو وہ بڑے اندوہگین ہوئے اور کہنے لگے:

"مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ ابی القدس میں اتنے جنگجو ہوں گے۔ مَیں نے تو راہبر کے اطمینان دلانے پر کہ وہاں تھوڑی سی فوج رہتی ہے، عبد اللہ بن جعفر کو صرف پانسو سوار دے کر اُس طرف روانہ کیا تھا، اس خیال سے کہ اتنا لشکر اس قلعے کی تسخیر کے لیے کافی ہوگا۔"

پھر انھوں نے قاصد سے پوچھا: "عبد اللہ بن جعفر کے ہمراہی کمک کا انتظار کریں گے یا انتظار کے بغیر ہی لڑائی شروع کر دیں گے؟"

قاصد نے کہا: "اُن کا ارادہ تو فی الفور لڑائی شروع کرنے کا تھا، اگرچہ بعض آدمیوں نے ان کو صلاح دی تھی کہ واپس ہو جائیں، مگر عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ ہم جنگ کا عزم کر کے آئے ہیں، اب اگر یونہیں واپس چلے گئے، تو بھاگنے والوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

اس پر اُن کے ہمراہی بھی مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ مجھے احتیاطاً کمک کے لیے روانہ کر دیا۔ معلوم نہیں کہ کمک وقت پر پہنچ بھی سکے گی یا نہیں کیونکہ لڑائی تو اب شروع ہو گئی ہو گی۔"

ابو عبیدہؓ یہ سن کر اور بھی دلگیر ہوئے اور کہنے لگے: "امارت ہاتھ میں لے کر میں نے یہ پہلا لشکر بھیجا ہے۔ اگر اس لشکر کو خدانخواستہ گزند پہنچا، تو میں اللہ تعالےٰ کو قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا اور خلیفۂ ثانی سنیں گے، تو کیا کہیں گے؟ ان کا تاکیدی حکم ہے کہ کثیر جماعت کے مقابلے پر تھوڑا سا لشکر نہ بھیجا کرو تاکہ اہلِ اسلام ہلاک نہ ہوں۔ اب کیا کرنا چاہیئے؟" آخر انہوں نے خالدؓ بن ولید کو بلایا اور سب حال سُنا کر کہا: "اے ابا سلیمان! اس میدان کے مرد تمھیں ہو۔ جلد اپنے بھائیوں کی کمک کو پہنچو۔ میرا پہلے بھی یہی ارادہ تھا کہ تم اس مہم پر جاتے، مگر میں حیا سے صاف لفظوں میں کہہ نہ سکا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید تم جانا پسند نہ کرو، کیونکہ خلیفۂ ثانی نے فوج کی کمان میرے سپرد کر دی، اس سے تمھاری دلشکنی ہوئی ہو گی۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "خدا گواہ ہے، مجھے خلیفۂ ثانی کا حکم بسرو چشم منظور ہے۔ میری دل شکنی نہیں ہوئی۔ میں تو اللہ کے راستے میں جان دینے پر ہر وقت تیار ہوں۔ مجھے امارت

لہ خالدؓ بن ولید کی کنیت ابو سلیمان تھی۔

وغیرہ سے کیا سروکار؟ آپ تو ہم میں بڑے مرتبے اور بلند مرتبے کے آدمی ہیں۔ اگر خلیفۂ ثانی ایک طفلِ نوخیز کو لشکرِ اسلام کا امیر بنا دیں۔ تو میں اُس کے ماتحت بھی اسلام کی خدمت دل و جان سے کرونگا، جیسے اب تک کرتا رہا ہوں۔ جس شخص کو ہر جنگ کے موقع پر یہی خواہش رہتی ہے کہ میدانِ جنگ میں شہادت نصیب ہو، وہ امارت اور سرداری کا کب خیال کر سکتا ہے؟ اللہ نے چاہا، تو میں عنقریب امیر المومنین اور دیگر اہلِ اسلام پر ثابت کر دوں گا، کہ میں ناموری، شہرت، عزت یا رتبہ حاصل کرنے کے لیے شمشیر زنی نہیں کر رہا ہوں، بلکہ محض اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور اُن سے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے۔ آپ سخت سے سخت اور خطرناک سے خطرناک مہم پر جانے کا بلا تامل حکم دیں، آپ مجھے کبھی پس و پیش کرتے نہ پائیں گے۔ میں نے کبھی امارت یا سرداری کی خواہش نہیں کی۔ خود ہی خلیفۂ اوّل نے امیر کر دیا تھا۔ معتمد رہنے کی کوئی خواہش نہ تھی، معزول ہونے کا کوئی غم نہیں۔" ابو عبیدہؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا: "مرحبا! جزاک اللہ! تم اپنا لشکر، جو عراق سے لائے تھے، ہمراہ لے کر ابی القدس کو نہایت تیز رفتاری سے جاؤ۔ خدا کرے، وقت پر پہنچ جاؤ اور اہلِ اسلام کو ہلاکت سے بچاؤ۔"

خالد بن ولید اُسی وقت اپنے خیمے میں آگئے اور مسیلمہ کذاب

کی زرہ، جو فتحِ یمامہ میں ملی تھی، زیبِ تن کی، سر پر خود رکھا اور مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اپنا سیاہ علم، جس کا نام رایۃُ العُقاب تھا، ہاتھ میں لے لیا اور اپنے لشکر کو جو لشکرِ زحف کے نام سے موسوم تھا، تیار ہونے کا حکم دیا۔ لشکری خالد بن ولید کو مسلح دیکھ کر فی الفور تیار ہو گئے۔ ضرار بن ازور، رافع بن عمیرہ اور دیگر جنگجو بہادروں نے زرہیں پہن لیں اور تلواریں اور نیزے سنبھال کر جنگی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید نے کہا: ہمیں ابی القدس پہنچنا ہے، جو یہاں سے دس فرسنگ ہے۔ گھوڑوں کو تیز چلاؤ تاکہ ہم دن ہوتے ہوتے منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں۔ ہمارے بھائی وہاں کثیر دشمنوں سے لڑائی میں مشغول ہیں، ایسا نہ ہو کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے مغلوب ہو جائیں۔" یہ سنتے ہی سب کے دل، جوش سے بھر گئے اور گھوڑے ایسے سرپٹ چھوڑ دیئے کہ ہوا سے بھی آگے جانے لگے۔ جب عبداللہ بن جعفر نے صبح ہونے سے پیشتر قاعد کو ابو عبیدہؓ کے پاس بھیج دیا، تو راہبر سے پوچھا: "لڑائی کس وقت شروع کریں؟" راہبر نے کہا: "میری صلاح مانو، تو کمک آنے تک لڑائی موقوف رکھو۔ میں ڈرتا ہوں کہ تمہارا گروہ قلیل اور جماعت کثیر ہے۔ تم ان پر غالب نہیں آسکتے طرابلس کا حاکم بڑا شجاع اور بہادر جنگجو ہے۔ اور اُس کے ہمراہی بڑے دلیر اور زرہ پوش ہیں"۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا:

"ہم کمک کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ہم ابھی لڑائی کے لیئے تیار ہیں، کیونکہ ہم خاص طور پر اسی کام پر بھیجے گئے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے فرائض کی بجا آوری میں سستی کی، تو ہم عتاب کے سزاوار ہونگے اور ہمارا سپہ سالار ہمیں ملامت کرے گا اور دیگر سردار بھی یہ بات ناپسند کریں گے۔ میں ہاشمی ہوں، میرے آباو اجداد، میرے چچا مشہور تیغ زن تھے۔ میرے باپ بھی بڑے شجاع تھے، اور میدانِ جنگ میں شہید ہوئے۔ میرے چچا علیؓ ابن ابی طالب ہیں۔ میرے چچا خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دشمن کی کثرت دیکھ کر میں کیونکر لڑائی سے منہ پھیر سکتا ہوں؟ بنی ہاشم نے کبھی میدانِ جنگ سے پیٹھ نہیں پھیری۔ تم یہ تبلاؤ کہ کس وقت ہمارا حملہ کرنا فائدہ مند ہوگا۔" راہبر نے کہا: "اگر آپ لڑائی پر ایسے ہی تلے بیٹھے ہیں، تو آپ کی مرضی۔ میں الزام سے بری ہوں، کیونکہ میں نے آپ کو پیش از وقت خطرے سے مطلع کر دیا۔ اچھا، اس وقت تو سب لوگ یکجا ہیں۔ میری رائے میں یہ بہتر ہوگا کہ آپ کچھ دن چڑھے تک اسی جگہ مقیم رہیں۔ جب صبح کو بازار لگے گا اور لوگ خرید و فروخت کرنے لگیں گے، تو اس وقت حملہ کرنے کا ٹھیک موقع ہوگا۔ طرابلس کا امیر اور اس کے ہمراہی بھی دَیر میں شادی کی رسوم ادا کرنے میں مصروف ہوں گے۔ آپ کا حملہ اچانک ہوگا۔ شاید اُن کے دل میں دہشت بیٹھ جائے اور آپ کو باسانی فتح حاصل

ہو جائے، گو مجھے باور نہیں آتا کہ ایسی صورت ہو، کیونکہ آپ کی تعداد بہت قلیل ہے۔"

جب صبح ہوئی، تو عبداللہ بن جعفر ہمراہیوں سمیت جنگ کے لیے تیار ہوئے۔ جب شہر کے قریب پہنچے، تو پانسو سواروں کے پانچ دستے بنائے اور ہر ایک دستے پر ایک ایک افسر مقرر کیا۔ ایک دستہ اپنے ہمراہ رکھ لیا اور اُن سے کہا: "مختلف سمتوں سے شہر میں داخل ہونا، لیکن بازار لوٹنے کی طرف مطلق توجہ نہ کرنا، بلکہ سب کے سب دَیر کی طرف رُخ کر لینا۔ اگر بازار میں کوئی مزاحم ہو، تو لڑنا، ورنہ دَیر میں پہنچ کر جمع ہو جانا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا، تو ہمارے جمع ہونے کی جگہ دَیر ہے؛ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوضِ کوثر پر ملیں گے۔" تمام سوار عبداللہ بن جعفر کے کہنے پر تکبیریں کہتے ہوئے شہر پر ٹوٹ پڑے۔ لوگ شہر میں بکثرت خرید و فروخت کر رہے تھے اور ان میں اکثر مسلح تھے۔ جونہیں انھوں نے تکبیر کا نعرہ سُنا، سب جمع ہو کر مسلمان سواروں کے مزاحم ہوئے۔ تلوار چلنے لگی۔ ہزاروں قتل ہوئے، مگر ان کی جگہ اور آجاتے تھے۔ حاکم طرابلس کے کچھ ہمراہی بھی لڑائی کا شور سُن کر بازار میں اُتر آئے اور مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مسلمان دو دستی تلوار چلا رہے تھے اور عبداللہ بن جعفر کی شجاعت کا تو کچھ بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ ابوذر غفاری حالانکہ سال خوردہ تھے، مگر اس شجاعت سے

لڑے کہ نوجوان کیا لڑیں گے؟ اور بھی جتنے بدری صحابی تھے، جان توڑ کر لڑے اور دشمنوں کو مار مار کر گرا دیا۔ مگر شامی برابر انھیں گھیرے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن جعفر کی تلوار ٹوٹ گئی۔ انھوں نے دوسری لے لی۔ ان کا گھوڑا بھی خستہ ہو رہا تھا، مگر علم بدستور ان کے ہاتھ میں تھا اور تلوار برابر چل رہی تھی۔ شامیوں کا زیادہ تر ہجوم بھی عبداللہ بن جعفر کے گرد تھا، کیونکہ ان کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔ ابوذر غفاری نے عبداللہ بن جعفر کی پوری رفاقت کی، ایک دم کے لیے بھی ساتھ نہ چھوڑا اور دائیں بائیں شامیوں کو گرا گرا کر عبداللہ بن جعفر کا راستہ صاف کرتے رہے۔ اہلِ اسلام کے بازو تلوار مارتے مارتے شل ہو گئے۔ شہادت ان کو دکھائی دے رہی تھی، مگر شوقِ شہادت میں تلوار برابر چلائے جاتے تھے۔ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اسی سرزمین میں قبریں ہوں گی۔

دن ڈھل گیا اور لڑائی ابھی تک زور پر تھی۔ اہلِ اسلام متفرق جگہوں میں لڑ رہے تھے۔ ایک دستے کو دوسرے کی خبر نہ تھی، مگر اسلامی علم سب کو نظر آ رہا تھا اور اس سے مطمئن تھے کہ کم از کم عبداللہ بن جعفر تو ابھی تک زندہ ہیں۔ مسلمان اپنی جانوں سے مایوس ہو گئے تھے، کیونکہ ان کے بازو تھک گئے تھے اور دن غروب ہونے کے قریب تھا کہ خالد بن ولید اور ضرار بن ازور اپنے لشکر کے آگے بڑھتے ہوئے لڑائی کے موقع پر پہنچ گئے، اور معاً

تکبیر کا نعرہ بلند کر کے میدانِ جنگ میں شریک ہو گئے۔ اُنھوں نے اسلامی علم دیکھ کر سمجھ لیا کہ عبداللہ بن جعفر اسی جگہ ہوں گے۔ اس لئے ضرار بن ازور اور خالد بن ولید نے اسی طرف کا رُخ کیا، مگر شامیوں کی دیوار اُن کے درمیان حائل تھی۔ ضرار بن ازور کا نیزہ اپنا کام کرنے لگا، اور لحظہ بھر میں راستہ صاف کر کے ضرار بن ازور عبداللہ بن جعفر تک پہنچ گئے۔ عبداللہ بن جعفر کی حالت اسوقت بہت نازک ہو چکی تھی، قریب تھا کہ وہ گھوڑے سمیت گر پڑیں کہ ضرار بن ازور کے پہنچ جانے سے اُنھوں نے خوشی کا نعرہ بلند کیا اور کہا: "مسلمانو! خوش خبری ہو کہ خالدؓ بن ولید اور ضرار بن ازور آپہنچے۔ تھوڑی دیر اور استقامت کرو، اب کوئی شامی زندہ نہ بچ سکے گا۔"

شامیوں کے سر پر پہلے ہی موت سوار تھی، مگر مسلمانوں کی جماعت قلیل دیکھ کر دبائے جاتے تھے۔ اب تو اُن کے چھکے چھوٹ گئے اور خالد بن ولید اور اُن کے ہمراہیوں نے ایسا دبایا کہ وہ ہٹتے ہٹتے دَیر کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں باقی ماندہ سپاہی، جو حاکمِ طرابلس اور اس کی لڑکی کی حفاظت کے لیے دَیر میں رہ گئے تھے، لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہوئے اور پھر لڑائی زور سے شروع ہوئی۔ خود حاکمِ طرابلس میدان میں اُتر آیا، اور مقابلہ کرنے لگا۔ میدان میں آتے ہی وہ شیر کی طرح گرجا۔ معاً ضرار بن ازور

ویسے ہی گرجتے ہوئے اُس کے مقابل ہوئے۔

بطریق یعنی حاکمِ طرابلس نے ضرار پر وار کیا۔ ضرار نے گھوڑا پھیر کر وار خالی دیا۔ مگر زمین ناہموار تھی، گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ ضرار فی الفور زین سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ڈھال سامنے رکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بطریق نے ضرار کو قتل کرنے کے لیے گرز اُٹھایا۔ ضرار نے نیزے کی انی اُس کے گھوڑے کی گردن میں چبھو دی، جس سے اس کا گھوڑا سیخ پا ہو گیا۔ اور گرز کا وار بطریق کے اپنے گھوڑے کے سر پر پڑا۔ گھوڑے کا سر پاش پاش ہو گیا اور بطریق سمیت زمین پر آ رہا بطریق اپنے گھوڑے کے نیچے سے نکلنے نہ پایا تھا کہ ضرار نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ مگر اس کی زرہ پر تلوار نے کچھ اثر نہ کیا۔ ضرار اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور ایک چھوٹے سے یمنی خنجر سے سر کاٹ دیا۔ بطریق کے مارے جانے پر شامیوں کی چیخیں نکل گئیں اور سب کے سب دیوانہ وار ضرار پر ٹوٹ پڑے۔ مگر اتنے میں عبداللہ بن جعفر، خالد بن ولید اور رافع بن عُمیرہ ضرار کے قریب پہنچ گئے اور شامیوں کو تلوار پر رکھ لیا۔ آخر شامی ہمت ہار کر بھاگ نکلے۔ خالد بن ولید نے ان کا تعاقب کیا۔ بہتوں کو راستے میں مار کر گرا دیا اور بہت سے اسیر کیے۔ حاکمِ طرابلس کی لڑکی خواصوں سمیت گرفتار ہو گئی۔ اور اس قدر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ دن بھر کی مشقت اور تکلیف بھول گئے۔ ضرار بن ازور نے بطریقِ طرابلس کا گھوڑا اور اُس کا اسباب لے لیا۔

یہ اسباب بڑا قیمتی تھا اور ہیرے اور جواہرات اس میں جڑے ہوئے تھے۔
جب کامل فتح ہوگئی، تو خالد بن ولید اور عبداللہ بن جعفر قیدی اور
مالِ غنیمت لے کر خوش خوش واپس ہوئے۔ راستے میں عبداللہ
بن جعفر نے خالد بن ولید کا شکریہ ادا کیا کہ آپ عین وقت پر پہنچے،
ورنہ ہم تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ خالدؓ بن ولید نے کہا: "اتنے
عرصے تک مقابلے پر اڑے رہنا اور اتنی تھوڑی جمعیت کے ساتھ
اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا اور لحظہ بھر کے لیے بھی ہمت نہ ہارنا واقعی
آپ ہی کا حصّہ ہے اور یہ بنی ہاشم ہی کا دل گردہ ہے۔ آپ نے ان
شامیوں سے اپنے بہادر اور شہید باپ کا خوب ہی بدلہ لیا۔ آفرین! صد
آفرین!" عبداللہ بن جعفر نے کہا: "یہ محض اللہ تعالیٰ کی تائید تھی اور
بس۔ میری یہ پہلی لڑائی تھی اور اللہ کا احسان ہے کہ میں اس میں اللہ
تعالےٰ اور اپنے چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُرخرو ہوا۔" خالد
بن ولید نے کہا: "بسم اللہ تو اچھی ہوئی ہے۔ خدا نے چاہا تو آپ کا
فولادی بازو اسلام کی تائید میں عجب جوہر دکھائے گا۔" جب خالد بن
ولید اور عبداللہ بن جعفر مظفر و منصور مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لیے
ہوئے ابو عبیدہ کے پاس آئے، تو وہ بڑے خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ
کا شکر بجا لائے، کیونکہ اُن کو اس بات کی بڑی فکر تھی کہ اگر خدانخواستہ مسلمان
ہلاک ہوگئے، تو خلیفہ ثانی کو کیا جواب دیں گے، مگر اُن کی نیک نیتی
اچھا پھل لائی اور اُن کا غم خوشی سے بدل گیا۔ جب مالِ غنیمت

ابوعبیدہؓ کے سامنے رکھا گیا، تو انھوں نے بطریقِ طرابلس کا سب سامان ضرار بن ازور کو دے دیا اور کہا: "یہ تمہارا حق ہے" ضرار وہ سامان اپنی بہن خولہ کے پاس لے گئے اور اُن کے حوالے کر دیا۔ اس میں ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ خولہ نے وہ ہیرے اور جواہرات نکال کر اپنی ہمراہی خواتین میں تقسیم کر دے۔ وہ سب کی سب یہ ہدیہ لے کر بڑی خوش ہوئیں۔

پھر عبداللہ بن جعفر نے کہا: "بطریقِ طرابلس کی لڑکی مجھے دے دی جائے" ابوعبیدہؓ نے کہا: "جب تک خلیفۂ ثانی کا حکم نہ آئے، یہ کام میں اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا، گو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمہارا حق ہے اور تم اس کے سزاوار ہو، مگر پھر بھی امیرالمومنین کی رائے دریافت کرنی ضروری ہے، کیونکہ وہ ایک ذرہ سی غلطی پسند نہیں کرتے، عدل اُن کا شیوہ ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ مجسّم عدل ہیں۔ تم اُن کا حکم آنے تک انتظار کرو، کیونکہ یہ کوئی معمولی قیدی نہیں" ابوعبیدہؓ نے اس لڑائی کا حال مفصل لکھ کر خلیفۂ ثانی کی خدمت میں ارسال کیا اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بھی بھیج دیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ فتح خالدؓ بن ولید کے طفیل ہوئی۔ اور انھیں کی جانبازی اور جاں نثاری سے اتنے مسلمانوں کی جانیں بچیں اور اس قدر مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے یہ بھی اطلاع دی کہ عبداللہ بن جعفر حاکم طرابلس کی لڑکی کے خواستگار ہیں۔ خلیفۂ ثانی یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوئے اور ابوعبیدہ کی تحریر

سے اتفاق کیا اور حاکم طرابلس کی لڑکی عبداللہ بن جعفرؓ کو دے دینے کا حکم صادر فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر بہت ہی خوش ہوئے اور وہ لڑکی بھی بڑی خوش ہوئی، کیونکہ اُسے کنیزی میں زندگی بسر کرنے کے بجائے عرب کے ایک والا حسب شہزادے کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہوا۔

اہل اسلام کا رعایائے شام کے ساتھ نرم سلوک بالکل بے نظیر تھا۔ اِس سے پہلے کسی فاتح قوم نے ان کے ساتھ ایسا مشفقانہ سلوک نہ کیا تھا۔ ان کے اپنے حاکم بھی اُن پر نہایت تشدد کرتے تھے اور ہمیشہ لوٹتے رہتے تھے۔ مگر اہل عرب سوائے خراج کے، جو نہایت منصفانہ طور پر مقرر ہوتا تھا، رعایا کی ایک چیز بھی نہ چھیڑتے، بلکہ اُن کے جان و مال کی حفاظت کرتے، زیردست اور زبردست کو برابر سمجھتے اور کمزوروں کا حق زور آوروں سے دلاتے تھے۔ اُس وقت کے آئینِ جنگ میں مفتوح قوم پر تشدد اور سختی جائز سمجھی جاتی تھی اور اب بھی مہذب گورنمنٹیں کسی حد تک جائز قرار دیتی ہیں۔ مگر اہلِ عرب نے آئین جنگ کا بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔ ابھی چند ہی سال گزرے تھے کہ اسی ملکِ شام میں شاہِ ایران نے حملہ کرکے تمام علاقۂ شام کو تاخت و تاراج کیا تھا اور ۶۱۳ء میں دمشق اور ۶۱۵ء میں یروشلم فتح کرکے ان شہروں کی اینٹ

سے اینٹ بجا دی تھی حتیٰ کہ یروشلم کے بڑے پادری کو صلیب اعظم سمیت گرفتار کر کے ایران لے گیا تھا- پھر ہرقل شاہ روم نے ایران سے بدلہ لینے کے لئے ۶۲۳ء میں ایران پر چڑھائی کی اور ایرانیوں کا مقدس مقام لوٹ کر وہاں کا بڑا آتشکدہ مسمار کیا اور ایرانی رعایا کو بھی خوب لوٹا۔

غرض، اُن دنوں فاتح اور مفتوح کے باہمی سلوک اس قسم کے تھے، جنہیں اہلِ عرب نے مشفقانہ، برادرانہ اور دوستانہ تعلقات میں تبدیل کر دیا اور اسلامی تلوار کو شام، عراق، الجزیرہ اور مصر وغیرہ کی رعایا کے لیئے رحمتِ الٰہی ثابت کر دکھایا۔

۳-اہلِ قنّسرین کا فریب

دمشق کے قرب و جوار پر بخوبی تسلط کر کے ابو عبیدہ بن جراح سپہ سالارِ لشکرِ اسلام اور حاکمِ شام نے صفوان بن عامر کو دمشق اور اُس کے گرد و نواح کا گورنر مقرر کیا اور پانسو عرب سوار اُن کے ماتحت کر دیئے اور لشکر کو کُوچ کا حکم دیا۔ کُوچ کا حکم سنتے ہی سب سردار اور سپاہی سامانِ حرب درست کرنے میں مصروف ہوئے، اور سب تیاری مکمل ہو چکی، تو ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو لشکرِ زحف اور علمِ رایۃ العقاب دے کر اسلامی لشکر کے آگے روانہ کیا اور باقی ماندہ لشکر لے کر خالدؓ بن ولید کے بعد روانہ ہوئے۔ جب مقام بقاع کے قریب پہنچے، تو وہاں قیام کیا اور خالدؓ بن ولید کو حکم دیا کہ تم مع اپنے لشکر کے حمص کی طرف جاؤ اور میں بعلبک کو روانہ ہوتا ہوں۔

اتنے میں جوسیہ کا سردار ابو عبیدہؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آپ ہم سے کامل ایک سال کے لئے صلح کر لیں۔ اس شرط پر کہ اگر آپ نے بعلبک اور حمص پر قبضہ کر لیا، تو ہمیشہ کے لیئے آپ کی حفاظت میں آ جائیں گے۔ ایک سال کا جو کچھ خراج مقرر

کیجیے، ہم دینے کے لئے حاضر ہیں"۔ ابو عبیدہؓ نے فی الفور یہ درخواست منظور کرلی اور ایک سال کے لیے جو سب سے مصالحت کرلی۔

خالد بن ولید حمص کی طرف روانہ ہوئے اور ابو عبیدہ بعلبک کی طرف جانے کو تیار تھے۔ کہ اُسی وقت ایک ناقہ سوار خلیفۂ ثانی کا خط لیے ہوئے پہنچا۔ ابو عبیدہ نے خط کھول کر پڑھا۔ اس میں یہ حکم تھا کہ اور شہروں کا خیال چھوڑ کر پہلے حمص پر چڑھائی کرو اور اُسے فتح کرنے کے بعد انطاکیہ پر حملہ کرو۔ اگر یہ دونوں مقام جو بڑے ضروری ہیں، تمہارے ہاتھ آگئے، تو پھر باقی شہر اور قلعے خود بخود مطیع ہو جائیں گے۔ اس پر ابو عبیدہ بعلبک کا قصد چھوڑ کر خالد بن ولید کے پیچھے حمص کو روانہ ہوئے۔ خالدؓ بن ولید حمص کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ابو عبیدہ بھی جا شامل ہوئے۔ جب حمص کے حاکم نے اسلامی لشکر کو ڈیرا لگائے دیکھا، تو اُس نے شہر کے معززین کو جمع کیا اور کہا: "میری صلاح یہ ہے کہ بجائے لڑنے کے ہم مسلمانوں سے صلح کرلیں اس شرط پر کہ اگر وہ شاہِ ہرقل پر غالب آجائیں، تو ہم اُن کی حفاظت میں آجائیں گے اور صلح کی میعاد ایک سال قرار دی جائے۔ اس عرصے میں ہم اہلِ عرب کے ضرر سے محفوظ رہیں گے"۔ اہلِ شہر نے یہ بات تسلیم کرلی اور فی الفور ایک ایلچی لشکرِ اسلام میں بھیجا گیا۔ ابو عبیدہ نے شرائط منظور کرلیں، ایک سال کے لیے اہلِ حمص سے صلح کرلی اور ایک سال کا خراج اُن سے پیشگی

وصول کرلیا۔

اس کے بعد عواصم، مصرات، سمعان وغیرہ شہروں کی طرف توجہ کی۔ ان سب نے بھی مصالحت کرلی۔ یہ میدان صاف کرکے قنسّرین کے علاقے میں پہنچے۔ قنسّرین کا حاکم ایک دلیر سردار تھا، اور شاہِ ہرقل کا منظورِ نظر۔ اس کے پاس دس ہزار مسلّح سپاہی تھے۔ جب اُسے لشکرِ اسلام کی آمد کی اطلاع ہوئی، تو اُس نے اہلِ قنسّرین کو جمع کرکے کہا: "تمھارا کیا ارادہ ہے؟" اہلِ عرب جس مقام پر گئے اُسے بزورِ شمشیر فتح کرلیا اور شاہی لشکر کو بھی پے در پے شکستیں دی ہیں۔ عجب نہیں کہ ہمارا شہر بھی جلد فتح کرلیں۔ ہماری یہ تجویز ہے کہ ان سے مصالحت کرلیں، کیونکہ اُنھوں نے ہر ایک شہر کے ساتھ بڑا نیک سلوک کیا ہے۔ وہ عہد کے بڑے پابند ہیں، اور جو کچھ شرط کرلیتے ہیں، اُسے پورا کرتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے ہیں، عدل اور انصاف قائم کرتے ہیں، اور کسی کو دُکھ اور ایذا نہیں دیتے" یہ سن کر حاکمِ قنسّرین نے کہا: "میں بھی تمھاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں، لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اہلِ عرب سے ہمیشہ کے لیے صلح کرکے اُن کی حفاظت میں آجاؤں، بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ سرِدست اس بلا کو ٹال دوں۔ پھر بادشاہ سے کمک کی درخواست کروں اور اس عرصے میں سامانِ حرب درست کرلوں۔ جب بادشاہ کی طرف سے کمک

آجائے گی، تو پھر ہم دل کھول کر اہلِ عرب کا مقابلہ کریں گے، کیونکہ میں بادشاہ کا معتمد سردار ہوں اور جب تک بادشاہ موجود ہے، تب تک میں اہلِ عرب کی اطاعت نہ کروں گا۔ بہتر ہے کہ ہم سرِدست ایک سال کے لیئے مصالحت کرلیں اور جو کچھ خراج ایک سال کے لئے اہلِ عرب ہم سے مانگیں، ان کو دے دیں"۔

اس پر حاکمِ قنسرین نے ایک خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا، کہ ہمارا شہر بڑا مضبوط اور ہمارے پاس رسد اور سامان بہت ہے۔ اگر چالیس سال تک محاصرہ کیئے رہو گے، تب بھی ہم پر فتح نہ پاسکو گے؛ لیکن ہم خون ریزی نہیں چاہتے۔ بہتر ہے کہ آپ ہم سے میعادی صلح کرلیں تاکہ ہم دیکھیں کہ انجامِ کار فتح تمہیں حاصل ہوتی ہے یا رومی لشکر کو، کیونکہ شاہِ روم کی طاقت ابھی ٹوٹ نہیں گئی۔ صرف چند شہر تمہارے قبضے میں آئے ہیں اور شاہِ روم تمہارے مقابلے کے لیئے لشکرِ کثیر فراہم کر رہا ہے۔ اگر تم نے لشکرِ روم کو بھگا دیا، اور شاہِ روم کے ایشیائی دارالخلافہ انطاکیہ پر قبضہ کرلیا، تو ہم ہمیشہ کے لیئے تمہاری حفاظت میں آجائیں گے۔ لیکن ابھی صلح کی میعاد ایک سال ہوگی۔ اُس وقت تک تم ہمارے علاقے میں زیادتی نہ کرو گے اور جو کچھ خراج مقرر کرو گے، اسی پر اکتفا کرو گے۔ ایک سال کی مدت گزرنے کے بعد جیسی صورت ہوگی، دیکھا جائے گا۔ ہم قنسرین کی سرحد پر ایک نشان کھڑا کردیں گے۔ تاکہ اس نشان کے

اندر کوئی عرب سوار دست برد نہ کرے۔" یہ خط لکھ کر اس نے ایک عالم شخص اصطخر کے حوالے کر دیا اور اسے خط کے مضمون سے آگاہ کر کے کہا: "سردار لشکرِ اسلام کے پاس جاؤ اور ایک سال کے لیے اس سے مصالحت کی دستاویز لے لو، دیکھو اگر وہ نہ مانے، تو چکنی چپڑی باتوں سے اس کو منا لینا۔ اگر تم کامیاب آئے، تو تم کو بہت سا انعام دیا جائے گا۔"

جب اصطخر خط لیے ہوئے اسلامی لشکر میں پہنچا، تو ابو عبیدہؓ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ اس وقت ابو عبیدہؓ کے پاس خالدؓ بن ولید اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ خالدؓ بن ولید نے پوچھا: "تو کون ہے اور کس لیے آیا ہے؟" اصطخر نے کہا: "میں حاکمِ قنسرین کا ایلچی ہوں۔ کیا آپ ہی اس لشکر کے سردار ہیں؟" خالدؓ بن ولید نے کہا: "میں سردار نہیں، بلکہ ایک سپاہی ہوں۔ ہمارے سردار یہ بیٹھے ہیں۔" اس پر اصطخر رومی دستور کے موافق ابو عبیدہؓ کو سجدہ کرنے کے لیے جھکنے لگا، مگر ابو عبیدہؓ نے اسے روک دیا اور کہا: "ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے۔ کوئی بندہ اس لائق نہیں کہ دوسرا بندہ اس کو سجدہ کرے۔" اصطخر رک گیا اور آگے بڑھ کر حاکمِ قنسرین کا خط پیش کیا۔ وہ دل میں حیران تھا کہ یہ کیسی قوم ہے کہ اس کا سردار اس قدر منکسر المزاج ہے اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایسے بے تکلف بیٹھا ہوا ہے کہ ان

میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ عجیب سادہ مزاج اور غریب طبیعت ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے خط پڑھ کر خالد بن ولید اور عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کو سنایا۔ اس پر خالدؓ نے کہا: حاکم قنّسرین نے یہ خط نیک نیتی سے نہیں لکھا۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے اور وہ کوئی مکر اور فریب کرنا چاہتا ہے۔ آپ ہرگز اس کی درخواست منظور نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُس پر چڑھائی کر دیں۔ خدا نے چاہا، تو ہم بزورِ شمشیر اس کا قلعہ فتح کریں گے، جس کے استحکام پر اس نے اس قدر لن ترانی کی ہے اور اس قدر شیخی بگھاری ہے۔"

ابو عبیدہ نے کہا: "اے ابا سلیمان! خدا صبر کرو۔ دیکھو، حاکم قنّسرین نے خود بخود صلح کی درخواست کی ہے۔ غیب کا علم صرف خدا کو ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کل کیا پیش آنے والا ہے۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اس کی صلح کی درخواست رد کر دوں، کیونکہ صلح میں بہتری ہوتی ہے۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "وہ نیک نیتی سے صلح کرے، تو ہم تیار ہیں۔ لیکن ایک طرف تو وہ ہمیں دھمکاتا ہے اور اپنے قلعے کی مضبوطی کا ہمیں خوف دلاتا ہے اور دوسری طرف میعادی صلح کرتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ وقت ٹالنا چاہتا ہے۔ اگر وہ نیک نیت ہے، تو ہمیشہ کے لیے ہماری حفاظت میں آ جائے۔" اصطخر خالد بن ولید کی یہ تقریر سن کر کانپ گیا اور اس نے نہایت مؤدبانہ طور سے پوچھا: "آپ کا اسم گرامی ہے؟"

خالد نے کہا: "میرا نام خالد بن ولید ہے۔" اس پر اِصْطَخَرْ نے کہا: "آپ کا نام تمام روم اور شام میں مشہور ہو گیا ہے۔ آپ بڑے جواں مرد اور بہادر ہیں۔ آپ ہی نے زورِ بازو سے شاہی لشکر کو شکستیں دی ہیں۔ بیشک ہم لوگ آپ کے نام سے کانپتے ہیں، لیکن ہم نے آپ کی یہ تعریف بھی سُنی ہے کہ جیسے آپ میدانِ جنگ میں سخت ہیں، ویسے ہی آپ دل کے نیک، مزاج کے نرم، طبیعت کے سخی اور طینت کے رحیم ہیں اور جو لوگ آپ سے امان مانگیں، آپ اُن کو امان دیتے ہیں۔ پھر آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں صلح کرتے؟" خالدؓ نے کہا: "تمہارے حاکم کے خط سے مترشح ہوتا ہے کہ جب بادشاہ کا لشکر ہمارے مقابلے کے لیے آئے گا، تو تم صلح کو بالائے طاق رکھ کر لشکر میں مل جاؤ گے اور ہم سے لڑو گے۔ اگر تم یہ عہد کر لو کہ سال کے اندر تم کسی لڑائی میں ہمارے خلاف امداد نہ دو گے، تو ہم صلح کیے لیتے ہیں، ورنہ نہیں۔"

اِصْطَخَرْ نے کہا: "ہاں ہاں، ہم عہد کرتے ہیں کہ جب تک سال گزر نہ جائے، ہم آپ سے ہرگز نہ لڑیں گے۔" اس پر خالدؓ بن ولید نے ابو عبیدہؓ سے کہا: "آپ ان کو یہ دستاویز لکھ دیں کہ سال کے اندر جو شخص ان میں سے ہم سے نہ لڑے گا، اُس سے ہماری صلح برقرار رہے گی، لیکن جو عہد توڑے گا، اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گے، جو عہد شکن لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔" اِصْطَخَرْ نے یہ بات منظور کر لی اور ابو عبیدہ نے مقررہ خراج پر مصالحت کی دستاویز ایک سال کے

لئے اُسے لکھ دی۔ وہ خوش خوش واپس گیا اور چند دن کے اندر جو کچھ جنس اور نقدی بطور یکسالہ خراج مقرر ہوئی تھی لشکرِ اسلام میں پہنچا دی گئی۔

قنسرین کی حد پر ایک ستون کھڑا کیا گیا اور اہلِ اسلام کو ہدایت کی گئی کہ اس حد سے تجاوز نہ کریں۔ اس طرح ابو عبیدہؓ حمص اور قنسرین کے درمیانی علاقے میں بہت عرصہ پڑے رہے اور رستن، شیرز وغیرہ کے لوگوں سے اس قسم کی میعادی صلح کرتے رہے کہ اتنے میں خلیفۂ ثانی کا ایک خط پہنچا، جس میں لکھا تھا: "تم میعادی صلحوں میں وقت ضائع کر رہے ہو اور کوئی نمایاں اور پختہ کام نہیں کیا۔ ان صلحوں کا کیا اعتبار؟ جب ہرقل کی طرف سے ان کو امداد پہنچے گی، تو وہ سب کے سب صلح بالائے طاق رکھ کر اہلِ اسلام سے لڑائی شروع کر دیں گے۔ اور اس عرصے میں سامانِ رسد وغیرہ جمع کر کے اپنے آپ کو اچھی طرح محفوظ کر لیں گے۔" جب یہ خط ابو عبیدہؓ نے پڑھا، تو اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور سردارانِ لشکر کو جمع کر کے کہا: "خلیفۂ ثانی میری اس کارروائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اب تم مجھے مشورہ دو۔ کہ کیا کارروائی کرنی چاہیے جس سے خلیفۂ ثانی خوش ہوں۔ کیا ہم حلب پر چڑھائی کریں یا یہاں سے سیدھے انطاکیہ پر حملہ کریں؟"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سعید بن عامر، جو قبیلۂ یمن میں ایک ممتاز آدمی تھے، ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: "آپ کس مقام پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں؟ یہاں نزدیک ہی ایک بڑا معرکہ

پیش آنے والا ہے ، کیونکہ حاکمِ قنسّرین نے آپ سے دغا کی ہے اور اُس نے شاہ ہرقل سے کمک منگائی ہے ۔ وہ کمک قنسّرین کو جا رہی ہے اور اس کمک کا سردار جبلہ بن ایہم غسانی ہے اور اُس کے ہمراہ عمودیہ کا حاکم بھی ہے ۔" یہ خبر سن کر سب چونکے ہو گئے اور سعیدؓ بن عامر سے کہا: "اس کی کل کیفیت سے ہمیں جلد آگاہ کرو ۔"

جبلہ بن ایہم قوم غسان کا بادشاہ تھا ، جو شام میں آباد تھی ۔ بنی غسان اہلِ یمن کے قبائل میں سے تھے اور عرب اور شام کی سرحد میں آباد ہو گئے ۔ وہ شام میں بڑے زبردست اور طاقتور سمجھے جاتے تھے ۔ جبلہ ان کا بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا ۔ وہ خلیفۂ ثانی کے ابتدائی دورِ خلافت میں حجِ بیت اللہ کے لیئے بڑے کرّوفر کے ساتھ گیا تھا ۔ طوافِ کعبہ کرتے ہوئے ایک غریب آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر پڑا ۔ جس کی وجہ سے اُس کی چادر اُتر گئی ۔ جبلہ نے غصے میں آ کر اس آدمی کے منہ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ غریب کے چار دانت ٹوٹ گئے ۔ بیچارہ خلیفۂ ثانی کے پاس ، جو حج کعبہ کے لئے مکے میں آئے ہوئے تھے ، گیا اور فریاد کی ۔ خلیفۂ ثانی نے اُسی وقت جبلہ کو بلایا اور اس سے کہا: "یہ شخص تم پر فریادی ہے ۔ تم نے کیوں اس کے دانت توڑ دیئے ؟" جبلہ نے کہا: "اس نے میری چادر پر پاؤں رکھ دیا تھا ، جس کی وجہ سے میری بے حرمتی ہوئی ۔ میں نے غصے میں آ کر اُس کے تھپڑ مارا اور اس کے دانت ٹوٹ گئے ۔" فریادی نے کہا: "میں نے عمداً اس کی چادر پر پاؤں نہیں رکھا تھا ۔ طواف کرتے ہوئے

اتفاقیہ طور پر میرا پاؤں اس کی لٹکتی ہوئی چادر پر پڑ گیا۔ میرا اس میں قصور نہیں۔ مگر اس نے میرے چار دانت توڑ دیے۔" خلیفۂ ثانی نے کہا: "اے جبلہ! اگر یہ شخص تمہیں معاف کر دے، تو اور بات ہے لیکن اگر اس نے معافی نہ دی، تو میں قصاص لوں گا۔ کیونکہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ دانت کے بدلے دانت۔" جبلہ نے کہا: "میں غسان کا بادشاہ ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے۔ میں اس سے معافی نہیں مانگ سکتا اور نہ اس کے دانتوں کے بدلے اپنے دانت نکلوا سکتا ہوں۔ آپ کو میری شان اور رتبے کا لحاظ کرنا چاہیے۔ اسلام میں نے قبول کر لیا، تو کیا ہوا؟ میری شان و شوکت میں تو فرق نہیں آیا۔ ایسے ایسے میرے ہزاروں غلام ہیں۔" خلیفۂ ثانی نے کہا: "یہ شخص گو عام آدمیوں میں سے ہے، مگر مسلمان ہے اور اسلام میں سب برابر ہیں۔ امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، رئیس، رعایا سب یکساں ہیں اور سب کے حقوق مساوی ہیں۔ اسلام نے یہی تو کمال کیا ہے کہ ادنےٰ اعلیٰ کی تمیز ہی اڑا دی اور سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ میرے نزدیک یہ عام آدمی اور تم غسان کے بادشاہ برابر ہو۔ مجھے عدالت کرنی ہے۔ اگر یہ شخص تمہیں اپنی رضا و رغبت سے معاف نہ کر دے گا، تو میں ضرور تم سے قصاص لوں گا۔" جبلہ یہ سن کر گھبرایا اور اس نے عرض کی: "اچھا اگر آپ کی یہی عدالت ہے، تو مجھے ایک دن کی مہلت دیجیے کہ اس عرصے میں یا تو میں اس شخص کو راضی کر لوں تاکہ مجھے معاف کر دے۔

یا میں قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاؤں۔" خلیفۂ ثانی نے کہا: "مہلت بھی جبھی دے سکتا ہوں، جب تمہارا فریادی منظور کرے اور دلی خوشی سے اجازت دے۔" فریادی نے اجازت دے دی اور جبلہ بن ایہم راتوں رات اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نکل کر ملکِ شام کو روانہ ہو گیا۔

اہلِ یمن کے عربوں کی یہ ایک شاخ ملکِ شام میں آباد تھی، جو غسان کے نام سے مشہور تھی۔ ان لوگوں کی طرزِ رہائش اور معاشرت بالکل اپنے برادرانِ یمن کی سی تھی اور یہ بھی ایسے ہی سرکش اور جنگجو تھے، جیسے کہ اہلِ یمن۔ اگر اہلِ یمن شیر تھے، تو یہ بھی ان سے کچھ کم نہ تھے۔ فرق اتنا تھا کہ اہلِ یمن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ہدایت بخش کر سینے صاف کر، اور منوّر کر دیے تھے اور شام کی قومِ غسان ابھی تک عیسوی شرک و جہالت میں مبتلا تھی۔ جبلہ بن ایہم مکے سے بھاگ کر اپنی قوم میں آ گیا، اسلام کو خیرباد کہا اور آئندہ کے لیے اسلام کا دشمن بن گیا۔

حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی نے ابوعبیدہ اور ان کے ماتحت سرداروں کو جبلہ بن ایہم کے اس واقعے سے مطلع کر دیا تھا تاکہ اگر جبلہ ملکِ شام میں ان سے دوچار ہو جائے، تو وہ سمجھ لیں کہ جبلہ مرتد ہو گیا ہے اور ایک مسلمان کا قصاص اس کی گردن پر باقی ہے۔

جب سعید بن عامر نے جبلہ بن ایہم کا نام لیا، تو ابوعبیدہ نے پوچھا: "تمھیں یہ حال کس طرح معلوم ہوا ہے؟" سعید بن عامر نے کہا: "جب سے آپ نے حکم دیا ہے کہ جلانے کے لیے لکڑی نزدیک کے نخلستان سے

نہ لائی جائے تاکہ پھل اور درخت نہ کاٹے جائیں، اس دن سے دور جا کر جنگل سے ہمارے غلام لکڑی لاتے تھے۔ کل میرا غلام لکڑی لینے کے لیئے مع اور چند غلاموں کے جنگل میں گیا، مگر واپس نہ آیا۔ مجھے تشویش ہوئی اور میں اس کی تلاش میں گیا۔ بہت دور جا کر میں نے اُسے جنگل میں لہو لہان پایا۔ اُس سے پوچھا: "تمہارا یہ حال کس نے کیا؟" اُس نے کہا: ہم جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہے تھے کہ یک لخت چند سواروں نے ہم کو گھیرا۔ میرے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا۔ میں نے اُن کا مقابلہ کیا۔ تو مجھے گھائل کر کے یہاں چھوڑ گئے۔"

میں نے غلام کو اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا اور چاہتا تھا کہ کیمپ میں واپس آؤں کہ اتنے میں کئی سو سواروں نے مجھے بھی گھیر لیا اور کہنے لگے "ہمارا سردار ایک عربی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم نے چند غلام گرفتار کیئے تھے، مگر ہمارا افسر خوش نہیں ہوا۔ اُس نے پھر ہم کو حکم دیا ہے، کہ کسی خاص عربی کو میرے پاس لاؤ۔ تم اپنی خوشی سے چلو، تو بہتر، ورنہ ہم تم کو مشکیں باندھ کر بھی لے جائیں گے۔" میں نے پوچھا: "تمہارا سردار کون ہے؟" اُنھوں نے کہا: "ہمارا سردار جبلہ بن ایہم ہے، جو قوم غسان کا بادشاہ اور رئیس ہے۔" یہ سن کر میں چپ چاپ اُن کے ہمراہ چل دیا۔

۴۔ جنگِ قنّسرین

سعید بن عامر نے ابو عبیدہ بن جراحؓ سے عرض کی کہ جب سوار مجھے گھیرے ہوئے جبلہ کے روبرو لے گئے، تو اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا: "میرا نام سعید بن عامر انصاری ہے۔" پھر اُس نے پوچھا: "تم کس قبیلۂ عرب سے ہو؟" میں نے کہا: "یمنی ہوں۔" اس پر جبلہ نے کہا: "اس نسبت سے تم میرے قریبی ہو۔ میں نے تمھیں اس لیے بلایا ہے کہ یمنی عرب کا حال تم سے دریافت کروں۔" چنانچہ اس نے کئی آدمیوں کی بابت پوچھا، جن میں سے ایک حسان بن ثابت تھے۔ میں نے اس سے کہا: "حسان بن ثابت بخیریت ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں۔" جبلہ نے کہا: "میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اُس نے ایک دفعہ ایک قصیدہ میری تعریف میں بھی لکھا تھا جس کو سن کر میں بہت خوش ہوا تھا۔" پھر میں نے جبلہ سے کہا: "اے سردار! تم مسلمان ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں آکر اللہ کی رحمت اور فضل کے سزاوار ہو گئے تھے۔ پھر تم کیوں راہِ ہدایت چھوڑ کر ظلمت میں پھنس گئے؟" اس پر جبلہ نے کہا: "بے شک میں اسلام لایا تھا، مگر تمھارا مذہب میرے موافق نہیں آیا۔ تمہارے مذہب رئیس

کی کوئی عزت نہیں اور نہ اُس کی شان کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے۔ دیکھو تو سہی، تمہارا خلیفہ ایک حقیر اور ادنیٰ شخص کا مجھ سے قصاص لیا چاہتا تھا اور اس کے دانتوں کے بدلے میرے دانت توڑنا چاہتا تھا۔ میں کیونکر یہ ذلت گوارا کر لیتا؟ میں غسان کا بادشاہ تھا اور میرا مسلمان ہونا اسلام کے لئے باعثِ فخر تھا۔ تمہارے خلیفہ نے اس بات کو غنیمت نہ سمجھا، اور مجھے ایک ناچیز آدمی کی خاطر ذلیل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر میں نے اسلام کو دور ہی سے سلام کیا اور بہانہ کر کے شام میں چلا آیا۔ شاہِ ہرقل نے میری از حد قدر کی اور میرا رتبہ اور شان بہت بڑھا دی۔"

یہ سن کر میں نے جواب دیا: "اے سردار! اسلام میں یہی تو خوبی ہے کہ اس میں ادنےٰ اور اعلےٰ سب برابر ہیں۔ جو شخص مسلمان ہوتا ہے وہ رذیل نہیں رہتا۔ بلکہ شریف بن جاتا ہے۔ اسلام میں کوئی رذیل نہیں، سب شریف ہیں۔ اس میں کوئی حقیر نہیں، سب معزز ہیں، اس میں کوئی ادنےٰ نہیں، سب اعلےٰ ہیں۔ حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی بڑے عادل اور منصف مزاج ہیں۔ انھوں نے شریعتِ اسلام کو زبردست ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ وہ خلائق کی نگرانی کرتے ہیں۔ کمزور کا حق زور آور سے دلاتے ہیں اور خلافت کی امانت کو پورے طور پر ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تم سے قصاص لینے کا ارادہ کیا۔"

اس پر جبلہ نے کہا: "میں ایسی عدالت کا قائل نہیں، جو رئیسوں اور بادشاہوں کے مرتبے اور شان کا کچھ لحاظ نہ کرے، اچھا، اس بات

کو جانے دو۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس طرف کیا کر رہے ہو؟" میں نے کہا: "میں لشکرِ اسلام کے ہمراہ ہوں اور ہمارا ارادہ حلب اور انطاکیہ پر چڑھائی کرنے کا ہے۔" اس پر جبلہ نے ہنس کر کہا: "حلب اور انطاکیہ تک تم کو کون پہنچنے دیتا ہے؟ مجھے شاہِ ہرقل نے تمہاری سرکوبی کے لئے روانہ کیا ہے، اور حاکمِ عمودیہ کو میرے ہمراہ بھیجا ہے، کیونکہ حاکمِ قنسرین نے بادشاہ کو مصالحت کا حال لکھ کر کمک طلب کی تھی۔ حاکمِ قنسرین نے تمہیں دھوکا دیا ہے اور تم ایسے سادہ لوح ہو کہ اس کے فریب میں آگئے۔ میں یہ جرار فوج لے کر قنسرین جا رہا ہوں۔ حاکمِ قنسرین شہر سے کچھ فاصلے پر میرے استقبال کو آئے گا اور ہمیں ہمراہ لے کر قنسرین جائے گا۔ وہاں پہنچ کر جو قرار پائے گا، اس پر عمل کیا جائیگا۔ میرے خیال میں بہتر ہو کہ تم اپنے سردارِ لشکر سے کہو کہ واپس چلا جائے، کیونکہ میرے ہمراہ قومِ غسّان ہے اور لشکرِ اسلام میں اہلِ یمن، میں پسند نہیں کرتا کہ ہم بھائی بند ایک دوسرے کا گلا کاٹیں۔ نیز غسّان قوم بڑی لڑاکا اور جنگجو ہے اور اپنے یمنی بھائیوں سے کسی طرح کم نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ ان میں قتال کا بازار گرم نہ ہو۔ تم جا کر اپنے سردار کو اچھی طرح سمجھاؤ کہ ایسی خوں ریزی سے باز آجائے، اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر واپس چلا جائے۔ ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں۔"

یہ سن کر میں نے کہا: "اے سردار! جو کچھ تم نے کہا ہے، میں

سب کچھ اپنے سردار کی خدمت میں عرض کر دوں گا۔ آئندہ ان کو اختیار ہے، جو چاہیں، کریں۔"

جبلہ نے مجھے لباس فاخرہ دے کر رخصت کیا۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنے زخمی غلام کو کیمپ میں اتار کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جو کچھ میرے ساتھ گزرا، میں نے بے کم و کاست عرض کر دیا۔

ابو عبیدہؓ حاکم قنسرین کا فریب سن کر بڑے رنجیدہ ہوئے اور خالد بن ولید نے کہا: "میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ حاکم قنسرین وقت ٹال رہا ہے اور ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اگر آپ میری صلاح پر عمل کرتے اور اسی وقت قنسرین پر چڑھائی کر دیتے، تو ہم بزورِ شمشیر اُسے فتح کر لیتے۔"

ابو عبیدہ نے کہا: "ہماری نیت نیک ہے۔ جو شخص ہم سے دغا اور فریب کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے سزا دے گا اور ذلیل و رسوا کرے گا۔ بتاؤ، اب کیا تدبیر کرنی چاہیئے؟"

خالدؓ بن ولید نے کہا: "حاکمِ قنسرین نے ہم سے دغا کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس کو فریب کا مزہ چکھاؤں اور اس کو قابو میں لا کر قتل کروں، تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور ہمارے ساتھ دھوکا اور فریب کرنے کی کسی کو جرأت نہ پڑے۔ میری تجویز یہ ہے کہ میں دس چیدہ آدمی جنھیں موت کا کوئی خوف نہ ہو، ہمراہ لے کر جاؤں۔ جب قنسرین کا حاکم جبلہ کے استقبال کو نکلے گا، تو میں اُسے گھیر کر قتل کر دوں گا۔ آپ بھی قنسرین پر دھاوا کرنے کی تیاری کریں۔ اور ہمارے پیچھے جلد پہنچیں تا کہ اگر ہم دشمنوں میں گھر جائیں، تو

ہماری امداد کرسکیں اور جبلہ اور اُس کے ہمراہی لشکر کو قنسرین میں داخل نہ ہونے دیں اور کھلے میدان ہی میں ان کو شکست دیں۔ اس طرح پھر قنسرین پر ہمارا قبضہ بآسانی ہو جائے گا۔"

ابو عبیدہ نے یہ تجویز پسند کی اور خالد بن ولید سے کہا: "جن سواروں کو ہمراہ لے جانا چاہتے ہو، چن لو۔" خالد بن ولید نے مندرجۂ ذیل جوان منتخب کیے، جن میں سے ہر ایک، ہزار آدمی کا مقابلہ کرسکتا تھا:۔

عیاضؓ بن غنم، عمروؓ بن سعد، سہیلؓ بن عامر، رافع بن عمیرہ،

سعیدؓ بن عامر، عمروؓ بن معدی کرب، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ

ضرارؓ بن ازور، مسیبؓ بن نجبہ، اور قیسؓ بن ہبیرہ،

یہ مشہور شہسواران عرب اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی خالد بن ولید کے اشارے پر مسلح ہو کر تیار ہو گئے۔ خالد بن ولید نے اپنے غلام ہمام کو بھی ہمراہ لے لیا، جو لڑائی میں بڑا شجاع اور بہادر تھا، یہ بارہ آدمی ایک خطرناک مہم پر روانہ ہوئے، مگر کسی کے دل میں خوف و ہراس نہ تھا، بلکہ سب خوش تھے۔ ابو عبیدہ نے اُن کے حق میں دعائے خیر کی اور اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔

جب خالدؓ بن ولید اپنے ہمراہیوں سمیت اس خطرناک مہم پر روانہ ہوئے، تو انھوں نے سعید بن عامر انصاری سے کہا: "ہمیں اس راستے پر لے چلو، جس سے جبلہ قنسرین کو جاتا ہے تاکہ ہم اس کے لشکر میں مل جائیں۔" سعید بن عامر اُن کے آگے ہو لیے اور تمام رات چلتے رہے۔

جب صبح ہوئی، تو وہ اس شاہراہ پر پہنچے، جو سیدھی قِنّسرین کو جاتی تھی۔ اِس جگہ وہ ٹھہر کر ایک پوشیدہ مقام میں چھپ گئے اور نمازِ صبح ادا کی۔ اتنے میں لشکر کی آمد کا شور سنائی دیا۔ خالد بن ولید نے کہا: "جب جبلہ کا لشکر ہمارے پاس سے گزرے گا، تو ہم چپ چاپ اُس کے لشکر میں مل جائیں گے اور کسی سے بات چیت نہیں کریں گے۔ چونکہ جبلہ کے ہمراہ غسان قوم ہے، اِس لیے وہ سمجھیں گے کہ ہم بھی اُنھیں میں سے ہیں جب حاکمِ قِنّسرین جبلہ کے استقبال کو آگے بڑھے گا، تو ہم گھوڑے دوڑا کر جبلہ کے لشکر سے نکل جائیں گے اور حاکمِ قِنّسرین کو پکڑ لیں گے۔ کوئی ہم پر شبہ نہ کرے گا۔ حاکمِ قِنّسرین یہی سمجھے گا کہ ہمیں جبلہ نے اس کی تعظیم کے لیے آگے بھیجا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ معاملہ بڑا خطرناک ہے۔ جان ہتھیلی پر رکھ لو۔ میری تو ہمیشہ یہی خواہش اور آرزو رہی ہے کہ میدانِ جنگ میں شہادت نصیب ہو اور میں تمھیں بھی اس نعمت کا حقدار بنانے کے لیے ہمراہ لے آیا ہوں۔ کہو، کیا صلاح ہے؟" سب نے بڑی گرم جوشی سے اس تجویز سے اتفاق کیا اور جبلہ کے لشکر میں چپ چاپ جا ملے۔ جب جبلہ کا لشکر قِنّسرین سے تھوڑے فاصلے پر پہنچا، تو انھیں حاکمِ قِنّسرین ہمراہیوں سمیت آتا دکھائی دیا۔ معاً خالد بن ولید اور ان کے ہمراہی گھوڑوں کو ایڑ لگا جبلہ کے لشکر سے نکل کر جدا ہو گئے۔ حاکمِ قِنّسرین نے جو اُن کو آتے دیکھا، تو سمجھا کہ جبلہ کے ماتحت سردار اُس کی تعظیم کو آ رہے ہیں۔ وہ بھی اپنے ہمراہیوں سے نکل کر آگے بڑھا اور مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ

بڑھایا۔ خالدؓ بن ولید نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہی اس زور سے جھٹکا دیا، کہ حاکمِ قنسرین گھوڑے سے الگ ہو گیا۔ اُسی وقت خالدؓ اور اُن کے ہمراہیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ دونوں لشکر یہ واقعہ دیکھ کر مبہوت ہو گئے۔ خالد بن ولید نے حاکمِ قنسرین سے کہا: "میں خالد بن ولید ہوں اور تمہیں فریب کی سزا دینے آیا ہوں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔" حاکمِ قنسرین نے کہا: "اگر تم مجھے قتل کرو گے، تو تم سب مارے جاؤ گے۔ زندہ رکھو گے، تو تم بھی زندہ رہو گے۔" لشکرِ قنسرین اپنے سردار کو گرفتار دیکھ کر آگے بڑھا، اور جبلہ بھی مع عمودیہ لحظہ بھر میں موقع پر پہنچ گیا۔ اس طرح خالد بن ولید اور ان کے ہمراہی گھر گئے، مگر دشمنوں نے اُن پر حملہ نہ کیا اس خوف سے کہ وہ ان کے سردار کو قتل نہ کر ڈالیں۔ خالد بن ولید نے حاکمِ قنسرین کو اپنے غلام ہُمام کے حوالے کیا اور آپ تلوار کھینچ کر اپنے ہمراہیوں کے آگے ہو گئے۔

حاکمِ عمودیہ نے جبلہ سے کہا: "یہ عرب بڑے دلیر ہیں اور حیرت ناک کام کرتے ہیں۔ اگر ہم نے اِن پر تلوار چلائی، تو یہ حاکمِ قنسرین کو مار ڈالیں گے حاکمِ قنسرین ہم میں بڑا ممتاز شخص ہے اور بادشاہ کا رشتے دار ہے۔ تم اِن عربوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ حاکمِ قنسرین کو چھوڑ دیں، تو ہم انہیں بلا روک ٹوک چلا جانے دیں گے۔ جب یہ لشکر سے نکل جائیں گے، تو میں اِن کا تعاقب کر کے اِن کو مار ڈالوں گا۔ مجھے بڑا غصّہ آ رہا ہے، مگر مجھے حاکمِ قنسرین کی جان کا خوف ہے۔"

یہ سن کر جبلہ آگے بڑھا اور خالد بن ولید کے قریب آکر پوچھنے لگا: "تم کون ہو؟" خالد بن ولید نے کہا: "میں خالدؓ بن ولید بنی مخزوم قبیلے سے ہوں، یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر قبیلۂ تیم سے ہیں اور یہ رافع بن عُمیرہ قبیلۂ طے سے۔ غرض، ہم سب مختلف قبیلوں کے آدمی ہیں اور ہم سب کے سب رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین اور صحابی ہیں۔ تم بتاؤ، کون ہو؟" جبلہ نے کہا: "میں غسان کا بادشاہ ہوں۔" خالدؓ نے کہا: "وہی جو اسلام لاکر مرتد ہوگیا اور روشنی پاکر تاریکی میں جا پڑا۔" جبلہ نے کہا: "میں نے بزرگی کو ذلت پر اختیار کیا ہے۔" خالدؓ نے کہا: "نفس نے تجھے دھوکا دیا ہے اور تو بلند مرتبے سے قعرِ مذلت میں گر گیا ہے۔ اب بتا، مجھ سے کیا چاہتا ہے؟" جبلہ نے کہا: "تم نے شرارت تو اتنی بڑی کی ہے کہ تمھاری سزا موت ہے، مگر میں حاکمِ قنسرین کی خاطر تم پر رحم کرتا ہوں۔ اگر تم اُسے چھوڑ دو، تو میں بھی تمھیں چھوڑ دوں گا، ورنہ تم سب کو اسی جگہ قتل کر دوں گا۔ تم صرف بارہ آدمی ہو اور ہماری جماعت کثیر۔ بوٹی بوٹی بھی حصے نہ آئے گی۔" خالد بن ولید نے کہا: "بے شک ہم صرف بارہ آدمی ہیں اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو، لیکن میں حاکمِ قنسرین کو نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے اپنی موت کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میں تو اُسے قتل کر کے عبرت کی مثال قائم کروں گا۔ خواہ یہ مثال قائم کرنے میں ہم سب کی جانیں قربان ہوجائیں۔ اگر تم حاکمِ قنسرین کو بچانا چاہتے ہو، تو ایک ایک کر کے ہمارے مقابلے پر نکلو اور ہمارے ایک ایک جوان سے لڑو۔ تم ہم پر غالب آگئے اور ہم کو قتل کر

دیا، تو حاکمِ قنّسرین آزاد ہو جائے گا اور اگر تم ہمارے ہاتھ سے قتل ہو گئے، تو پھر تم کو حاکمِ قنّسرین کی قسمت سے کچھ سروکار نہ رہے گا۔ مردِ میدان ہو، تو اس طرح ہمارا مقابلہ کرو۔" جبلہ یہ کلام سن کر حاکمِ عمودیہ کے پاس گیا اور اُس کو اصل حال سے آگاہ کیا، حاکمِ عمودیہ نہایت آشفتہ ہوا اور کہا: "اچھا! ہم ایک ہی ایک کر کے مقابلہ کرتے ہیں۔" جبلہ پھر خالدؓ کے پاس آیا، اور کہنے لگا: "مقابلے کے لیے جس کو بھیجنا ہو، میدان میں نکالو۔" خالدؓ بن ولید نے خود میدان میں جانے کا ارادہ کیا، مگر عبدالرحمٰنؓ نے ان کو روک کر کہا: "پہلے مجھے جانے دیجیے۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت دے اور میں اپنے بزرگ باپ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔"

خالدؓ بن ولید نے عبدالرحمٰن کو دعا دی اور کہا: "جاؤ اور دشمنوں کو اسلام کی شجاعت دکھاؤ۔" عبدالرحمٰنؓ کا گھوڑا بڑا تیز تھا۔ پہلے اُنھوں نے میدان میں گھوڑے کو چکر دیا۔ جب اس کی تیزی کچھ کم ہو گئی، تو دشمنوں کو للکار کر کہا: "میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہوں۔ جسے مقابلے کی خواہش ہو، میدان میں نکلے۔" حاکمِ عمودیہ کے ہمراہیوں میں سے ایک جنگجو نکلا اور عبدالرحمٰنؓ کے بالمقابل ہوا۔ عبدالرحمٰن نے نیزے کے ایک ہی وار سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ رومی عبدالرحمٰنؓ کی سبک دستی دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ پھر دوسرا جنگجو نکلا۔ اُس کو بھی عبدالرحمٰنؓ نے گھائل کر کے گرا دیا۔ پھر تیسرا نکلا۔ وہ بھی چشم زدن میں خاک پر لوٹتا نظر آیا۔ اسی طرح پانچ رومی سردار

عبدالرحمٰن نے قتل کئے۔

جبلہ یہ دیکھ کر سخت غضب ناک ہوا اور خود گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا اور عبدالرحمٰن سے کہا: "تم بڑے شوخ اور گستاخ ہو۔ تم نے حد سے زیادہ تجاوز کیا ہے اور بڑی رعونت دکھائی ہے۔ اب تمہاری سزا کا وقت قریب آگیا۔" عبدالرحمٰن نے کہا: "بسم اللہ! ہتیار سنبھال لو اور مقابلہ کرو۔" جبلہ نے کہا: "میں تم سے لڑنے نہیں آیا، کیونکہ میرے رتبے اور شان کے لائق نہیں ہو۔ میں اس واسطے آیا ہوں کہ اگر ہمارا کوئی جوان تمہیں مغلوب کرے، تو تمہارے ہمراہی امداد کو نہ پہنچ سکیں۔" عبدالرحمٰنؓ نے کہا: "تم مجھے باتوں میں لگاتے ہو اور غافل کر کے وار کرنا چاہتے ہو۔ تم کو علم نہیں کہ میں حیدر کرار، صاحبِ ذوالفقار علی مرتضٰی کا تربیت یافتہ اور فنِ جنگ میں اَسَدُ اللّٰہِ الْغَالِب کا شاگرد ہوں۔ مجھے تم میدانِ جنگ میں غافل نہ پاؤ گے۔ میں تمہاری باتوں میں آنے والا نہیں، حوصلہ ہو تو مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔ اگر تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے، تو ایک جنگجو اور بلا لو اور دونوں مل کر مقابلہ کرو۔ خدا نے چاہا، تو دونوں کے لیئے کافی ہوں گا۔"

جبلہ یہ گفتگو سُن کر حیران ہوا اور کہنے لگا: "واقعی تم بہادر نوجوان ہو۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ تم کو قتل کروں۔ اسلام چھوڑ دو اور ہماری طرف آ جاؤ۔ میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دوں گا، تمہیں ہمیشہ اپنا بیٹا سمجھوں گا۔ ہرقل قیصرِ روم سے کہہ کر تمہیں کسی زرخیز علاقے کا بادشاہ بنوا دوں گا۔" عبدالرحمٰن نے کہا: "اے جبلہ! تو کیسی بے وقوفی کی باتیں

کرتا ہے۔ میں ہدایت یافتہ ہوں اور تو مجھے گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔ میں تمہاری دولت اور حشمت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہشت کی نعمتوں کا حقدار بنایا ہے، ہماری نظر میں دنیا کی نعمتیں ہیچ ہیں۔ یہ لغو باتیں چھوڑ مقابلہ کرنا ہے تو مردوں کی طرح سامنے آ" جبلہ یہ سن کر طیش میں آیا، اور نیزہ تان کر عبدالرحمنؓ پر حملہ کیا۔ عبدالرحمنؓ پانچسواروں سے لڑتے لڑتے تھک گئے تھے، مگر انھوں نے حوصلہ نہ ہارا اور جبلہ کا وار خالی دے کر تان کر نیزہ مارا۔ جبلہ نے ڈھال پر وار سنبھالا۔ نیزہ ٹوٹ گیا۔ عبدالرحمن نے جھٹ تلوار کھینچ لی۔ اتنے میں جبلہ نے پھر نیزے کا وار کیا۔ عبدالرحمنؓ نے تلوار سے اس کا نیزہ دو ٹکڑے کر دیا۔ جبلہ نے بھی تلوار کھینچ لی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کا وار کیا۔ عبدالرحمن کی تلوار جبلہ کی ڈھال کاٹ کر خود پر پڑی اور جبلہ کے سر میں زخم آیا جبلہ کی تلوار عبدالرحمن کے شانے پر پڑی اور زرہ کاٹ کر شانہ زخمی کر گئی جبلہ سر تھامے ہوئے اپنے لشکر میں چلا گیا اور عبدالرحمن بھی زخمی ہو کر اپنے ہمراہیوں سے جاملے۔

خالدؓ بن ولید نے عبدالرحمن کو زخمی دیکھا، تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور انھوں نے کہا: "خدا کی قسم عبدالرحمنؓ کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے ایک ایک آدمی کا خون بہاؤں گا!" اسی وقت عبدالرحمن کا زخم مضبوط کر کے باندھا گیا اور خالد بن ولید نے اپنے غلام ہمام کو تاکید کی کہ عبدالرحمن کی حفاظت کرے، اور آپ حاکم قنسرین کو پکڑ

کر تلوار سے اس کا سر کاٹ دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر رومی لشکر کی چیخیں نکل گئیں اور غصہ کھا کر دونوں لشکر ان چند شیرانِ عرب پر ٹوٹ پڑے۔ خالد بن ولید نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: "حلقہ باندھ لو، منہ دشمنوں کی طرف کر کے عبدالرحمٰنؓ کو درمیان میں رکھ لو اور اپنی جگہ سے نہ ہلو۔ جو رومی آگے آئے، اُسے نیزے پر لے لو" اب تلوار چلنے لگی۔ ہر چند رومیوں نے زور شور سے حملے کیے، مگر ہر مرتبہ نقصان اُٹھا کر پسپا ہوئے۔ اُنھوں نے اس اسلامی حلقے کو توڑنے کی ہر چند کوشش کی، مگر وہ چھوٹا سا عربی قلعہ نہ ٹوٹ سکا۔ رومی مقتولوں سے میدان بھر گیا اور زمین ان کے خون سے لال ہو گئی۔ پھر بھی جبلہ اور حاکم عمودیہ بار بار اپنے لشکر کو حملے کے لیے بھیجتے تھے، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا، اور مسلمانوں کے بازو تلوار چلاتے چلاتے تھک گئے۔ رافعؓ نے خالدؓ سے کہا: "اے ابا سلیمان! ایک تو ہمارے بازو رومیوں کو قتل کرتے کرتے تھک گئے ہیں، دوسرے ہم کو پیاس کی شدت نے تنگ کر دیا ہے۔ یہ رومی ختم ہونے میں نہیں آتے۔ چلو، ہم اِن کو چیر کر نکل چلیں۔ یا تو صاف نکل گئے، یا شہادت پا گئے۔" خالد نے کہا: اسی طرح جمے لڑتے رہو، شہادت نصیب میں ہے تو اسی جگہ مل جائے گی اور پیاس کی کچھ پرواہ نہ کرو۔ حوضِ کوثر پر چل کر پیاس بجھائیں گے اور پیالے بھر بھر پئیں گے۔ جب تک دم میں دم ہے، تلوار چلائے جاؤ۔ تکبیر کا نعرہ بلند کرو۔" سب نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ معاً اسی وقت میدانِ کارزار اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھا، کیونکہ ابو عبیدہؓ جن کو اسلامی بہادروں کی جان کی پڑی تھی، یلغار کرتے

ہوئے میدان میں پہنچ گئے اور رومیوں کو آگے رکھ لیا۔ اب رومیوں کو دونوں طرف رُخ کرنا پڑا۔ خالدؓ بن ولید اور ان کے ہمراہیوں نے جب اسلامی لشکر کی تکبیر سُنی، تو بڑے خوش ہوئے اور اللہ تعالےٰ کا شکر بجالائے ابو عبیدہ اور ان کے ہمراہی اُس جگہ پہنچنا چاہتے تھے۔ جہاں عرب کے شیر نرغے میں پھنسے ہوئے تھے، مگر راستے میں ہزارہا آدمی حائل تھے۔ اسلامی لشکر نے دائیں بائیں تلوار چلانی شروع کی اور ہزارہا رومی قتل کر ڈالے۔

آخر رومیوں کے پاؤں اُکھڑنے لگے اور مسلمان جنگجو میدان صاف کرتے ہوئے خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں تک پہنچ گئے۔ ان کو صحیح سالم دیکھ کر اللہ کا شکر بجالائے۔ جبلہ اسلامی لشکر کی کثرت دیکھ کر بھاگ نکلا اور حاکم عموریہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور بہتوں کو اسیر کیا۔ اُن کا سب سامانِ رسد وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

ابو عبیدہؓ خالدؓ بن ولید سے ملے، تو کہنے لگے: "اے ابا سلیمان! تمہاری ہمت اور جرأت پر آفرین ہے۔ تم نے اپنے آپ کو سخت ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔ مجھے تمہاری بڑی فکر تھی۔ اس لیئے میں آدھا لشکر لے کر جلدی چلا اور باقی لشکر ساز و سامان کے ہمراہ چھوڑ دیا، جو آہستہ آہستہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ خالدؓ نے کہا: "ہم تو شہادت کے امیدوار ہو چکے تھے اور اپنی جانوں سے مایوس ہو گئے تھے کہ اچانک آپ پہنچ گئے اور

آپ کی تکبیر سن کر ہم میں پھر توانائی آ گئی اور ہم جوش سے بھر گئے۔"

اس کے بعد خالدؓ بن ولید نے کہا: "اب یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہریئے، بلکہ قِنّسرین پر حملہ کیجیے۔" جب اہلِ قِنّسرین نے اپنے لشکریوں کو بغیر حاکم کے بھاگتے ہوئے آتے دیکھا اور ان کے پیچھے اسلامی لشکر کی تلواریں اور نیزے اُن کو دکھائی دیئے، تو وہ ننگے سر 'امان! امان!' پکارتے ہوئے باہر نکل آئے۔

رحم دل اور خداترس ابو عبیدہ نے جو رَحمۃٌ لِلعٰلَمِین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم کا ایک سچا نمونہ تھے، اہلِ قِنّسرین کو باوجود اس کے کہ انھوں نے بد عہدی اور عہد شکنی کی تھی اور کسی طرح بھی نرم سلوک کے سزاوار نہ تھے، فراخدلی سے امان دے دی اور ان کو اپنی حفاظت کے سائے میں لے لیا۔

۵۔ فتحِ بعلبک

جب قنسرین فتح ہوگیا اور اہلِ اسلام نے اس پر پورا تسلط جما لیا، تو اس کے ضروری انتظام سے فراغت پاکر ابو عبیدہؓ نے بعلبک پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ بعلبک کی سرحد میں لشکرِ اسلام نے قدم رکھا ہی تھا کہ انھیں ایک قافلہ دکھائی دیا، جو بعلبک کی طرف سامان رسد پہنچا رہا تھا۔ لشکریوں نے ابو عبیدہ کو اس حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "چند سوار قافلے کے قریب جائیں اور ان سے دریافت کریں۔" سوار یہ خبر لائے کہ وہ قافلہ انطاکیہ سے شاہِ ہرقل نے بعلبک کی امداد کے لئے روانہ کیا ہے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "یہ مالِ غنیمت ہے۔ قافلے کو پکڑ لاؤ۔" مسلمان فی الفور قافلہ پکڑ لائے اور اونٹوں سے سامانِ رسد اتار لیا۔ اس میں علاوہ اور اجناس کے بہت سی شکر تھی۔ سب سامان اہلِ لشکر میں تقسیم کیا گیا۔ لشکرِ اسلام نے خوب حلوے پکا کر کھائے اور بہت خوش ہوئے۔

لشکرِ اسلام نے وہیں ڈیرہ لگا دیا۔ ابو عبیدہؓ نے حاکمِ بعلبک کو اس مضمون کا خط لکھا کہ ہم تمھاری سرحد پر آ پہنچے ہیں اور تم کو صلح کا پیغام بھیجتے ہیں۔ اگر تم لڑے بغیر ہماری حفاظت میں آجاؤ، تو تمھارے لئے اچھا ہو، کیونکہ اس صورت میں ہم تمھارے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔

جیسے کہ ہم نے ان شہروں کے ساتھ کیا ہے، جو برضا و رغبت ہماری حفاظت میں آگئے ہیں۔"

بَعلبک کا حاکم ہربیس نامی ایک بہادر سردار تھا۔ اس کو قلعۂ بَعلبک کی مضبوطی پر بڑا ناز تھا اور اس کو یقین تھا کہ بَعلبک اہلِ عرب سے فتح نہ ہو سکے گا۔ جب ہربیس نے ابو عبیدہ کا خط پڑھا، تو اس نے معززینِ بَعلبک کو بلا کر خط سنایا اور اُن کی رائے پوچھی۔ اہلِ بَعلبک نے کہا: "سپہ سالارِ لشکرِ اسلام راستی پر ہے۔ وہ اپنی خوشی سے ہم سے مصالحت کرنا چاہتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن شہروں سے اُنھوں نے مصالحت کر لی ہے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے۔ کسی قسم کی اُن کو تکلیف نہیں دی اور سالانہ خراج کے سوا ایک ذرا سی چیز بھی نہیں چھینی۔ اُن کے بال بچوں اور عورتوں کو ذرا دق نہیں کیا اور ان پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔ کیا حرج ہے کہ ہم بھی اُن سے مصالحت کر لیں اور ان کی حفاظت میں آجائیں؟" ہربیس نے کہا: "میں تمھاری رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں ڈرپوک نہیں کہ عربوں کے حملے سے ڈر جاؤں۔ یہ بڑی نامردی کی بات ہے کہ ہم قیصرِ روم سے روگرداں ہو کر بغیر جنگ کیئے ان سے مصالحت کر لیں۔ قیصر کو خیال ہوگا کہ بَعلبک کا حاکم اور اس کے ہمراہی ایسے بزدل ہیں کہ صرف عربوں کی آمد کی خبر ہی سُن کر اُن کے مطیع ہو گئے۔ میں جنگجو آدمی ہوں۔ میں کبھی اُن سے صلح نہ کروں گا۔ جب تک دو دو ہاتھ نہ کر لوں۔"

اہلِ بَعلبک نے جواب میں کہا: "کئی حاکموں نے اہلِ عرب سے

"دو دو ہاتھ ہو گئے"، مگر سب نے مُنہ کی کھائی۔ اجنادین میں تقریباً ایک لاکھ رومیوں نے شکستِ فاش کھائی۔ اہلِ دمشق نے آخر در ور کر ان سے صلح کر لی اور باوجودیکہ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام نے بزورِ شمشیر قلعہ فتح کیا اور اس کے ماتحت سردار نے اُسی وقت بطورِ خود ان سے صلح کر لی تھی، پھر بھی ان کو امان دی گئی اور اُن کا جان و مال محفوظ رکھا گیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی سے کوئی عہد کر لیتا ہے، تو سب اُس کے پابند ہو جاتے ہیں۔ دُور کیوں جاتے ہو؟ حاکمِ قنسرین ہی کا حال دیکھ لو۔ اُس نے اُن کے ساتھ دغا کی، تو صرف بارہ عربوں نے دو لشکروں کے درمیان اس کو گرفتار کر کے تمام لشکر کے روبرو قتل کر ڈالا۔ اس سارے لشکر سے بارہ عرب بھی مغلوب نہ ہو سکے۔ جبلہ جیسے پہلوان شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ ہمارے پاس نہ تو اتنی فوج ہے اور نہ اتنے پہلوان۔ پھر ہم کس برتے پر اُن کا مقابلہ کریں؟"

ہربیس نے کہا: "میں عربوں کی دلیری اور شجاعت تسلیم کرتا ہوں، مگر میں بھی اپنے آپ کو اُن سے کم نہیں سمجھتا۔ ایک دفعہ مجھے ان کا مقابلہ کر لینے دو، پھر دیکھو، کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تم گھبراتے کیوں ہو؟ صلح کرنا تو ہر وقت ہمارے اختیار میں ہے۔ ایک مقابلہ تو ہونے دو۔ کیا عجب ہے کہ میں اُن کو مار مار کر بھگا دوں اور جس قدر مالِ غنیمت انہوں نے فراہم کیا ہے، سب کا سب چھین لوں۔"

اس پر اہلِ تغلبک نے کہا: "اچھا، تم شہر کے حاکم ہو۔ ہم تمہاری حکم

عدولی نہیں کر سکتے۔ تم نے ہماری رائے پوچھی تھی، ہم نے صاف صاف ظاہر کر دی۔ آئندہ تمھیں اختیار ہے۔ جو چاہو کرو۔ تم بھی اہلِ عرب سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔"

ہربیس نے اسی وقت خط پھاڑ کر پھینک دیا اور قاصد سے کہا: "اپنے سردار سے جا کر کہہ دے کہ ہم نامرد نہیں ہیں کہ یونہیں صلح کر لیں۔ ہم تمھارا مقابلہ کریں گے۔ پھر جو کچھ نتیجہ ہوگا، دیکھا جائے گا۔"

اِدھر قاصد واپس گیا، اُدھر ہربیس نے قلعے پر فوج متعین کی اور ہر طرح سے اُس کو محفوظ کر کے پانچ ہزار سوار چن کر الگ کر لیے اور ان کو حکم دیا: "لڑائی کے لیے تیار رہو۔ میرا ارادہ ہے کہ اہلِ عرب کو راستے ہی میں روک کر اُن پر اچانک حملہ کر دوں اور ان کو سنبھلنے نہ دوں۔"

جب قاصد ابو عبیدہ کے پاس پہنچا، تو اُس نے جو کچھ دیکھا سُنا تھا، عرض کر دیا اور کہا: "اہلِ بَعلبک کے دو گروہ ہو گئے ہیں، ایک صلح چاہتا تھا، مگر ہربیس اور اس کے سپاہی لڑائی پر آمادہ ہیں۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "یہ فال نیک ہے۔ چلو، ہم بَعلبک پر چڑھائی کریں۔" اُسی وقت لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

اِدھر لشکرِ اسلام بَعلبک کو جا رہا تھا، اُدھر ہربیس پانچ ہزار مسلح سوار لیے آ رہا تھا۔ راستے میں اہلِ اسلام کے پیش رَو دستے سے ہربیس دُو بدو ہُوا اور بڑی شدت سے حملہ کیا۔ مگر وہ اور اس کے ساتھی اہلِ عرب کے پیشرو دستے کے سامنے کیا تھے، جس میں عرب کے منتخب شیر موجود تھے؟

انھوں نے رومیوں کو نیزوں کی نوکوں پر لیا اور دائیں بائیں زخمیوں کے ڈھیر کر دیئے۔ تھوڑی ہی دیر میں رومی لشکر بھاگ نکلا۔ ہربیس بھی اس معرکے میں زخمی ہوا اور باقی ماندہ ہمراہیوں کے ساتھ جس تیزی سے آیا تھا اس سے دگنی تیز رفتاری کے ساتھ واپس قلعے میں جا داخل ہوا۔

معززینِ بعلبک اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اے سردار! عرب کے قیدی کہاں ہیں اور وہ مالِ غنیمت کہاں ہے جو تم لوٹ کر لائے ہو؟" ہربیس نے ناراض ہو کر کہا: "تم میرا تمسخر اڑاتے ہو، حالانکہ میرے ہمراہی قتل ہوئے اور میں خود بھی زخمی ہو گیا! ہماری تعداد تھوڑی تھی اور دشمن زیادہ تھے۔ لڑائی میں ایسا ہوتا ہی ہے۔ کبھی فتح، کبھی شکست۔ میں تمہاری طرح نامرد تو نہیں ہوں کہ ان کی خبر سنتے ہی صلح کر لوں۔ اب تم قلعے کی حفاظت اچھی طرح کرو۔ دیکھیں، عرب کب تک محاصرہ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔" اہلِ شہر نے کہا: "ہم قلعے کی حفاظت تو ضرور کریں گے، مگر اس سے حاصل کیا ہو گا؟ بہتر ہے کہ اہلِ عرب سے مصالحت کر لو۔ اگر انھوں نے بزورِ شمشیر قلعہ فتح کر لیا، تو ہم اس نیک سلوک کے حقدار نہیں رہیں گے، جو صلح کی حالت میں ہمارے ساتھ کیا جائے گا۔ پھر تو از روئے قاعدۂ جنگ ہم اور ہمارے بال بچے سب عربوں کے غلام ہوں گے، ہمارا تمام مال و اسباب ان کا حق ہو گا اور ہماری زمینوں اور جائدادوں کے وہ مالک بن جائیں گے۔ سالانہ خراج دینا قبول کر لو اور جان و مال بچا لو۔"

ہربیس نے کہا: "تم بے صبر کیوں ہوتے ہو؟ کھانے پینے کا سامان ہمارے پاس کافی ہے۔ قلعے پر سے لڑنے کا سامان بکثرت موجود ہے۔ جتنی بار وہ قلعے پر حملہ کریں گے، اتنی ہی بار ان کے آدمی قتل ہوں گے۔ ہمارا کیا نقصان ہوگا؟ قلعہ ہمارا مضبوط ہے، اس کو فتح کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ تم اطمینان کے ساتھ گھر بیٹھے رہو
اور قلعے کی حفاظت میں امداد دو۔"

اہل بعلبک پھر خاموش ہو کر چلے گئے اور ہربیس قلعے کے انتظام میں مصروف ہوا۔ ابو عبیدہؓ نے بعلبک کے چار طرف لشکر اتار کر اس کو محصور کر لیا۔ دوسرے دن اُن کو حملے کا حکم دیا، مگر قلعے والوں نے تیر اور پتھر برسا کر مسلمانوں کو پسپا کر دیا اور کئی مسلمان زخمی کیے۔ دوسرے دن پھر حملہ ہوا۔ اور مسلمان پھر پسپا ہوئے۔ تیسرے دن پھر مسلمانوں نے ڈھالیں سر پر رکھ کر قلعے کا قصد کیا، مگر قلعے والوں نے تیروں اور پتھروں سے پھر ہٹا دیا۔ اہل عرب کو قلعے کا محاصرہ کرنے میں بڑی دقت پیش آتی رہی، کیونکہ ان کے پاس انجن نہیں تھے، جن سے رومی بڑے بڑے پتھر چلا کر قلعوں کی دیواریں توڑا کرتے تھے۔ وہ سینہ سپر ہو کر حملہ کرتے تھے۔ اس لیے اُن کو قلعے والے پسپا کر دیتے تھے۔

ابو عبیدہؓ نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا: "اس طرح قلعہ فتح نہ ہوگا قلعے والے ہماری زد سے محفوظ ہیں اور ہمارے آدمی ہر روز زخمی ہوتے ہیں۔ ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ قلعے والے میدان میں نکلیں۔" اس پر بعد مشورہ

یہ قرار پایا کہ کل مسلمان لڑائی کے لیے نہ نکلیں اور کچھ فوج دائیں اور بائیں دور فاصلے پر بھیج دی جائے۔ جب اہلِ قلعہ ہم کو عاجز سمجھ کر ہم پر حملہ کریں تو دائیں اور بائیں سے ہماری فوج دشمن اور قلعے کے درمیان حائل ہو جائے۔ ادھر ہم ان کے دو بدو ہوں گے، اُدھر ہماری فوج عقب میں ان پر حملہ کرے گی۔ اس طرح وہ نرغے میں پھنس جائیں گے اور واپس قلعے تک نہ پہنچ سکیں گے۔

یہ تجویز ابو عبیدہ نے پسند کی اور اسی وقت ایک ہزار سوار منتخب کر کے اس کے دو دستے کیے۔ ایک پر ضرار بن ازور کو اور دوسرے پر سعیدؓ بن زید کو افسر مقرر کیا اور ان کو حکم دیا: "تم دائیں طرف چلے جاؤ" ضرار سے کہا: "تم بائیں طرف دور فاصلے پر جا کر ٹھیرو۔ جب تم ہمارے کیمپ سے بہت سا دھواں اٹھتا دیکھو، تو اس وقت فی الفور گھوڑے دوڑا کر میدان میں آ جاؤ اور قلعے اور رومی لشکر کے درمیان حائل ہو کر قتل کا بازار گرم کر دو۔" یہ تجویز کر کے ابو عبیدہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ کل عمدہ عمدہ کھانے پکاؤ اور خوب کھاؤ۔

دوسرے دن ایسا ہی ہوا۔ کوئی آدمی لشکرِ اسلام میں سے میدانِ جنگ میں نہ نکلا۔ ہربیس نے کچھ عرصہ انتظار کر کے خیال کیا کہ اہلِ عرب ہر روز بے سود حملوں سے تھک کر لڑائی موقوف کر بیٹھے اور بھاگ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر اس نے اپنے تمام سپاہیوں کو، جو لڑائی کی تاب رکھتے تھے، حکم دیا کہ قلعے سے باہر نکلو اور عربوں کے کیمپ پر حملہ کر دو۔

لیکن یہ عہد کر لو کہ تم واپس نہیں پھرو گے جب تک ان کو قتل کر کے اُن کا مال اسباب اپنے قبضے میں نہ کر لو گے۔ گزشتہ لڑائی کی طرح بزدلی نہ دکھانا میدانِ جنگ میں قتل ہونا بھاگ جانے سے زیادہ اچھا ہے۔ کیا عجیب ہے کہ جو غلبہ کسی اور شہر کو حاصل نہیں ہوا، وہ ہمیں نصیب ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا قلعہ بڑا مضبوط ہے۔

ہربیس کے یہ کلمات سُن کر سپاہیوں کے چہرے تمتما اٹھے اور وہ جوش سے بھر گئے۔ ہربیس میدان صاف دیکھ کر کئی ہزار آدمی لے کر شہر سے باہر نکلا اور میدان میں آکر اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔ مگر لشکرِ اسلام میں سے کوئی سامنے نہ آیا۔ اس پر اُس نے جرأت کر کے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اسلامی کیمپ کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں یمن کے شیر عمرو بن معدی کرب، مالک اشتر، ذوالکلاح حمیری اور دیگر سردار اپنی اپنی قوم سمیت پرا باندھے ہوئے موجود تھے۔ تلوار چلنے لگی۔ رومی بھی خوب جم کر لڑے۔ اتنے میں باقی لشکر جو کھانا پکانے میں مصروف تھا، لڑائی کا شور سُن کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ جس کا کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا، اس نے وہیں چھوڑا۔ جس کا پک گیا تھا، اُس نے دو لقمے منہ میں ڈالے اور سب ہتیار سج کر میدان میں آگئے۔

لڑائی بڑے زور شور سے شروع ہوئی کہ اتنے میں اسلامی کیمپ میں آگ روشن ہوئی اور دھواں بلند ہوا۔ سعید بن زید اور ضرار بن ازور اپنے اپنے سوار لیے دائیں بائیں سے آپہنچے اور رومیوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔ رومی نرغے میں پھنس گئے۔ نہ وہ آگے بڑھ سکتے تھے، نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔

ہربیس نے اپنے لشکر کو آگے پیچھے سے گھرا ہوا پایا، تو سخت گھبرایا۔ آخر اس نے بائیں طرف کو سیدھا رُخ کیا، اور باقی ماندہ سپاہیوں کو، جن کی تعداد باوجود اتنے مقتولوں کے ہزاروں تھی، ہمراہ لے بھاگا۔ سعیدؓ بن زید نے اپنے دستے سمیت اس کا تعاقب کیا۔ ہربیس سپاہیوں کو لے کر ایک پہاڑی پر، جہاں ایک غیر آباد قلعہ تھا، چڑھ گیا اور سعید بن زید نے اس کو محاصرے میں لے لیا۔

ہربیس جب اس طرح محاصرے میں آگیا، تو اپنے ہمراہیوں سے کہا:
"یہ عرب عجیب قوم ہیں! میدانِ جنگ میں شیروں کی طرح لڑتے ہیں۔ پھر فنِ جنگ بھی خوب جانتے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ وہ عاجز آگئے ہیں، لیکن اصل میں یہ اُن کی چال تھی۔ ہم کو وہ قلعے کی حفاظت سے دُور لانا چاہتے تھے۔ دیکھو، کس طرح اُن کا ایک دستہ ہمارے عقب پر حملہ آور ہوا اور قلعے سے ہمارا تعلق منقطع کر دیا۔ اب ہم یہاں محصور ہیں، نہ ہمارے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے اور نہ پانی۔ کب تک ہم یہاں ٹھیر سکیں گے؟ بمشکل ایک دن کاٹ سکیں گے۔ دوسرے ہی دن بھوک سے مر جائیں گے۔ بے شک ہم ان عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے ہر چند ان پر غالب آنے کی کوشش کی، مگر وہ میرے اُستاد نکلے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں ہار گیا۔ میری یہ رائے ہے کہ صلح کر لیں۔ اگر وہ ہمیں اور اہلِ شہر کو امان دے دیں اور جنگ کے قاعدے سے ہمارے ساتھ سلوک نہ کریں، تو ہمارا کوئی ہرج نہیں۔ بتاؤ، تمھاری کیا صلاح ہے؟" اس کے

ہمراہیوں نے کہا: "جو کچھ آپ کریں، ہمیں منظور ہے۔ لڑو گے، تو لڑیں گے اور صلح کرو گے، تو صلح پر بھی تیار ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم شجاعت اور فنِ جنگ میں ان عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ قوم کہاں سے پیدا ہو گئی اور ان میں ایسی جرأت کیسے آگئی؟ ہم تو انہیں ہمیشہ ضعیف سمجھتے تھے۔ ہمارے ہاں سوداگری کے لیے آیا کرتے تھے، اور کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے تھے۔"

ہربیس نے کہا: "اچھا، جو ہوا، سو ہوا۔ صلح کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اگر ہم قلعے تک پہنچ جاتے، تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ قلعے کے اندر رہ کر کئی مہینے ان کا مقابلہ کر سکتے تھے، مگر یہاں ہم دو دن میں مر جائیں گے۔ چلو، کھیل ختم ہوا، ہم ہار گئے۔ اور شہر بھی تو ان کی حفاظت میں آئے ہوئے ہیں، ہم آ جائیں گے تو ہمیں کیا ندامت ہو گی؟" یہ فیصلہ کر کے ہربیس نے ایک سوار سعیدؓ بن زید کے پاس بھیجا۔ اُس نے سعیدؓ بن زید سے کہا: "ہمارا سردار اپنے اور اہلِ شہر کے لیے امان مانگتا ہے۔ تم اپنے سپہ سالار کے پاس جاؤ، اور اُن سے دریافت کرو، کہ آیا وہ ہم کو امان دینے پر راضی ہیں یا نہیں۔"

سعیدؓ بن زید اُسی وقت ابو عبیدہ کے پاس گئے اور کہا: "ہربیس اپنے اور اہلِ شہر کے لیے امان طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر ہمارے ساتھ نیک سلوک کرو اور صلح کر لو، تو ہم تیار ہیں۔" ابو عبیدہ رحم دل آدمی تھے اُنھوں نے فوراً منظور کر لیا۔ ہربیس خود ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور کہا: "ہمارا جان و مال بالکل محفوظ رہے اور اہلِ عرب میں سے کوئی شخص ہمارے شہر میں داخل نہ ہو۔ جو سردار آپ اپنی طرف سے ہم پر مقرر کریں وہ شہر کے باہر کیمپ لگائے رکھے، ہم اس کے ہمراہیوں کو کھانے پینے کی چیزیں خود بھیجتے رہیں گے۔"

ابو عبیدہ نے یہ سب باتیں منظور کر لیں اور سالانہ خراج مقرر کر کے اہلِ بعلبک کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ قلعے کے دروازے کھل گئے اور اہلِ بعلبک نے اسلامی لشکر میں آ کر بازار لگا دیا، جو کچھ خراج مقرر ہوا تھا، وہ ادا کر دیا گیا اور ابو عبیدہ نے اسی وقت خلیفۂ ثانی کو فتح بعلبک کی خوش خبری لکھ بھیجی اور لشکرِ اسلام نے چند روز بعلبک کے باہر ہی قیام کیا۔

بعلبک ان دنوں بڑا آباد تھا اور وہاں کی تجارت بڑی رونق پر تھی۔ باشندے بڑے مالدار اور آسودہ تھے۔ قدیم عمارات سر بفلک استادہ تھیں اور یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان کا دار الخلافہ بھی شہر بعلبک تھا۔

۶۔ فتح حمص

ابو عبیدہؓ رافع بن عبداللہ کو بعلبک کا نگران مقرر کر کے حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جو گاؤں، قلعہ وغیرہ ملا، سب کو مطیع و منقاد بنالیا اور بڑے جاہ و جلال کے ساتھ حمص کی سرحد پر پہنچے۔ اہل حمص سے ایک سال کے لیے مصالحت ہوئی تھی۔ اس کی میعاد گزر چکی تھی۔ اب ضروری تھا کہ اہل حمص سے اس بات کا فیصلہ کیا جاتا کہ آیا وہ سابقہ مصالحت بحال رکھ کر سالانہ خراج ادا کرنے پر تیار ہیں یا جنگ پر آمادہ ہیں۔ اس وقت حمص کا حاکم نامی شہسوار مرلیس تھا۔ اس نے رسد اور سامان حرب وغیرہ بھی خوب جمع کر لیا تھا، کیونکہ اسے امید تھی کہ اہل اسلام بعلبک وغیرہ فتح کر کے حمص کی طرف ضرور آئیں گے اور سالانہ خراج کا ضرور مطالبہ کریں گے۔ اس کی نیت مصالحت قائم رکھنے کی نہ تھی، کیونکہ اسے علم تھا کہ شاہی لشکر عنقریب اہل عرب کی سرکوبی کے لیے انطاکیہ سے آنے والا ہے اور اس کا ارادہ تھا کہ جب تک شاہی لشکر نہ پہنچے، وہ اہل عرب کو جنگ میں مصروف رکھے اور اس طرح قیصر روم کے نزدیک اپنے آپ کو تحسین و انعام کا مستحق ثابت کرے۔

جب ابو عبیدہؓ سرحد حمص پر پہنچے تو لشکر کو اترنے کا حکم دیا اور ایک

خط اہلِ حمص کو لکھ کر ایک رومی غلام کے ہاتھ بھیجا۔ جب رومی غلام قلعۂ حمص کے پاس پہنچا، تو اُس نے پہرے والے سپاہیوں سے کہا: "میں اہلِ عرب کے سردار کی طرف سے اہلِ حمص کے نام خط لایا ہوں۔" اس پر اُسے حاکمِ حمص کے پاس لے گئے۔ رومی غلام نے اپنے دستور کے موافق مرلیس کو سجدہ کیا اور ابوعبیدہؓ کا خط حوالے کیا۔ مرلیس نے خط لے کر غلام سے پوچھا: "کیا تو بھی مسلمان ہوگیا ہے؟" اُس نے کہا: "نہیں، میں مسلمان نہیں ہوں، اہلِ عرب کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کرتے۔ جو قیدی بخوشی خاطر اسلام لائے، اُسے وہ اپنا بھائی سمجھتے ہیں، اور جو قیدی اسلام قبول نہ کرے، اُسے غلام بنا لیتے ہیں، مگر اُس کے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ ہم جتنے غلام ہیں، سب کے سب نہایت خوش ہیں۔ ہم وہی کھانا کھاتے ہیں، جو ہمارے مالک کھاتے ہیں۔ ہم ویسا ہی کپڑا پہنتے ہیں، جیسا کہ ہمارے مالک پہنتے ہیں۔ ہمارے مالک ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں، جیسا کہ رومی اپنے بیٹوں کے ساتھ۔ ہم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی جاتی۔ ہمیں محسوس تک نہیں ہوتا کہ ہم غلام ہیں۔"

مرلیس یہ باتیں سن کر ناراض ہوا۔ پھر اُس نے ابوعبیدہؓ کا خط پڑھا، جس میں لکھا تھا: "صلح کی میعاد گزر چکی۔ اگر یہ صلح قائم رکھو، تو ہم تم سے سالانہ خراج لے کر اور طرف چلے جائیں گے۔ اگر صلح قائم رکھنا نہیں چاہتے، تو ہم تم سے لڑیں گے اور تمہارا اخرخشہ مٹا کر کسی اور طرف چلے

جائیں گے۔"

یہ خط پڑھ کر مریس نے معززین حمص کو بلایا اور اُن سے رائے طلب کی۔ اُنھوں نے پوچھا: "تمہارا کیا ارادہ ہے؟" مریس نے کہا: "میرا ارادہ تو لڑنے کا ہے، کیونکہ عنقریب شاہی لشکر ہماری امداد کو آئے گا، تو ہم کیوں بے فائدہ سالانہ خراج ادا کر کے بادشاہ کے نزدیک ذلیل ہوں؟ ہمارے پاس غلّہ اور حرب کا سامان کافی ہے۔ ہمارے سپاہی بڑے جنگجو ہیں، کیونکہ اہلِ حمص اس تمام گرد و نواح میں بڑے شجاع سمجھے جاتے ہیں حمص کے جنگجو اور نبرد آزما مشہور ہیں اور بادشاہ اہلِ حمص کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔" اہلِ حمص نے کہا: "آپ کی یہی رائے ہے، تو ہم بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں اور اہلِ عرب کا دل کھول کر مقابلہ کریں گے۔"

ابو عبیدہؓ صلح کے لحاظ سے حمص کی سرحد میں ابھی تک داخل نہیں ہوئے تھے اور سرحد کے باہر ہی ڈیرا لگائے ہوئے تھے۔ اب مریس کا جواب سُن کر لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ پہلے پانچ ہزار سوار دے کر میسرہ بن مسروق کو، اس کے بعد پانچ ہزار سوار دے کر ضرار بن ازور کو، پھر پانچ ہزار سوار دے کر عمرو بن معدی کرب کو روانہ کیا۔ باقی لشکر اپنے ہمراہ لے کر حمص پر چڑھائی کر دی اور قلعہ حمص کے سامنے کافی میدان چھوڑ کر لشکر اتار دیا۔

جب صبح ہوئی تو ابو عبیدہؓ نے لشکر آراستہ کر کے میدان میں کھڑا کیا۔ اُدھر سے مریس بھی اپنی فوج لے کر مقابلے کے لیے میدان میں نکلا۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کی اگلی صف کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ رومی ابھی تک آہنی دیوار کی

طرح جمے کھڑے ہوئے تھے، کسی نے حرکت نہ کی تھی۔ اتنے میں مسلمان حملہ آور ہوئے۔ رومیوں نے جم کر مقابلہ شروع کیا اور قلعہ والوں نے اوپر سے پتھر اور تیر برسانے شروع کیے۔ کئی مسلمان شہید اور بہت سے زخمی ہوئے۔

مسلمان یہ حالت دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر زیادہ زور سے حملہ کیا۔ مگر اس دفعہ بھی رومیوں نے ان کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اور مسلمان پھر پسپا ہوئے۔ اسی وقت ابو عبیدہؓ نے للکار کر کہا: "اے عرب عورتوں کے بیٹو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یاد رکھو کہ اس دن کے بعد ایک دن قیامت کا بھی ہے۔ اپنے آپ کو اس دن کی سختی سے بچانے کی فکر کرو۔ کیوں ہمت ہارتے ہو؟ یہ وہی رومی ہیں، جنہیں تم نے کئی دفعہ شکست دی ہے۔ موت سے کیوں ڈرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جو تمہیں اس وقت بھی دیکھ رہا ہے۔ ابدی سرور یونہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ جسے وہ سرور حاصل کرنا ہے۔ وہ آج اپنی جان قربان کرے۔"

یہ سن کر مسلمان پھر غصہ اور غیرت کھا کر مریں کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور ساتھ ہی خالدؓ بن ولید نے اپنی قوم بنی مخزوم کے ساتھ لشکر سے نکل کر اہل حمص کے قلب پر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف سے میسرہ بن مسروق اپنی قوم بنی عبس کو لے کر میدان میں کود پڑے اور اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے رومیوں کی صف پر ٹوٹ پڑے۔ اب نہ کسی کو تیروں کی پروا رہی، نہ کسی نے پتھروں کی بارش کا خیال کیا۔

ادھر رومی سپاہی ڈھالیں سامنے رکھ کر دو زانو بیٹھ گئے۔ رومیوں نے بھی مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ قتل کا بازار گرم ہوا۔ کشتوں کے پشتے اور زخمیوں کے انبار لگنے لگے۔ خالد بن ولید اپنے علَم کو جنبش دیتے ہوئے رومیوں میں گھس گئے اور دائیں بائیں راستہ صاف کر کے ایک قدآور زرہ پوش رومی پہلوان کے مقابل ہوئے، جو شیر کی طرح گرج رہا تھا۔ اس نے مقابل آتے ہی خالد بن ولید پر وار کیا۔ خالدؓ نے وار خالی دے کر تلوار کی ضرب لگائی۔ سید کی تلوار رومی پہلوان کی زرہ پر پڑتے ہی دو ٹکڑے ہو گئی۔ رومی پہلوان طمع کر کے خالدؓ پر حملہ آور ہوا۔ خالدؓ نے تلوار کا دستہ ہاتھ سے پھینک دیا اور گھوڑا بڑھا کر رومی پہلوان سے چمٹ گئے۔ رومی پہلوان نے بھی تلوار پھینک دی اور خالد سے چمٹ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو زور سے دبایا۔ خالد نے رومی پہلوان کو اپنی طرف کھینچ کر گھوڑے سے الگ کر لیا اور اسے اٹھا کر سر کے بل زمین پر دے مارا۔ وہ گرتے ہی مر گیا۔ خالد نے اُچک کر اس کی تلوار لے لی۔ تلوار بڑی آبدار تھی۔ اُسی تلوار سے رومیوں کے سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔

اتنے میں بنی مخزوم بھی قتلِ عام کرتے ہوئے خالد بن ولید کے پاس پہنچ گئے۔ خالد نے کہا: "شاباش! میرے بہادرو! ایک رومی کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔" ان کے لڑتے لڑتے آفتاب نصف النہار پر آگیا اور دھوپ کی شدت سے خالدؓ بن ولید کی زرہ تپنے لگی۔ اتنے میں ان کے مقابل کے سپاہی تابِ مقابلہ نہ لا کر پسپا ہونے شروع ہوئے اور خالد بن ولید مع بنی مخزوم کے اپنے لشکر میں واپس آگئے۔ ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو دیکھ کر کہا: "مرحبا!

مرحبا! اے ابا سلیمان! حق یہ ہے کہ تم نے بڑی جانفشانی کی اور اجرِ عظیم حاصل کیا۔"

دوسری طرف میسرہ بن مسروق اور مرقال بن ہاشم نے رومیوں کے میمنے (دائیں بازو) پر آفت مچا رکھی تھی اور قیس بن ہبیرہ نے رومیوں کے میسرے (دائیں بازو) پر عذاب نازل کر رکھا تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے بھی اس دن حیرت انگیز جنگ کی۔ وہ اپنی جان ہتیلی پر رکھ کر تیغ زنی کر رہے تھے۔ شاید ان کا وقت قریب آگیا تھا۔ انھیں کوئی پرواہ نہ تھی۔ بے تحاشا رومیوں میں گھس کر دائیں بائیں وار کیے جاتے تھے۔ رومی ہر چند انکو گھیرتے، مگر وہ پسپا کر دیتے۔ اس طرح وہ برابر ان کو دباتے ہوئے دور نکل گئے اور داد شہادت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ لڑائی بڑے زور سے ہوتی رہی۔ آخر عصر کے وقت تمام رومی لشکر، جو عربوں کی تلوار سے بچ رہا تھا، بھاگ نکلا اور قلعے میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ اسلامی لشکر مظفر و منصور اپنی لشکر گاہ میں واپس آیا۔ لیکن اس لڑائی میں مسلمانوں کے بہت سے آدمی شہید ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل کے شہید ہو جانے کا تمام مسلمانوں کو عموماً اور خالد بن ولید کو خصوصاً بڑا صدمہ ہوا اور خالدؓ ان کی لاش پر آبدیدہ ہو کر کہنے لگے: "کاش! حضرت عمرؓ میرے بھائی عکرمہ کو لڑتے دیکھتے، تو معلوم کرتے کہ ہم کس طرح اپنی جانیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی پر نثار کرتے ہیں اور کس طرح ہم اپنا سینہ دشمنوں کے تیروں اور تلواروں کے سامنے بلا تامل رکھ دیتے ہیں۔

ابوعبیدہ کو سخت قلق ہوا اور کہنے لگے: "کسی لڑائی میں ہمارے اتنے آدمی شہید نہیں ہوئے"۔ خالدؓ بن ولید نے کہا: "واقعی اہلِ حمص بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ شجاع اور جنگجو ہیں۔ وہ بڑی سختی اور جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے اور ہماری پہلی صف کو بلاشبہ انھوں نے شکست دے دی تھی۔ ہم نے بڑی مشکل سے ان کو مار کر ہٹایا"۔

ابوعبیدہ نے کہا: "پھر ان پر فتح پانے کی کیا تدبیر کرنی چاہیے؟" خالدؓ بن ولید نے کہا: "اگر ہم ان سے قلعے کے نیچے لڑتے رہے، تو بمشکل فتح حاصل ہوگی، کیونکہ قلعے کی آڑ اور قلعے والوں کی امداد ان کو بڑی تقویت دیتی ہے، اور اسی وجہ سے ہمارے آدمی زیادہ ضائع ہوتے ہیں۔ اگر ہم کمپ پیچھے ہٹا دیں اور اُن کو قلعے کے باہر لے آئیں، تو پھر اُن سے اچھی طرح نبٹ لینگے میدان کی فوج اور قلعے والوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں لڑنا مشکل ہے"۔ ابوعبیدہؓ نے کہا: "ہم پیچھے ہٹ جائیں گے، تو بھی وہ قلعے سے باہر نہ نکلیں گے۔ پھر ہم کب تک ان کا انتظار کرتے رہیں گے؟" خالدبن ولید نے کہا: "ہم انھیں اس بات کا لالچ دیں گے کہ ہم عاجز آ گئے۔ پھر وہ طمع کر کے ہمارے پیچھے پڑیں گے۔ ہم یک لخت اُن کے مقابل ہو کر ان کو نیزوں کی نوکوں پر لے لیں گے اور قلعے تک پہنچنے نہ دیں گے۔ سنیے، میری تجویز یہ ہے کہ اس وقت عورتیں اور اسباب پیادہ فوج کے ساتھ دُور بھیج دیں، وہاں وہ ڈیرہ لگائیں۔ ہم صرف سوار ہی یہاں رہ جائیں۔ صبح بجائے میدان میں نکلنے کے ہم واپس ہونا شروع کر دیں اور اپنے

خیمے اور معمولی اسباب اور زائد اونٹ یہیں رہنے دیں۔ جب اہل حمص یہ دیکھیں گے، تو سمجھیں گے کہ ہم بھاگ چلے ہیں۔ وہ ہمارا کیمپ لوٹیں گے اور پھر ہمارے تعاقب میں آئیں گے۔ ہم اپنی چال نرم کر لیں گے تاکہ وہ کچھ فاصلے پر ہم تک پہنچ جائیں۔ پھر ہم یک لخت پلٹ کر ان کے مقابل ہو جائیں گے اور جو کچھ خدا کو منظور ہو گا، کر گزریں گے۔" ابو عبیدہ نے یہ تجویز پسند کی اور اسی وقت اس کے متعلق احکام جاری کر دیے۔

جب صبح ہوئی، تو مرلیس اپنا لشکر لے کر قلعے کے باہر نکلا اور میدان میں آراستہ کر کے کھڑا کر دیا۔ ادھر مسلمان سواروں نے بھی پرا جمایا، مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ معاً مسلمانوں نے بجائے رومیوں پر حملہ کرنے کے گھوڑوں کا منہ پیچھے کی طرف کر لیا اور بھاگ نکلے۔ مرلیس سمجھا کہ مسلمان عاجز ہو کر بھاگے جاتے ہیں۔ اس کو جو شامت نے گھیرا، وہ لشکر کو اکسا کر ان کے تعاقب میں چلا۔ جب اسلامی کیمپ میں پہنچا، تو خیمے، اسباب اور اونٹ وہاں موجود پائے اور مسلمان کوئی نظر نہ آیا۔ کچھ سپاہی تو اس نے کیمپ میں چھوڑ دیے اور باقی سوار لے کر مسلمانوں کے پیچھے چلا۔ مسلمانوں نے گھوڑوں کی رفتار نرم کر دی تاآنکہ مرلیس اور اس کے ہمراہیوں نے انہیں جا لیا۔ معاً مسلمانوں نے گھوڑے تھام لیے۔ وہ لحظہ بھر میں رومیوں کے بالمقابل ہو گئے اور اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ رومی سہم گئے اور ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ مسلمانوں نے دل کھول کر قتل کیا اور سعید بن زید نے مرلیس کا کام تمام کر دیا۔ رومی بکثرت قتل ہوئے اور بہت تھوڑے جان بچا کر بھاگ سکے۔ انہیں بھاگتے دیکھ کر وہ سپاہی،

جو اسلامی کیمپ کے گرد پہرے پر تھے، کوئی چیز اُٹھائے بغیر ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ لشکرِ اسلام پھر واپس اپنی لشکر گاہ میں پہنچ گیا۔ ابُوعبیدہ اور ان کے ہمراہی اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ سعید بن زید کو مرسیں کا تمام اسباب مل گیا اور رومیوں کا باقی تمام سامانِ حرب اور گھوڑے مسلمانوں میں تقسیم کیے گئے۔

جب باقی ماندہ رومی بھاگے ہُوئے قلعے میں پہنچے اور انہوں نے بیان کیا کہ اہلِ عرب نے چال کھیل کر مرسیں اور اس کے لشکر کو نیست و نابود کر دیا، تو اہلِ شہر بہت گھبرائے اور ان کو یہ فکر پڑی کہ اہلِ عرب ان کے ساتھ آئینِ جنگ کی رُو سے سلوک کریں گے۔ ان کا سب مال و اسباب، جس کے وہ حقدار ہو چکے، ان سے چھین لیں گے اور انہیں غلام بنا لیں گے۔ عورتوں نے یہ حال سنا، تو رو رو کر آسمان سر پہ اُٹھا لیا اور قلعۂ حمص میں نالہ و بکا کا شور آسمان تک پہنچ گیا۔

آخر چند سال خوردہ آدمیوں نے جمع ہو کر یہ صلاح کی کہ چلو، لشکرِ اسلام کے سردار کے پاس چلیں اور ان سے امان طلب کریں، شاید ہمیں امان دے دیں اور ہم سے سالانہ خراج لینا منظور کر لیں۔ اس طرح ہمارا مال و اسباب اور ہمارے بال بچے بچ جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ عربی سردار بڑا رحم دل، اور خدا ترس ہے۔

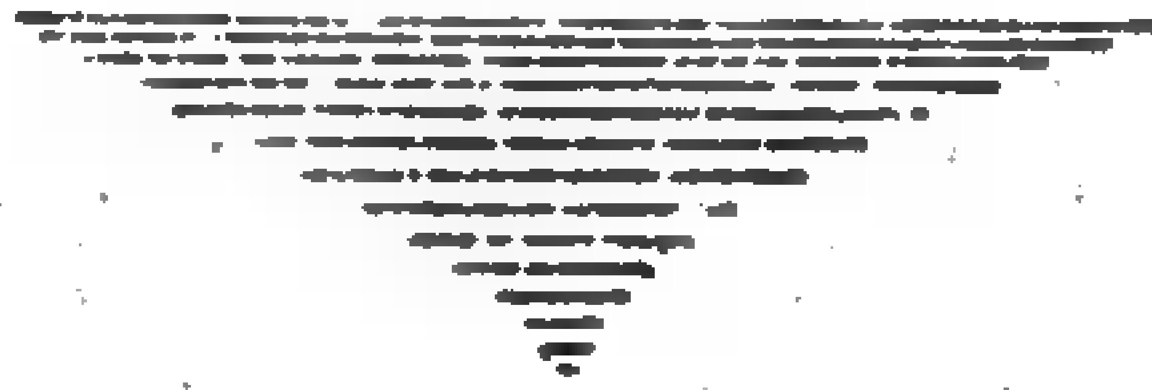
یہ تجویز کر کے حمص کے معزز لوگ ابُوعبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: "ہم امان چاہتے ہیں۔ آپ ہم پر مہربانی فرمایئے، ہم آپ کی

حفاظت میں آ جاتے ہیں اور قلعے کے دروازے کھول کر قلعہ آپ کے حوالے کر دیتے ہیں۔" ابُو عبیدہ نے کہا: "میں تم کو امان دیتا ہوں اور اپنی حفاظت میں لے لیتا ہوں اور میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ ہم تمہارے شہر میں داخل نہ ہوں گے۔ تم بدستور اپنے شہر میں اطمینان سے رہو۔ صرف ہمارا سالانہ خراج یہاں پہنچا دو۔" اہلِ حمص بڑے شکر گزار ہوئے اور کہنے لگے: "ہم اس بات سے خوش ہیں کہ آپ اپنے مبارک قدم ہمارے شہر میں لے چلیں اور آپ کے لشکری ہمارے شہر میں مقیم رہیں۔"

ابُو عبیدہ نے کہا: "تمہیں میں نے بڑی سخت لڑائی کے باوجود محض خدا ترسی کے لحاظ سے امان دے دی ہے، لیکن تم جانتے ہو کہ اس لڑائی میں ہمارے بہت سے آدمی شہید ہوئے ہیں اور ان کے رشتے داروں کو از حد رنج پہنچا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے کسی آدمی سے انتقام کے جوش میں تم پر کوئی زیادتی ہو جائے۔ اس لیے ہم اپنا ڈیرا باہر ہی رکھتے ہیں اور جب سالانہ خراج ادا کر دو گے تو ہم کوچ کر جائیں گے۔"

اہلِ حمص ابو عبیدہؓ کی اس دُور اندیشی سے بڑے خوش ہوئے اور اہلِ عرب کے سلوک اور خُلق کی از حد تعریف کرنے لگے۔ جب واپس قلعے میں گئے، تو انھوں نے اپنے ہم وطنوں کو خوش خبری سنائی، کہ اہلِ عرب نے سب کو امان دے دی اور ہم کو کسی قسم کی تکلیف نہ

دیں گے۔ یہ سُن کر سب کی جان میں جان آئی۔ اور وہ بڑے خوش ہوئے۔ پھر سالانہ خراج فراہم کر کے جو کچھ نقد و جنس مقرر ہوا تھا، وہ ابو عبیدہ کے سامنے لا رکھا۔ لشکرِ اسلام نے چند روز اور وہاں مقام کیا اور جب لڑائی کی تکان دُور ہو گئی، تو وہاں سے کوچ کر دیا۔



۷۔ میدانِ یرموک یا وقوصہ

ابو عبیدہؓ بن جراح سپہ سالارِ لشکرِ اسلام جب حمص فتح کر چکے، تو اہلِ حمص کو اپنی حفاظت میں لے کر ان پر اپنا ایک امیر مقرر کر دیا، اور وہاں سے کوچ کر کے ایک سرسبز اور شاداب مقام پر کیمپ لگا دیا۔ اب وہ یہ سوچ رہے تھے کہ بیت المقدس پر چڑھائی کرنے کے لیے انھیں جنوب کی طرف جانا پڑتا تھا اور انطاکیہ پر حملہ کرنے کے لیے شمال کو۔ انطاکیہ حمص کے شمال میں ساحلِ سمندر کے قریب واقع تھا اور قیصرِ روم کے ایشیائی مقبوضات کا دار الخلافہ تھا۔ خود ہرقل قیصرِ روم انطاکیہ میں موجود تھا۔ ادھر بیت المقدس یعنی یروشلم بڑا متبرک و مقدس مقام اور فلسطین کا ضروری مرکز تھا۔ بیت المقدس کو فتح کر لینے سے تمام علاقۂ فلسطین پر قبضہ ہو سکتا تھا اور انطاکیہ فتح کر لینے سے تمام علاقۂ شام اہلِ عرب کے زیرِ نگین آسکتا تھا۔ یہ دونوں بڑے ضروری مقامات تھے اور ابو عبیدہ اس شش و پنج میں تھے کہ پہلے کس مقام کا فتح کرنا اہلِ اسلام کے لیے مفید ہوگا۔ فلسطین کا علاقہ شام کے جنوب مغرب میں ساحلِ سمندر یعنی بحیرۂ روم تک پھیلا ہوا تھا اور یہ علاقہ بڑا زرخیز اور شاداب تھا۔

خلیفۂ اوّل نے عمرو بن عاص کو خصوصیت کے ساتھ فلسطین کی

طرف ارسال کیا تھا اور عمرو بن عاص نے فلسطین کی سرحد پر کثیر رومی لشکر کو شکست دے کر نمایاں فتح حاصل کر لی تھی، مگر پھر خالد بن ولید کے حکم کے بموجب عمرو بن عاص مع اپنے لشکر کے میدانِ اجنادین میں جا شامل ہوئے تھے۔ خالد بن ولید کا رخ اُس وقت شام فتح کرنے کی طرف تھا اور ابو عبیدہ بھی ٹھیک خالد بن ولید کے نقشِ قدم پر چلے اور شام کے شہر فتح کرتے رہے۔ اس وقت کل لشکرِ اسلام ان کے ہمراہ تھا سوائے اُن سپاہیوں کے، جو مختلف شہروں کی نگرانی پر چھوڑ دیے گئے تھے۔

ابو عبیدہؓ ابھی اسی سوچ میں تھے کہ ان کو اطلاع ملی کہ ہرقل قیصرِ روم نے بڑا بھاری لشکر اہلِ عرب کے لیئے تیار کیا ہے، جس کی تعداد کئی لاکھ ہے اور تمام اطراف سے جنگجو قومیں بلائی گئی ہیں۔ یہ سُن کر ابو عبیدہؓ متفکر ہو گئے اور اپنے ماتحت سرداروں کو بلا کر کہا: "رومیوں کا بڑا بھاری لشکر جس کی تعداد کئی لاکھ بتائی جاتی ہے، ہمارے مقابلے کے لیئے تیار ہو رہا ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ ہم دشمن کا یہیں انتظار کریں یا کسی اور مقام پر چل کر ڈیرا لگائیں۔

پہلے قیس بن ہبیرہ نے اٹھ کر کہا: "اے امین الامت! ہم نے بڑی محنت اور جانفشانی سے شام کے اتنے شہر فتح کیے ہیں۔ میں نہیں پسند کرتا کہ ہم اس علاقے کو چھوڑ کر کسی اور طرف جائیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اسی جگہ رومی فوج کا مقابلہ کریں، ورنہ رومی ان شہروں پر قبضہ کر لیں گے اور ہماری تمام محنت و جانفشانی برباد جائے گی۔ اگر ہم رومی

فوج کے ہاتھ سے اس جگہ قتل بھی ہو گئے، تو بھی کیا حرج ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بہشتِ بریں میں جگہ دے گا اور اس زمینی بہشت کے معاوضے ہمیں آسمانی بہشت کی سکونت مل جائے گی۔ میرا دل تو نہیں چاہتا کہ ہم اس جگہ سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹیں۔"

ابو عبیدہؓ نے یہ تقریر سن کر کہا: "اے سردارو! تم نے قیس بن ہبیرہ کی تقریر سن لی۔ بتاؤ، تم اس جگہ ٹھیرنا پسند کرتے ہو یا ریگستان میں واپس جانا چاہتے ہو؟ یہ علاقہ، جو ہم نے اتنا خون بہا کر فتح کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہم کو اس زمینی بہشت کا وارث بنایا ہے، اس وراثت کو پھر دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتے ہو یا اپنی جان بیچ کر اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہو؟"

دیگر سرداروں نے بھی قیس بن ہبیرہ کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا: "ہم اسی جگہ ٹھیر کر دشمن کا مقابلہ کریں گے اور اپنی جان کے ساتھ اس علاقے کی حفاظت کریں گے۔" ابو عبیدہؓ یہ سن کر خوش ہوئے، کیونکہ ان کی اپنی رائے بھی یہی تھی، مگر خالدؓ بن ولید نے کوئی رائے نہ دی۔ خالدؓ بن ولید اسلامی لشکر میں ایسے آدمی نہ تھے کہ ان کی رائے نہ پوچھی جاتی اور ان کی خاموشی کی پروا نہ کی جاتی یا ان کی خاموشی نیم رضا سمجھی جاتی۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "اے ابا سلیمان! تم نے اس بارے میں کوئی رائے نہیں دی۔ نہ قیس کی رائے سے اتفاق کیا، نہ تردید کی۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "میری رائے قیس کی رائے کے خلاف ہے، مگر میں نے ظاہر اس لیے نہیں

کی کہ اور سب سرداروں نے اُن کی رائے سے اتفاق کر لیا اور سب متفق ہیں کہ اسی جگہ ٹھیر کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ اس بارے میں مسلمانوں کی متفقہ رائے کے خلاف کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ آپ بھی تو اس رائے کو تسلیم کر چکے ہیں۔"

ابو عبیدہ نے کہا: "اے ابا سلیمان! جو کچھ تمہاری رائے ہو، اس سے مجھے آگاہ کرو، کیونکہ ممکن ہے کہ قیس بن ہبیرہ اور ہم سب نے اُن امور کو مد نظر نہ رکھا ہو، جو امور تمہارے زیر نظر ہیں۔ اچھا، اپنی رائے بیان کرو۔ اگر تمہاری رائے صائب ہوئی، تو ہم سب اس سے اتفاق کریں گے، کیونکہ جو بات مسلمانوں کے حق میں مفید ہو، وہی ہمیں اختیار کرنی چاہیئے۔"

خالد بن ولید نے کہا: "میری رائے میں یہاں ٹھیرنا ہرگز مناسب نہیں، کیونکہ آپ کے قول کے بموجب رومی لشکر لاکھوں کی تعداد میں آرہا ہے اور یہ میدان کافی نہیں۔ ہم کو بڑا وسیع میدان چاہیے تاکہ ہم کھلے بندوں اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کر سکیں۔ اس میدان میں تو وہ ہم کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ ماسوا اس کے قیساریہ اور بیت المقدس کی طرف سے ہمیں اندیشہ رہے گا۔ دونوں مضبوط مقامات اس وقت ہمارے عقب میں ہیں۔ اگر ہم نے رومی لشکر کا مقابلہ یہیں کیا، تو اندیشہ ہے کہ قیساریہ اور بیت المقدس سے فوجیں ہمارے عقب پر حملہ کر دیں۔ پھر ہم کو نکلنے کی راہ کوئی نہ ملے گی۔ اور اس تنگ میدان میں ہم چوہوں کی طرح بل میں بند ہو کر قابو میں آجائیں گے، مدینے سے ہم کو کمک نہیں آسکے گی اور عرب سے ہمارا تعلق منقطع ہو جائے گا۔ ہم کو مقابلے کے لیے ایسی جگہ

ٹھیرنا چاہیے، جہاں قیساریہ اور بیت المقدس کی زد ہم پر نہ پڑے، اور میدان اس قدر وسیع ہو کہ ہم دور تک اپنے کیمپ کو پھیلا سکیں، کیونکہ رومی لشکر کی تعداد زیادہ ہے اور کئی فرسنگ میں ان کا کیمپ ہوگا۔ ہماری تعداد گو تھوڑی ہے، مگر ہم اپنے لشکر کو اس طرح پھیلا دیں گے کہ جس طرف رومی ہمارے مقابلے کو نکلیں، ہمارا رخ اُن کے سامنے ہو اور ہم کو دائیں بائیں سے گھیر نہ سکیں۔ رہا ان شہروں کے قبضے کا خیال، جو ہم نے فتح کیے ہیں، ان کو ہم اُن کے حال پر چھوڑ دیں۔ ان کا دل چاہے ہمارے مطیع رہیں، دل چاہے، قیصر روم سے مل جائیں۔ جب ہم رومی لشکر پر فتح حاصل کر لیں گے، تو پھر یہ تمام شہر بخوشی خاطر ہماری حفاظت میں آجائیں گے۔ لیکن اگر ہم اس مقام پر گھر گئے، تو ہم اِدھر کے رہیں گے نہ اُدھر کے۔ تمام شہر بھی ہمارے قبضے سے نکل جائیں گے اور سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ مجھے اپنی ذات کا کوئی خیال نہیں۔ آپ جو حکم دیں گے، میں بسر و چشم منظور کروں گا کیونکہ میں اپنی جان اللہ تعالےٰ کی راہ میں وقف کر چکا ہوں۔"

ابوعبیدہؓ اور دیگر سردارانِ اسلام نے جب فنِ جنگ کے کامل ماہر اور جانباز جرنیل خالد بن ولید کی یہ تقریر سنی، تو وہ دنگ رہ گئے، اور سب آمنّا وصدّقنا پکار اُٹھے۔ ابوعبیدہ نے بھی خالد بن ولید کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا: "اے ابا سلیمان! میں تمہاری رائے پر عمل کروں گا چلو، جہاں چاہتے ہو، تمام لشکر لے چلو۔" خالد بن ولید نے کہا: "جس جس

شہر میں ہم اپنے سردار مع عرب سواروں کے چھوڑ آئے ہیں، ان سب کو حکم لکھ بھیجئے کہ وہ بہت جلد ہم کو دریائے یرموک پر آملیں، کیونکہ جب لشکرِ روم ہمارے مقابلے کو آئے گا، تو ضرور ہے کہ ان کا سپہ سالار اُن شہروں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے اور اس حالت میں ایسا نہ ہو کہ ہمارے سردار اور سپاہی ناحق مارے جائیں۔ سب کے سب بلا لیجئے، ایک بھی وہاں نہ رہے اور اُن شہروں کو اُن کی مرضی پر چھوڑ دیجئے۔"

ابو عبیدہ یہ تجویز سُن کر بہت خوش ہُوئے اور کہنے لگے: "اے ابا سلیمان یہ بات تم نے خوب کہی۔ مجھے مطلق اس بات کا خیال نہ تھا اور ہمارے سپاہی ناحق دشمنوں کے ہاتھ سے ضائع ہو جاتے۔ اللہ تعالٰے تم پر رحمت کرے! مَیں ابھی اُن کے نام حکم جاری کرتا ہوں۔ اچھا تم نے یرموک میں رومیوں کا مقابلہ کرنے کی تجویز کی ہے؟"

خالد بن ولید نے کہا: "اس سے بہتر میدان میرے خیال میں نہیں آ سکتا۔ وہاں ہم قیساریہ اور بیت المقدس کی زد سے بچے رہیں گے اور میدان ہے بھی اتنا وسیع کہ رومیوں کا اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔ نیز مدینے سے ہم کو کمک بھی پہنچ سکے گی اور عرب سے ہمارا راستہ برابر کھلا رہے گا۔"

اس پر ابو عبیدہ نے تمام لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ منزلیں طے کرتے ہوئے یرموک کے کنارے نہایت عمدہ جگہ تجویز کر کے رومی لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ خالد بن ولید نے تمام محفوظ مقامات اپنے قبضے میں کر لیے اور ایک کھلا میدان رومی لشکر کے لیے چھوڑ دیا۔

یرموک ایک چھوٹا سا دریا ہے، جو حوران کی بلندیوں سے نکل کر جھیلِ طبریہ کے چند میل جنوب میں دریائے یردن میں مل جاتا ہے۔ ملنے کے مقام سے تیس میل شمال کی جانب یرموک نیم دائرے کی صورت میں گزرتا تھا اور کئی فرسنگ کا میدان اس حلقے میں چھوڑتا جاتا تھا۔ ایک چھوٹی سی ندی اس میدان کے دوسری طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھی اور صرف ایک طرف، میدان کا راستہ نکلتا تھا۔ یہ میدان کمپ کے لئے بڑا محفوظ سمجھا جا سکتا تھا، مگر خالد بن ولید نے یہ سارا میدان دشمن کی فوج کے لیے چھوڑ دیا۔ اس امید پر کہ رومی اس میدان کو پسند کر کے اپنی لشکر گاہ تجویز کریں گے، اور اپنا کمپ اس سے شمال کی جانب، جہاں اس میدان کا راستہ نکلتا تھا لگایا۔ اس خیال سے کہ رومی لشکر جب اس میدان میں کمپ لگائے گا، تو صرف اس تنگ راستے ہی سے لشکرِ اسلام کے مقابلے پر آ سکے گا جس پر اسلامی کمپ کی زد پڑتی تھی۔ یہ ایسی تدبیر تھی کہ خالدؓ بن ولید کی مہارتِ جنگ کی بے اختیار تعریف کرنی پڑتی ہے۔ نہیں معلوم، خالد بن ولید نے کس فوجی درسگاہ میں تعلیم پائی تھی کہ اس موقع پر جب کہ ان کے مقابل لاکھوں کی فوج تھی اور اہلِ عرب کی تعداد اس کا عشرِ عشیر بھی نہ تھی، ایسی تدبیر کی، جو قابل سے قابل اور لائق سے لائق جرنیل کے ذہن میں بھی نہ آ سکتی تھی۔ لشکرِ اسلام کے سپہ سالار گو اب امین الامت ابوعبیدہ بن الجراح تھے، مگر ان تمام لڑائیوں اور فتوحات کا سہرا خالد بن ولید ہی کے

سے خالدؓ بن ولید اپنے وقت کے بہترین جرنیل تھے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۸۱)

سر باندھا جاتا ہے۔ بلاشبہ خالدؓ بن ولید کے تمام معرکے حیرت انگیز ہیں اور جو شخص ان کے حالات پڑھتا ہے، وہ انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ معرکے کیا ہیں، معجزے ہیں، جو اس الٰہی تلوار سے دشمنوں کے مقابل ظہور میں آئے اور غیر مسلم مؤرخ بھی ان کے قائل ہو گئے۔ بعض یورپین مؤرخوں نے خالدؓ بن ولید کے کارناموں پر نظرِ حیرت ڈالتے ہوئے خالد کو خونخوار کا لقب دیا ہے۔ زمانۂ حال کے ایک مسلمان مؤرخ سید امیر علی نے بھی خالدؓ بن ولید کو خونخوار جنگجو لکھا ہے۔ مگر خالدؓ بن ولید کی خونخواری اپنے مقابل کے دشمنوں کے ساتھ تھی، جو اُن کے خون کے پیاسے تھے، جنہوں نے اُن کو فریب سے قتل کرنا چاہا، جنہوں نے بڑے بڑے بہادروں کو انعام کا لالچ دے کر اُن کے قتل پر آمادہ کیا، جنہوں نے تمام زور خالدؓ بن ولید پر غالب آنے کے لیے خرچ کیا۔ روم و شام کے نامی پہلوان خالدؓ کو قتل کرنے کے لیے اُن کے مقابل آتے رہے۔ خود خالدؓ بن ولید ہزارہا دشمنوں

انھیں کی جسارت اور مہارت کے طفیل عرب کی بغاوت فرو ہوئی، شام کا ملک فتح ہوا اور بلادِ عرب و شام میں اسلام کی سیاست قائم ہوئی۔ ان کی بے نظیر شجاعت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا، جس کے یونانی مؤرخ اور خالدؓ بن ولید کے دشمن بھی قائل ہیں۔ (مؤرخین کی تاریخ عالم، جلد ۲، صفحہ ۱۱۲)

ریگنلڈ اور دیگر یورپین مؤرخوں نے خالدؓ کو دی گریٹ لیڈر یعنی قائدِ اعظم کا خطاب دیا ہے۔

میں یہ تین و احد گھس جاتے تھے، دشمن چار طرف سے ان کو گھیر لیتے تھے مگر یہ شیر دل ہزاروں کو قتل کر کے صاف نکل آتے تھے، اس کا نام خونخواری رکھ لو یا کچھ اور، مگر اتنا سوچ لو کہ خالدؓ کے دشمن اس کے ساتھ کیا کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے اور کیا کچھ انھوں نے نہیں کیا۔ خالدؓ تو ان کا خون زمین پر بہا دیتے تھے، لیکن اگر خالد کا خون ان کے ہاتھ آجاتا، تو وہ پینے پر آمادہ تھے۔ کھلے میدان میں دشمن کے مقابل ہو کر دشمن کو قتل کرنا یا ہزار ہا دشمنوں میں گھس کر ان کو قتل کر کے صاف نکل آنا خونخواری نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کو اعلیٰ شجاعت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی یہی تعریف کی ہے کہ وہ دشمنوں پر اشد ہیں اور آپس میں رحم دل اور حلیم۔ خالد بن ولید نے اپنے حریفوں کو بے شک تہ تیغ بے دریغ کیا، مگر جہاں کسی نے امان مانگی، اس کو امان دیدی۔ چنانچہ خالد بن ولید نے جب عراق میں مقام حیرہ کو فتح کیا، تو اعلان کر دیا کہ اہل حیرہ کا جان و مال محفوظ ہے، ان کو پوری پوری مذہبی اور معاشرتی آزادی حاصل ہے، وہ شوق سے ناقوس بجایا کریں، اپنے عبادتخانوں میں کھلے بندوں جایا کریں، اپنے مذہبی جلوس علانیہ نکالا کریں۔ کوئی ان سے متعرض نہ ہوگا، بلکہ اہل عرب دل و جان سے انکی حفاظت کرتے رہیں گے۔ خالدؓ نے جس سے صلح کی، اس سے بے وفائی نہیں کی، جس سے عہد کر لیا، اس سے عہد شکنی نہیں کی اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خلیفہ وقت اور سپہ سالار لشکر اسلام کی اطاعت کو ہمیشہ مد نظر رکھا۔ آئین جنگ کے خلاف کسی کے ساتھ سلوک

نہیں کیا اور جب صلح کر لی، تو اس کے بعد کسی کو اذیت نہیں دی۔ خالد بن ولید کو اپنی جان کی پروا نہیں تھی، کیونکہ انھوں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کر رکھی تھی۔ ایسے سچے شجاع اور بہادر کا نام خونخوار رکھنا سخت بے انصافی ہے۔ یوں کہہ سکتے ہو کہ خالد کی شجاعت فوق العادۃ اور انسانی طاقت سے بالاتر تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کی مجسم تلوار تھے اور ان کی تلوار اسلام کا معجزہ تھی؟

یرموک کی لڑائی معمولی نہ تھی۔ یہ وہ لڑائی ہے، جس کی تفصیلوں سے اسلامی اور یورپ کی تاریخیں لبریز ہیں۔ ذرا خیال تو کرو کہ مقابلے کی صورت حال کیا تھی۔ رومی لشکر جو یرموک میں جمع ہوا تھا، اس کی تعداد بعض اسلامی

ــــــــــــــــــــ

۵ بعض یورپین مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اس فوج کا سپہ سالار شاہ ہرقل کا بھائی تھیوڈور تھا۔ بعض نے اس کا نام منویئل لکھا ہے۔ غالباً بابان اور تیوڈیا ایک ہی نام ہے۔ ایک روایت ہے کہ خود شاہ ہرقل یرموک میں شریک تھا۔ یہ صحیح نہیں، کیونکہ یورپی مؤرخ ہرقل پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ جسارت و جانبازوں کے مقابلے پر بذاتِ خاص میدان جنگ میں شریک ہوتا رہا، ویسے وہ ایک لڑائی میں بھی اہل عرب کے مقابلے پر خود نہیں نکلا۔ لیکن اس سے ان روایات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہرقل کے دل پر اہل اسلام کی صداقت کا گہرا اثر تھا اور اہل عرب کی دہشت چھائی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے اسے خود میدان جنگ میں نکلنے کا حوصلہ نہیں پڑا اور انطاکیہ میں بیٹھا ہوا اہل عرب کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کرتا رہا۔

مؤرخوں نے دس لاکھ بتائی ہے۔ بعض نے آٹھ لاکھ لکھی ہے۔ یورپین مؤرخوں نے ڈھائی لاکھ، سید امیر علی نے دو لاکھ چالیس ہزار لکھی ہے۔ مگر اغلب یہ ہے کہ رومی لشکر کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ تھی، جس میں بقول گبن ایک لاکھ کے قریب تو یورپین فوج تھی، ساٹھ ہزار غسان عرب تھے اور باقی فوج ایشیائے کوچک، آرمینیا اور دیگر ایشیائی علاقوں سے جمع کی گئی تھی۔ اہل عرب کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے شاہِ ہرقل کی یہ آخری کوشش تھی اور اس میں اس نے سارا زور خرچ کر دیا تھا۔ شاہِ ہرقل کے لیئے اس وقت اپنے یورپین اور ایشیائی علاقوں سے پانچ لاکھ فوج جمع کرنا کچھ مشکل نہ تھا، جب کہ اس کا تاج و تخت سخت خطرے میں تھا۔ ذرا اس پانچ لاکھ کی تعداد کو دھیان میں رکھو اور ادھر اسلامی لشکر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھو، جس کی ساری تعداد اس معرکے میں زیادہ سے زیادہ چالیس ہزار تھی، گویا ایک مسلمان کے مقابل بارہ رومی تھے۔ اس بارہ گنی فوج سے مقابلہ کرنا اور ایک لحظے کے لیئے بھی بے حوصلہ نہ ہونا خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں ہی کا حصہ تھا اور وہی اشخاص ایسے معجزے دکھا سکتے تھے، جن کو اللہ تعالےٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان اور بھروسہ ہو۔

خالدؓ بن ولید اور ان کے ہمراہیوں کی تعریف میں دفتر لکھے جا سکتے ہیں، مگر یہ ایک فقرہ اُن کی تعریف کے لیئے کافی ہے کہ "اسلام اُن کا تھا اور وہ اسلام کے تھے"

ہرقل قیصرِ روم اہلِ عرب کی طرف سے غافل نہ تھا۔ وہ انطاکیہ میں بیٹھا ہوا اہلِ عرب کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُسے برابر اطلاعیں ملتی تھیں کہ آج فلاں شہر عربوں نے لے لیا، آج فلاں لشکر کو انھوں نے شکست دی۔ اُس نے تمام علاقے سے امداد طلب کی اور ماتحت بادشاہوں کو اپنی اپنی فوجوں سمیت انطاکیہ میں حاضر ہونے کی دعوت دی۔ آرمینیا کے بادشاہ کو ارمن قوم سمیت طلب کیا۔ تمام سرحدی اقوام کو، جو بڑی جنگجو اور لڑاکا تھیں، اپنے پاس بلایا اور انطاکیہ کے باہر ایک میدان میں، جو کئی فرسنگ میں پھیلا ہوا تھا، کیمپ لگا دیا۔ جب شاہ ہرقل کو یہ اطلاع پہنچی کہ عربوں نے حمص فتح کر لیا، تو ساحلِ سمندر کے کنارے شہروں کو مضبوط کرنے کے لیے اس نے اپنے بیٹے قسطنطین کو ایک جرار لشکر دے کر قیساریہ میں بھیج دیا اور ساتھ ہی بیت المقدس کی حفاظت کے لیے کثیر فوج ارسال کی۔

ساحلِ سمندر کی حفاظت کرنے کے بعد اس نے اپنے ٹڈی دل لشکر کو اہلِ عرب کے مقابلے پر بھیجنے کا ارادہ کیا اور اس کثیر لشکر کے چند حصے کیے۔ پہلے حصے پر، جس کی تعداد لاکھ تھی، قناطیر کو مامور کیا، دوسرے پر جرجیر کو، تیسرے لاکھ پر دریجان کو، چوتھے لاکھ پر قورین کو اور اس سارے لشکر کا سپہ سالار باہان ارمنی کو مقرر کیا اور باہان کا مقدمۃ الجیش رہیش رود ستہ؛ جبلہ بن ایہم شاہِ غسان کو نامزد کیا، جس کے ماتحت ساٹھ ہزار عرب جوان قوم غسان اور دیگر اقوامِ عرب کے تھے، جو ملکِ شام میں آباد تھے۔

جبلہ بن ایہم جب عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کی آبدار تلوار کا مزہ چکھ کر اور خالد بن ولید کے ہاتھ سے شکست کھا کر قنسرین سے بھاگتا ہُوا ہرقل کے پاس پہنچا، تو ہرقل نے بجائے اس کو ملامت کرنے کے بڑی عزت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا اور کہا: "اہلِ عرب نے اچانک تم کو گھیر لیا تھا۔ اس وجہ سے تم کو شکست ہوئی۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ اب میں اتنا لشکر اہلِ عرب کے مقابلے پر بھیجوں گا کہ عرب سپاہیوں کی بوٹی بوٹی بھی ان کے حصے نہ آسکے گی تم کو بھی اپنا بدلہ لینے کا خوب موقع ملے گا" جبلہ بن ایہم بہت خوش ہُوا اور اس نے تمام مقامات سے عرب نسل کے جوان جمع کر کے انطاکیہ میں حاضر کر دیے۔ چونکہ یہ اقوام بڑی سخت لڑاکا تھیں۔ اس لیئے ہرقل نے اُن کو جبلہ کے ماتحت لشکر کے آگے مقرر کیا اور کہا کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔

یہ لشکر آراستہ کر کے ہرقل نے افسروں کو حکم دیا: "مختلف راستوں سے جاؤ، کیونکہ اتنا بڑا لشکر ایک ہی راہ سے گیا، تو علاقہ اُجاڑ ہو جائے گا، راستے میں جو شہر اور قصبے ملیں، اُن سے رسد وغیرہ کی امداد لیتے جانا اور ان کو تسلی دے کر اہلِ عرب کا خوف ان کے دلوں سے دُور کرتے رہنا، جو شہر اہل عرب کے قبضے میں آچکے ہیں، اگر اس طرف سے تمہارا گزر ہو، تو ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لینا اور ان کو یقین دلانا کہ عرب دوسری مرتبہ اُن تک نہ پہنچ سکیں گے اور سرحد کے پار بھگا دیے جائیں گے۔"

۸۔ رُومی لشکر

جب رومی لشکر کو شاہ ہرقل نے انطاکیہ کے میدان سے کوچ کرنے کا حکم دیا، تو اس کی ہدایت کے بموجب پہلے دستے کا افسر قناطیر نامی ایک لاکھ کی جمعیت کے ساتھ طرطوس کی جانب روانہ ہوا۔ دوسرے لاکھ کا افسر جرجیر معرات کو، تیسرے لاکھ کا افسر قوریر، جو ہرقل کا بھانجا تھا، حلب کو، اور چوتھے لاکھ کا افسر دریجان قنسرین کو۔ ان سب کے بعد باہان ارمنی، جو تمام لشکر کا کمانڈر انچیف تھا، جبلہ کے ساٹھ ہزار جوان سمیت حمص کی طرف بڑھا۔ جب باہان حمص کے قریب پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اہل عرب فتح حمص کے بعد پیچھے ہٹ گئے ہیں اور غالباً بیت المقدس کی طرف گئے ہیں۔ اس نے اسی جگہ ڈیرا لگا دیا اور ہرقل کو اس بات کی اطلاع کر دی، لیکن ہرقل کا جواب آنے سے پیشتر شاہ ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے، جو ساحل سمندر قیساریہ میں کثیر لشکر لیے پڑا تھا، باہان کو اطلاع دی کہ اہل عرب کا لشکر یرموک ندی پر ڈیرا لگائے ہوئے ہے۔ اس نے باہان کو تاکید کی کہ بہت جلد کوچ کر کے یرموک میں پہنچ جائے اور ان کا مقابلہ کرے۔ باہان نے اسی وقت اپنے دیگر ماتحت سرداروں کو، جو مختلف مقامات کی طرف جا رہے تھے، لکھ بھیجا کہ یرموک کے راستے پر اس سے آ

ملیں تاکہ تمام لشکر یک بارگی یرموک کے میدان میں پہنچ جائے۔ اس کے بعد اس نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور راستے میں تمام دستوں کو ہمراہ لے کر یرموک میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ خالدؓ بن ولید نے قیاس کیا تھا، رومی لشکر نے اسی وسیع میدان میں کیمپ لگایا، جس کے ایک طرف دریائے یرموک تھا اور دوسری طرف ایک چھوٹی سی ندی تھی۔ اس مقام کو انھوں نے اپنے لیے بڑا محفوظ سمجھا اور وہ بہت خوش ہوئے، مگر بعد ازاں ان کو اپنی غلطی اور اسلامی سپہ سالار کی دانشمندی اور ہنرمندی کا قائل ہونا پڑا، جس نے اپنے لشکر کو اس میدان کے نکاس کے اوپر اتار رکھا تھا۔ کئی دن تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے اور لڑائی شروع نہ ہوئی۔ اتنے میں باہان کے پاس ہرقل کا ایک قاصد پہنچا، جس نے یہ پیغام دیا کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے اہل عرب سے مصالحت کی کوشش کرے، کیونکہ ہرقل دل میں اہل عرب سے ڈرتا تھا اور اسے خوف تھا کہ اگر اس لڑائی میں بھی رومی لشکر کو شکست ہوئی، تو تمام شام و فلسطین پر عربوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے باہان سے کہلا بھیجا کہ اگر اہل عرب اس بات پر راضی ہو جائیں کہ حجاز سے لے کر جابیہ تک کا علاقہ ان کے قبضے میں رہے اور جابیہ سے آگے وہ قدم نہ رکھیں تو ان سے صلح کر لو، اگر وہ نہ مانیں، تو پھر لڑو۔ جب باہان کو یہ پیغام ملا، تو اس نے ہمراہی سرداروں کو جمع کر کے شاہی فرمان سنایا اور کہا: "بادشاہ اتنا لشکر بھیج کر بھی اہل عرب سے صلح کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ اہل عرب کو

مصالحت کے لیے بلاؤں، کیونکہ اس میں ہماری کمزوری ثابت ہو گی۔" جرجیر نے کہا: "بادشاہ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ اس میں تمہارا کیا حرج ہے۔" باہان نے جرجیر سے کہا: "تمھیں عربی لشکر میں جاؤ اور کسی دانا آدمی کو میرے پاس بلا لاؤ یا جو کچھ بادشاہ نے لکھا ہے، اُس کے مطابق خود ہی ان سے طے کر آؤ۔" جرجیر لباس فاخرہ پہن کر اور ایک ہزار سپاہ ہمراہ لے کر اسلامی کمپ میں گیا اور اطلاع کی کہ میں شاہ ہرقل کی طرف سے پیغام صلح لایا ہوں، یا تو میرے ساتھ کوئی دانا آدمی روانہ کر دو کہ میں اُسے سپہ سالارِ لشکرِ روم کے پاس لے جاؤں، یا اپنے سردار سے کہو کہ مجھ سے یہیں بات چیت کر لے۔ ابو عبیدہؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی، تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر جرجیر کے پاس گئے۔ جرجیر نے کہا: "اے برادرِ عربی! ہم کو شاہ ہرقل نے کئی لاکھ لشکر کے ساتھ باہانِ ارمنی کی سرکردگی میں تمہارے مقابلے پر بھیجا ہے۔ یہ درست ہے کہ تم نے شاہی لشکر کو چند میدانوں میں شکستیں دیں اور کئی شہر فتح کر لیے، مگر تم ان فتوحات پر مغرور نہ ہو جاؤ، کیونکہ اتنے بڑے لشکر سے تم کو ابھی تک مقابلہ پیش نہیں آیا۔ اس لشکر میں بڑی جنگجو اور لڑاکا قومیں ہیں اور سب نے یہ عہد و پیمان کر لیا ہے کہ تمھیں نیست و نابود کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ لیکن بادشاہ رحم دل ہے اور اس نے ہمیں حکم بھیجا ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے تمھیں صلح کی طرف بلایا جائے، کیونکہ بادشاہ خوں ریزی پسند نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا ہے کہ جو مال اسباب تم نے ہمارے شہروں سے لیا ہے، وہ ہم واپس

نہیں مانگتے۔ تم ننگے بھوکے اور بے سروسامان ہماری سرحد میں آئے تھے، اب تم مالا مال اور باسامان ہو گئے۔ کئی شہروں سے تم نے سالانہ خراج بھی وصول کر لیا ہے۔ یہ سب کچھ تمھیں معاف کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بادشاہ تمھارے ساتھ کچھ اور بھی سلوک کرنا چاہتا ہے، یعنی حجاز سے لے کر جابیہ تک کا تمام علاقہ تم کو بخشتا ہے بشرطیکہ تم جابیہ سے آگے قدم نہ رکھو اور اسی پر قناعت کرو، ورنہ ہم لڑائی پر آمادہ ہیں اور لڑائی کا جو کچھ نتیجہ ہوگا، ظاہر ہے۔ تمھاری تعداد قلیل ہے اور سوائے اس کے کہ تم سب کے سب میدانِ جنگ میں قتل ہو جاؤ اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ اپنا نفع نقصان سوچ لو اور لالچ میں پڑ کر اپنی جان ضائع نہ کرو۔" ابوعبیدہ نے کہا: "پہلے چھیڑ تمھاری طرف سے ہوئی۔ تمھاری سرحدی اقوام ہماری سرحدی اقوام کو آئے دن غارت کرتی تھیں۔ ہم نے ان کی سرکوبی کا ارادہ کیا تاکہ سرحد پر امن قائم ہو جائے، مگر شاہِ ہرقل نے اپنی اقوام کی حمایت میں شاہی لشکر ہمارے مقابلے پر بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر فتح دی، ہمیں پے در پے شاہی لشکر پر غلبہ حاصل ہوتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہمیں اس سرزمین کا وارث بنایا۔ ہم تو اب ساری وراثت لیں گے یا ایک انچ زمین بھی نہ لیں گے۔ یہ درست ہے کہ ہماری تعداد تھوڑی ہے لیکن ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان اور بھروسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وعدہ ضرور پورا ہو گا۔ تم دیکھتے نہیں کہ ہم اتنے بڑے لشکر کے مقابلے پر نہایت قلیل تعداد کے ساتھ

اڑے ہوئے ہیں۔ اگر ہماری جگہ کوئی اور ہوتا، تو اتنے بڑے لشکر کی خبر ہی سُن کر دُم دبا کر بھاگ جاتا، مگر ہم تمہارا جان توڑ کر مقابلہ کرنے کے لیئے ڈٹے ہوئے ہیں۔ ہمارے دل میں تمہاری کثرت کا کوئی خوف و ہراس نہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے، جو سب پر غالب ہے۔ تم عنقریب میدانِ جنگ میں میرے قول کی تصدیق کرو گے اور تم پر روشن ہو جائے گا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے بازوؤں میں کس قدر طاقت بخشی ہے اور اسلام نے ہمارے دل کس قدر دلیر کر دیئے ہیں، ہمارے نیزوں کی نوکیں کیسی تیز ہیں۔ اور ہماری تلواریں کیسی آبدار ہیں۔ اس لیئے اپنے لشکر کی کثرت اور قوموں کی جنگ جوئی کا فخر ہمارے سامنے نہ کرو، کیونکہ اس سے ہمارے دلوں میں تمہارا رعب اور خوف نہیں پیدا ہو سکتا۔ ہم صرف اللہ تعالےٰ کا ڈر رکھتے ہیں، اور کسی چیز کا نہیں۔ ہمارے ساتھ صلح کے دو طریقے ہیں: "اوّل تو یہ کہ شاہِ ہرقل اپنی رعایا سمیت دینِ اسلام قبول کر لے اور اس ملک میں بدستور حکومت کرتا رہے۔ ہم اُسے اپنا بھائی سمجھیں گے اور چپ چاپ واپس چلے جائیں گے، ہم سمجھیں گے، ہماری وراثت ہمارے بھائیوں کے قبضے میں ہے۔ دُوم یہ کہ قیصرِ روم ہماری حفاظت میں آجائے اور ہماری وراثت سیدھے ہاتھوں ہمارے سپرد کر دے، ورنہ ہم لڑ کر اس سے اپنی وراثت بزورِ بازو لے لیں گے اور اس بات کا ہمیں کامل یقین ہے۔"

ابو عبیدہؓ کی یہ تقریر سن کر جبیر دنگ رہ گیا اور اس کے جواب میں کچھ کہے بغیر باہان کے پاس واپس چلا گیا۔ باہان نے جب ابو عبیدہؓ کی تقریر سنی، تو وہ

سخت متحیر ہوا اور کہنے لگا: "یہ عرب بڑے دلیر ہیں، جن کو ہماری اس قدر کثرت کی پروا نہیں، کوئی اور ہوتا تو اس صلح کو غنیمت سمجھتا، مگر معلوم نہیں ان کے سر میں کیا خبط سمایا ہوا ہے کہ مقابلے پر آمادہ ہیں" جرجیر نے کہا: "رومیوں کو تو وہ خاطر میں مطلق نہیں لاتے۔ کسی عرب سردار کو ان کے پاس بھیجو۔ شاید اس کے کہنے سے مان جائیں" اس پر باہان نے جبلہ کو بلا کر کہا: "اہلِ عرب ہماری تو کچھ پروا نہیں کرتے۔ تم ان کے پاس جاؤ، اور ان کو ذرا دھمکاؤ۔ تم انہیں کے قبیلے سے ہو۔ شاید وہ تمہارے رعب میں آ جائیں اور تمہاری قرابت کا پاس کریں" جبلہ سوار ہو کر اسلامی کیمپ میں گیا اور یہ پیغام دیا کہ اہلِ یمن میں سے کوئی شخص مجھ سے گفتگو کرنے آئے۔ ابو عبیدہؓ نے انصار میں سے عبادہ بن صامت کو روانہ کیا عبادہ بن صامت جبلہ کے نزدیک گئے۔ جبلہ نے ان سے پوچھا: "بھائی! تمہارا کیا نام ہے اور کس قبیلے سے ہو؟" عبادہ بن صامت نے کہا: "میرا نام عبادہ بن صامت ہے اور میں اہلِ یمن کے قبیلۂ خزرج میں سے ہوں۔ جبلہ نے کہا: "اے میرے چچیرے بھائی! کیا سبب ہے کہ تمہارا سردار صلح پر راضی نہیں ہوتا؟ اس لشکر میں صرف رومی ہی نہیں بلکہ ساٹھ ہزار عرب بھی ہیں، جو تمہارے قرابتی ہیں۔ کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں آتا کہ ایک بھائی دوسرے کا گلا کاٹے؟ مجھے تم پر رحم آتا ہے تمہیں اپنے حال پر کیوں رحم نہیں آتا؟ میں جو کچھ کہتا ہوں، محض تمہاری خیر خواہی اور بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں، کیونکہ اس جرار لشکر سے تم خود ہلاک

ہو جاؤ گے۔" عبادہ بن صامت نے کہا: "ہمارے قرابتی اور ہمارے بھائی صرف وہی اشخاص ہیں، جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ رہا دشمنوں کی کثرت کا معاملہ، سو اجنادین میں بھی اہلِ روم کا بڑا بھاری لشکر جمع ہوا تھا اور اس میں بھی بڑی بڑی جنگجو قومیں مقابل تھیں۔ رومیوں کا مشہور دلاور وردان ان کا سپہ سالار تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تائید سے ہم نے وردان کو قتل کیا، ہزار ہا رومیوں کو تہ تیغ کیا اور ان کو فاش شکست دی۔ اب بھی تم دیکھو گے کہ اللہ تعالےٰ کی تائید سے ہم تم پر غالب آئیں گے، اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ عرب سے ایک اور لشکر ہماری امداد کو پہنچ جائیگا۔" جبلہ نے کہا: "مجھے اُمید نہیں کہ اس سے زیادہ طاقتور لشکر عرب سے تمہاری امداد کو پہنچ سکے۔ کیونکہ تم میں جتنے بہادر لڑنے والے وہاں تھے، وہ یہاں آ چکے ہیں۔" عُبادہ بن صامت نے کہا: "اے جبلہ! تو بھول گیا کہ حضرت علی مرتضےٰ، حیدرِ کرار، صاحب ذو الفقار، اسد اللہِ الغالب! ابھی مدینے میں موجود ہیں، جنہوں نے میدانِ جنگ میں کبھی شکست نہیں کھائی اور کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوئے۔ تمام روئے زمین پر ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ ماسوا ان کے حضرت عمرؓ۔ حضرت عباسؓ، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر شجاعانِ اسلام مدینے میں ہمارے پشت و پناہ صحیح سالم ہیں۔ طائف، مکے اور یمن میں ابھی ہزار ہا شیر موجود ہیں کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم کو امداد کی ضرورت پڑی، تو وہ ہماری مدد کو نہ پہنچیں گے؟ سرِ دست تو ہم اپنے آپ کو بفضلِ خدا تمہارے تمام لشکر کے لیے کافی سمجھتے

ہیں اور لڑائی کے وقت تم دیکھو گے کہ ہمارا ایک ایک شیر تمہارے کتنے کتنے گیدڑوں کو بھگا دیتا ہے۔ تم ہمارے حال پر رحم نہ کھاؤ، ہم اپنی جانوں پر کافی رحم کھا رہے ہیں کہ ان کو اللہ کی راہ میں وقف کر کے تمہارے مقابلے پر آمادہ ہیں۔ اس سے ہماری جانیں ہمیشہ کی راحت اور ابدی نجات پا جائیں گی۔ ہاں، اگر تمھیں اپنی جان کا خوف ہے، تو آؤ مسلمان ہو جاؤ اور ہمارے حقیقی بھائی بن جاؤ۔ تم غسان کے رئیس ہو، اپنی عاقبت سنوار لو اور سعادت دارین حاصل کر لو۔"

جبلہ یہ سن کر طیش میں آیا اور کہا: "میرے سامنے اسلام پیش نہ کرو۔ میں تمہارے دین سے بیزار ہوں۔ رومیوں کو تو تم نے ڈرا دھمکا لیا ہے، کیا مجھے بھی ڈراتے ہو؟ کیا میں عرب قوم کا رئیس نہیں؟ کیا میں میدانِ جنگ میں شجاع نہیں؟ لڑائی سے گریز کرتا ہوں؟ یاد رکھو کہ اگر تم میرے مقابلے پر آئے، تو ایک ایک کو چن چن کر قتل کر ڈالوں گا۔ میں نے قرابت کا حق ادا کر دیا۔ اگر تم مجھے قریبی نہیں سمجھتے، تو تم جانو تمہارا کام۔" عبادہ بن صامت نے کہا: "اے جبلہ! ہم نے تمہارے پاس صلح کی درخواست نہیں بھیجی۔ تم خود ہی بار بار ہمارے پاس آتے ہو، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہماری صلح کی صرف دو شرطیں ہیں۔ جب تک تم ان میں سے ایک منظور نہ کر لو، ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ تم جس ارادے سے ہمارے مقابل آئے ہو، اس کو عمل میں لاؤ اور دیکھو کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے، کس کو اللہ تعالےٰ عزت دیتا ہے اور کس کو ذلت کے گڑھے میں گراتا ہے۔"

جبلہ یہ سن کر برہم ہوا اور کہنے لگا: "مجھے امید نہ تھی کہ تمھارا سردار ایسا تند خو اور سخت کلام آدمی مجھ سے گفتگو کرنے کو بھیجے گا۔" عبادہ بن صامت نے کہا: "میں نے جو کچھ کہا ہے، درست ہے۔ ہم میں سے جس آدمی سے گفتگو کرو گے، یہی باتیں سنو گے، کیونکہ ہماری زبان ایک، خیال ایک، دل ایک، خدا ایک، رسول ایک، خلیفہ ایک، قوم ایک ہے۔"

جبلہ ناراض ہو کر واپس چلا گیا اور باہان کے پاس جا کر کہا: "اہل عرب اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایک گستاخ اور بے ادب آدمی میرے پاس بھیج دیا تھا، جس نے ایسی ہتک آمیز باتیں کیں کہ میں نے کبھی نہیں سنیں۔ تم نے مجھے بھیج کر ناحق شرمندہ کیا، وہ لوگ بغیر مقابلے کے سیدھے نہ ہوں گے۔ وہ بڑے مغرور اور سرکش ہیں۔ وہ اس امید میں ہیں کہ ہمارے اس جرار لشکر کو شکست دے کر ہم پر فتح پائیں گے۔" باہان نے کہا: "اچھا، نہیں مانتے، نہ مانیں۔ ہم نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ کل تم اپنے ساٹھ ہزار جوان لے کر مقابلے کے لیے نکلو۔ مسلمان تم سے نصف ہیں۔ تمھارے دو آدمی ان کے ایک کے مقابلے پر ہیں۔ اوّل تو تمھیں ان کے مقابلے کے لیے کافی ہو۔ ضرورت پڑی، تو میں بھی تمھاری امداد کو پہنچوں گا۔ تم بھی عرب ہو۔ ذرا ان کو اپنی شجاعت دکھاؤ۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم نے اہل عرب کو شکست دے دی، تو جس قدر علاقہ عربوں نے فتح کر لیا، وہ سب کا سب بادشاہ تمھیں بخش دے گا اور تمھیں اس علاقے کا بادشاہ بنا دے گا۔ پھر تم اپنی ریاست کو

بھول جاؤ گے اور بڑے نامور اور مالدار بن جاؤ گے۔"

جبلہ نے کہا: "میرے دل کو آج کی باتیں سن کر سخت رنج پہنچا ہے میں تلوار سے اہلِ عرب کی زبانیں کاٹ ڈالوں گا تاکہ وہ پھر ایسی شوخی کی باتیں نہ کر سکیں۔ دیکھو تو، کل میدانِ جنگ میں کیا کرتا ہوں۔ میرے پاس اُن کے لیے کافی فوج ہے اور میرے جوان ان کے برابر دلیر ہیں، واپس نہیں آؤں گا جب تک تمام مسلمانوں کو ایک ایک کرکے قتل نہ کر ڈالوں۔" ع تکبر عزازیل را خوار کرد

اِدھر جب عبادہ بن صامت ابو عُبیدہؓ کے پاس گئے، تو کل گفتگو، جو جبلہ سے ہوئی تھی، عرض کی۔ ابو عُبیدہؓ سن کر خوش ہوئے اور کہا: "اب ہمیں لڑائی کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔" خالد بن ولید اور دیگر سرداروں کو جمع کرکے مشورہ طلب کیا اور کہا: "دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم تھوڑے ہیں۔ اے ابا سلیمان! ایسی تدبیر کرو کہ ہم ان کا اچھی طرح مقابلہ کر سکیں۔"

خالد بن ولید نے کہا: "رومی لشکر نے جہاں کیمپ لگایا ہے، وہاں سے وہ صرف ہمارے سامنے ہی سے حملہ کر سکتے ہیں، کیونکہ باقی اطراف سے وہ گھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہمیں اس بات کا اندیشہ نہیں کہ وہ ہم پر عقب سے حملہ کر سکیں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ عورتوں کا ڈیرا اُس ٹیلے پر لگائیے، جو ہماری پشت پر ہے اور وہاں خیمے نصب کرکے اسباب وغیرہ بھی اُسی جگہ رکھیے۔" اس پر فی الفور عمل کیا گیا اور عورتوں

کو تاکید کی گئی کہ اگر خدانخواستہ ہمارے آدمی ہزیمت کھا کر میدان چھوڑ کر ان تک پہنچیں، تو انھیں شرمندہ کر کے میدانِ جنگ میں واپس بھیجیں اور انھیں غیرت اور جوش دلائیں۔ عورتوں نے کہا: "ہم کسی کو نہ بھاگنے دیں گے، بلکہ ضرورت پڑی تو ان کے منہ پر پتھر مار کر واپس کریں گے اور خود بھی لڑنے پر تیار رہیں گے۔"

اس طرف سے اطمینان ہو گیا، تو ابو عبیدہؓ نے کہا: "یہ بہت سخت مقابلہ ہے اور اسلامی تاریخ میں یہ بڑا واقعہ شمار ہو گا۔ اتنا کثیر لشکر اس سے پہلے کبھی ہمارے مقابلے پر نہیں آیا۔ دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامل صبر عطا فرمائے، ہمیں میدانِ جنگ میں ثابت قدم رکھے اور دشمنوں پر فتح دے۔" تمام لشکری دن رات دعا مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرتے رہے۔ جب شام ہو گئی، تو کیمپ کے گرد پہرے دار متعین کیے گئے اور نماز سے فراغت پا کر لشکری اپنے اپنے خیمے میں آرام کرنے لگے۔

صبح ہوئی، تو ابو عبیدہؓ نے نماز پڑھائی اور مسلمانوں کو یہ نصیحت کی: "آج لڑائی کا پہلا دن ہے۔ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا۔ یاد رکھو، جو شخص پیٹھ پھیرے گا، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سزاوار ہو گا۔ جو شخص آج اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں نثار کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرے گا اور جو وعدے اللہ تعالیٰ نے شہیدوں سے کیے ہیں، ان کا اپنے آپ کو حقدار بنائے گا۔ خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھیں اپنے لیے چن لیا اور تمھیں نورِ ہدایت سے منور کیا، مگر یہ

شکر صرف زبان ہی سے نہیں، بلکہ آج اپنی جان سے ادا کرو۔ دشمن کی تعداد
بے شک زیادہ ہے، ان میں اقوام عرب بھی شامل ہیں، لیکن تم اس بات کا
ذرا وسواس دل میں نہ لاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور جسے
چاہتا ہے، فتح دیتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم ہو۔ آج ایسا کام کرو
کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے۔ اگر ثابت قدم رہو گے، اور میدانِ جنگ
سے منہ پھیرنے پر موت کو ترجیح دو گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے
مطابق تمہیں اس زمینی بہشت کا واحد مالک بنا دے گا اور دوسرے جہان
میں جنت نصیب ہوگی۔"

۹۔ جنگِ یرموک کا پہلا دن

ابو عبیدہ اپنے لشکریوں کو ابھی نصیحت ہی کر رہے تھے۔ کہ ادھر جبلہ نے اپنا ساٹھ ہزار جوان میدانِ جنگ میں لاکھڑا کیا۔ ابو عبیدہ کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی کہ سب سے پہلے مقابلے پر اقوامِ عرب آئی ہیں اور ان کے ہمراہ کوئی رومی الاصل سپاہی نہیں۔ تو انھوں نے کہا: "جبلہ نے حقِ قرابت ادا کرنے کے لیئے ہم سے صلح کی درخواست کی تھی۔ اس لیئے میری صلاح ہے کہ ہم بھی چند آدمیوں کو، جو اسی قبیلے سے ہوں، اس کے پاس بھیج دیں تاکہ وہ اُسے سمجھائیں اور مقابلے سے باز رکھیں۔ کم از کم وہ اتنا ہی مان لے کہ رومی لشکر سے الگ ہو جائے، تو بہتر ہے۔ پھر ہم رومیوں سے نبٹ لیں گے۔ اگر وہ نہ مانا، تو پھر ہم اس سے لڑیں گے۔ اس طرح ہمارا فرض ادا ہو جائے گا۔ اور اتنے میں ہم لشکر کی صفیں درست کر لیں گے۔" چنانچہ پانچ آدمی قیس بن سعید، کعب بن مالک، معاذ بن جبل، جابر بن عبداللہ اور ابو ایوب خالد بن زید منتخب کر کے جبلہ کے پاس بھیجے گئے۔ جب وہ جبلہ کے لشکر کے سامنے پہنچے، تو انھوں نے کہا: "ہم تمہارے چچیرے بھائی ہیں اور تمہارے سردار سے بات چیت

کرنے آئے ہیں۔" جبلہ کو اطلاع دی گئی۔ اُس نے ان کو آنے کی اجازت دی۔

جب وہ پانچوں صحابیؓ جبلہ کے رو برو گئے، تو جبلہ نے بڑی شفقت سے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا: "اے میرے چچیرے بھائیو! تم میرے عزیز اور یگانے ہو۔ میں صرف تمہاری خیر خواہی کے لئے تمہارے پاس گیا تھا، مگر تم نے ایسا تند خو اور منہ پھٹ آدمی میرے پاس بھیجا کہ میں اس کی باتیں سُن کر سخت ناراض ہُوا۔" جابر بن عبد اللہ نے کہا: "اے جبلہ! عبادہ بن صامت راستی پر تھے، کیونکہ ہمارے دین کی یہ شرط ہے کہ جو شخص ہمارے مقابل آئے، پہلے اُسے اسلام کی دعوت دیں۔ اور ہمیں حکم ہے کہ جو شخص ملے، اُسے نصیحت کریں اور خدا کے دین کی طرف بلائیں۔ ہم بھی اسی غرض سے تمہارے پاس آئے ہیں کہ تم ہمارے عزیز اور یگانے ہو۔ ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرو۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔ تمہارے دین و دنیا دونوں سنور جائیں گے۔ ہم تمہیں کسی بُرے راستے کی طرف نہیں لے جاتے، بلکہ نیک راستے کی طرف بلاتے ہیں۔ جب تم مسلمان ہو جاؤ گے، تو تمہارا حال ہمارے ساتھ یکساں ہو جائے گا اور ہم تمہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھیں گے۔" جبلہ نے کہا: "اسلام تو میں کبھی قبول نہ کروں گا۔ اس نصیحت کو جانے دو اور مطلب کی بات کرو۔" جابرؓ بن عبد اللہ نے کہا: "ہم نے یہ مطلب ہی کی بات کی ہے، کیونکہ تم نے یہ ظاہر کیا تھا کہ ہم رشتے داروں میں خونریزی نہ ہو۔ اس وقت تم شادِ روم

کی طرف سے ہمارے پاس آئے تھے، مگر ہم صرف تم سے اور اقوامِ عرب کے سب بھائیوں سے مصالحت کرنے کے لیئے آئے ہیں تاکہ ہم ایک دوسرے کا گلا نہ کاٹیں۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے، تو رومی لشکر سے الگ ہو جاؤ اور اہلِ اسلام کی حفاظت میں آجاؤ، ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے، اور ہمیشہ تمہارے معاون رہیں گے۔" جبلہ نے کہا: "اسلام تو میں اس لیئے قبول نہیں کرتا کہ میں مسلمان ہو کر ذلیل اور حقیر ہو جاؤں گا اور تمہاری حفاظت میں آنے سے اس لیئے انکار کرتا ہوں کہ اگر میں نے رومی لشکر سے اپنے ہمراہیوں کو الگ کر لیا اور رومی لشکر کو تم پر غلبہ ہوا، تو شاہِ ہرقل مجھ پر اور میرے ہمراہیوں پر تشدد کرے گا اور ہم کو اس سرزمین سے نکال دے گا۔ اسلیئے میں دونوں باتیں رد کرتا ہوں۔" قیس بن سعید نے کہا: "پھر سوائے لڑائی کے اور کوئی چارہ نہیں۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب میدانِ جنگ میں تم کو ہلاک کریں گے۔" جبلہ نے کہا: "میں لڑائی پر آمادہ ہو کر آیا ہوں۔ تم بھی میدان میں نکلو اور دیکھو، کون ہلاک ہوتا ہے اور کون فتح مند۔"

پانچوں اصحاب ابو عبیدہؓ کے پاس واپس آئے اور کل حال عرض کیا ابو عبیدہ نے کہا: "اچھا، لڑائی کے لیئے تیار ہو جاؤ۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "ہمارے مقابلے پر اقوامِ عرب ہیں اور بلاشبہ وہ بھی ہمارے ہی کلمے بھلے کے آدمی ہیں۔ اُن کی تعداد ہم سے تقریباً دگنی ہے۔ اگر ہم نے تمام لشکر ان کے مقابلے پر کھڑا کر دیا، تو ممکن ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں۔ میری

تجویز یہ ہے کہ لشکر صفیں باندھے یہاں کھڑا رہے اور ہم میں سے کچھ آدمی لڑنے کے لیے میدانِ جنگ میں جائیں اور دشمنوں کے دلوں میں اپنی ہیبت ڈالیں۔" ابوسفیان نے کہا: "اے ابا سلیمان! جسے تم چاہتے ہو، میدانِ جنگ میں بھیجو اور لڑائی شروع کرو۔" خالد بن ولید نے کہا: "میرا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا ایک آدمی ان کے ایک آدمی سے مقابلہ کرے، بلکہ میری یہ رائے ہے کہ ہمارے چند آدمی جبلہ کے سارے لشکر پر حملہ کریں۔" ابوسفیان نے کہا: "میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی سراسر واضح کرو۔" خالدؓ نے کہا: "دشمن ہمارے مقابلے پر ساٹھ ہزار ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ہم تیس آدمی میدانِ جنگ میں جائیں، یعنی ہمارا ایک آدمی دو ہزار سے مقابلہ کرے۔"

یہ سن کر سب حیران ہوئے اور سمجھے کہ خالدؓ بن ولید ہنسی کر رہے ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے متحیر ہو کر پوچھا: "اے ابا سلیمان! کیا تم نے یہ بات مزاح سے کہی ہے؟" خالدؓ نے کہا: "یہ مزاح کا کونسا موقع ہے جب کہ دشمن ہمارے خون کے پیاسے میدان میں کھڑے ہیں؟ میں نے جو کچھ کہا ہے، صدقِ دل سے کہا ہے۔" ابوسفیان نے کہا: "اے ابا سلیمان! تم غضب کیا کرتے ہو! ایک آدمی کو دو ہزار سے لڑاتے ہو اور وہ دو ہزار بھی عرب نسل کے جوان! یہ کیوں نہیں کہتے کہ اپنے تیس آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کرنا چاہتے ہو؟ یہ تو یقینی موت کے منہ میں جانا ہے۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "یہ ہلاکت نہیں، مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ہوگا

جو تیس آدمی میں منتخب کروں گا۔ وہ ایسے ہیں کہ دشمن کی فوج میں قیامت بپا کر دیں گے۔ کوئی ہرج نہیں، اگر سب کے سب میدان میں شہید ہو جائیں، کیونکہ وہ دشمنوں کے دلوں میں اپنی ہیبت کا سکہ بٹھا جائیں گے۔ خوب یاد رکھو کہ اگر جبلہ کی فوج ہم نے زیر و زبر کر دی، تو رومیوں پر غالب آنا آسان ہو جائے گا اور ان کے دلوں میں ہماری دہشت بیٹھ جائے گی۔ وہ سمجھ لیں گے کہ اگر ہمارے تیس آدمی اتنا کچھ کر سکتے ہیں، تو ہمارا سارا لشکر کیا کچھ نہیں کر سکے گا۔ اُن کو یقین آ جائے گا کہ ہمارے تیس چالیس ہزار آدمی ان کے پانچ لاکھ کے لیئے نہ صرف کافی، بلکہ بہت زیادہ ہیں۔ انھیں اپنا لشکر قلیل اور ہمارا کثیر دکھائی دے گا۔ کم از کم ان کا حوصلہ ٹوٹ جائیگا۔ خواہ وہ ہمارے مقابلے پر اڑے ہی رہیں، مگر اپنی کثرت کا گھمنڈ اور فخر ان کے سر سے دور ہو جائے گا۔" جب یہ دانشمندانہ تقریر ابو عبیدہ اور ابو سفیان نے سنی، تو وہ دنگ رہ گئے اور ابو سفیان بولے: "اے ابا سلیمان! میں نے تمھاری تجویز کو مزاح خیال کیا تھا اور مسلمانوں کے حق میں زہرِ قاتل سمجھا تھا، مگر اب جو تم نے اس کی وضاحت کی، تو میں تمھاری ہنرمندی اور مہارت کا قائل ہو گیا۔ واقعی تمھیں بڑی اچھی چال سوجھی ہے اور ایسی چالیں سوچنا تمھارا ہی حصہ ہے۔ ہم پہلے بھی تمھاری تدابیرِ جنگ کے ہمیشہ قائل تھے، مگر یہ تجویز تمام تدابیرِ جنگ کا سرتاج ہے، اور اسی وجہ سے ہم پہلے حیران ہو گئے تھے، کیونکہ یہ تجویز بالکل انوکھی ہے اور کسی جرنیل کے دماغ میں نہیں آ سکتی۔ پھر بھی میں اس میں اتنی ترمیم کرتا

ہوں کہ بجائے تیس آدمیوں کے ساٹھ آدمی منتخب کرو تاکہ ہمارا ایک آدمی دشمن کے ایک ہزار کے مقابل ہو جائے۔" ابو عبیدہؓ نے بھی یہ بات پسند کی اور کہا: "اے ابا سلیمان! ابو سفیان کی رائے سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ تم ساٹھ آدمی منتخب کر لو تاکہ میدانِ جنگ میں ایک دوسرے کی کچھ تو اعانت کر سکیں۔" خالد بن ولید نے کہا: "اچھا، جو آپ کا حکم۔ مجھے بسرو چشم منظور ہے۔ میں بجائے تیس کے ساٹھ آدمی منتخب کرتا ہوں میں نام بولتا جاتا ہوں، آپ لکھتے جائیں۔"

خالدؓ بن ولید نے مندرجہ ذیل شہسوار منتخب کیے:۔

زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، عبداللہؓ بن عمر، فضلؓ بن عباس، سہیل بن عمرو، ربیعہؓ بن عامر، ضرارؓ بن ازور، رافعؓ بن عمیرہ، عدیؓ بن حاتم طائی، قیسؓ بن سعید، کعبؓ بن مالک، عبادہؓ بن صامت، جابرؓ بن عبداللہ، ابو ایوبؓ انصاری، شرجیلؓ بن حسنہ، صفوانؓ بن امیہ، یزیدؓ بن خطابؓ یزید بن ابی سفیان، رافعؓ بن سہیل، عاصم بن حمزہ وغیرہ۔

ان ساٹھ آدمیوں میں انصار زیادہ تھے۔ جب ان سب کو بلایا گیا تو خالد بن ولید نے ان سے کہا: "میں نے تمہیں اس لیے چنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک آدمی ایک ہزار دشمن کا مقابلہ کرے، اگر تم میں سے کسی کو جان کا خوف ہو، تو وہ میرے ہمراہ نہ جائے۔" سب نے یک زبان ہو کر کہا: "ہم بڑی خوشی سے میدانِ جنگ میں جانے کو تیار اور

اللہ کی راہ میں اپنی جان نثار کرنے پر آمادہ ہیں۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے! دشمن کا مقابلہ ثابت قدمی سے کرنا اور کسی کی امداد یا اعانت کی توقع نہ رکھنا، میدانِ جنگ سے منہ نہ موڑنا۔ اس بات کا عہد کرلو کہ ہم حوضِ کوثر پہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں باہم ملیں گے۔ اب جاؤ اور اپنے اہل سے رخصت ہو آؤ۔ گھوڑا وہ لینا، جس پر تمہیں پورا اعتماد ہو، تلوار وہ، جس کی دھار زرہ کاٹ سکے، نیزہ وہ، جو زرہ توڑ کر دشمن کے جگر میں دھنس جائے۔ غرض، اچھی طرح مسلح ہو کر آجاؤ۔"

سب کے سب اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ ضرار بن ازور نے مسلح ہو کر اپنی بہن خولہ سے رخصت مانگی۔ خولہ نے کہا: "بھائی! آج تم مجھ سے اس طرح رخصت ہوتے ہو، گویا پھر نہیں ملو گے۔" ضرار نے کہا: "ہم ساٹھ آدمی ساٹھ ہزار کے مقابلے پر جاتے ہیں۔ اگر زندہ بچ رہا، تو آملوں گا، ورنہ میرے حق میں دعائے مغفرت پڑھ لینا۔" خولہ نے کہا: "بھائی! اللہ تعالیٰ نے تمہارے بازو میں بڑی قوت دی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم دشمنوں کا دل کھول کر خون بہاؤ گے۔ لیکن اگر آج شہید ہو گئے، تو یقین رکھنا کہ میں دشمنوں سے تمہارا بدلہ لوں گی اور جلد تم سے حوضِ کوثر پہ آ ملوں گی۔" زبیر بن عوام، جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپھی کے بیٹے تھے، اپنی بیوی، اسما بنتِ ابی بکرؓ سے رخصت ہوئے۔ اسما نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ سے کہا: "میرے پیارے بھائی! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپھی کے بیٹے سے جدا نہ ہونا۔ جدھر وہ حملہ کریں، اُدھر تم

یہی کرنا۔ لڑائی میں کوتاہی نہ کرنا۔ داد شجاعت دے کر اپنے مرحوم باپ کی روح کو خوش کرنا۔" اسی طرح دیگر پہلوان اپنے اپنے اہل سے رخصت ہو کر خالدؓ بن ولید کے پاس، جو اپنی بیوی سے رخصت ہو کر سب سے پہلے موقع پر پہنچ چکے تھے، آ گئے اور ساٹھ جوان بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ دشمن کے مقابل میدان جنگ میں جا کھڑے ہوئے۔

جب جبلہ نے ساٹھ مسلمان سواروں کو میدانِ جنگ میں بڑھتے دیکھا، تو وہ سمجھا کہ اہل عرب کے ایلچی پھر صلح کی درخواست کرنے آتے ہیں۔ مگر جب میدان میں مناسب موقع پر کھڑے ہو گئے اور ان میں سے کوئی آگے نہ بڑھا، تو خود جبلہ اُن کے سامنے آیا اور کہنے لگا: "بھائیو! اپنے سردار کی طرف سے کیا پیغام لائے ہو؟" خالد بن ولید نے کہا: "ہم کوئی پیغام نہیں لائے اور نہ ہم ایلچی ہیں۔ ہم تو تمہارے لشکر کا مقابلہ کرنے نکلے ہیں۔" جبلہ نے کہا: "تم ساٹھ آدمی میرے ساٹھ ہزار سپاہیوں سے لڑنے آئے ہو؟ میں باور نہیں کرتا۔ اس میں کوئی ضرور فریب ہے۔" خالد نے کہا: "ہمارے ہاں فریب کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہم تو کھلے میدان میں لڑنا جانتے ہیں۔ یا مار لیا یا مر گئے۔ اس میں فریب کیا ہے؟ ہم تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔" جبلہ نے کہا: "میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔ اگر سچ مچ تم لڑنے آئے ہو، تو تمہیں تمہارے نفس نے فریب دیا ہے اور تم غرور اور تکبر کی وجہ سے ہلاکت میں آ پڑے ہو۔ تمہاری ہستی کیا ہے؟" خالدؓ نے کہا: "تم بار بار ہمیں اپنی کثرت سے ڈراتے ہو، ہم یہی تو ثابت کرنا چاہتے

ہیں کہ تمھاری کثرت کو ہم کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ دراصل کثرت کس طرف ہے۔ اس حساب سے اندازہ کر کے دیکھ لو کہ ہم زیادہ ہیں یا تم۔"

جبلہ نے کہا: "میں نے مانا کہ تم بڑے شجاع ہو، مگر ایک آدمی ایک ہزار کے مقابلے میں کیا کر سکتا ہے؟ ہم بھی عرب نسل کے ہیں، کوئی بھیڑ بکری نہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔" خالدؓ نے کہا: "تجربہ کر کے دیکھ لو۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟" جبلہ نے کہا: "اچھا، اگر موت تمھارے سر پر سوار ہے، تو اس میں کیا چارہ ہے؟ مگر یہ امید نہ رکھنا کہ میں ایک ایک آدمی تمھارے مقابل بھیج کر وقت ضائع کروں گا۔" خالدؓ نے کہا: "ہم کب یہ درخواست کرتے ہیں؟ تمام لشکر کو یک بارگی حملہ کرنے کا حکم دے دو!"

جبلہ کے حکم سے اس کے لشکر نے مسلمان بہادروں پر حملہ کر دیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ باہان اور اس کے ماتحت سردار بلند مقامات سے میدانِ جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سخت حیران تھے کہ یہ کیا لڑائی ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے صرف ساٹھ آدمی مقابلے پر نکلے ہیں! ہمیں جبلہ کے لشکر پر بڑا ناز تھا اور ہم سمجھتے تھے کہ اقوامِ عرب مسلمانوں پر غالب آ جائیں گی، مگر مسلمانوں نے اُن کو ذرا بھی وقعت سے نہیں دیکھا اور ان کی کثرت کو مطلق خاطر میں نہیں لائے۔ اگر اسی طرح ہمارے ایک ہزار کے مقابل ان کا ایک آدمی نکلتا رہا، تو ہمارا کہاں ٹھکانا ہے؟ وہ اسی حیرانی میں تھے کہ خالدؓ بن ولید اور ان کے ہمراہیوں نے دشمنوں کو نیزوں پر لے لیا اور زور شور سے

لڑائی ہونے لگی۔ اتنے دشمنوں میں ساٹھ آدمی کیا تھے؟ جبلہ کے لشکر نے مسلمانوں کو لپیٹ لیا اور رومی اور اسلامی لشکر کی نظروں سے مسلمان پہلوان او جھل ہو گئے۔ دوست دشمن نے یہی خیال کیا کہ مسلمان پہلوان ہلاک ہو گئے۔ اسلامی لشکر پر سناٹے کا عالم چھا گیا۔ آپس میں کہنے لگے: "افسوس! خالدؓ بن ولید کو ان کے نفس نے فریب دیا" رومی سردار خوش تھے کہ عربوں کو ان کی حماقت کا نتیجہ مل گیا، مگر دفعۃً میدانِ جنگ میں اس زور کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا کہ دشت و جبل گونج اٹھے خالدؓ بن ولید اور ان کے ہمراہیوں نے دشمنوں کا حملہ سنبھال کر ایک دم تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور اس شدت سے تلوار چلائی کہ کئی سو دشمن قتل کر کے ان کو پیچھے ہٹا دیا اور آپ پھر میدان میں ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اہلِ اسلام تو اپنے پہلوانوں کو صحیح سالم دیکھ کر خوش ہوئے، مگر جبلہ اور رومی سرداروں کے اوسان خطا ہو گئے۔ جبلہ نے پھر لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور سخت جوش دلایا۔ دوسرا حملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت تھا، مگر اس دفعہ بھی مسلمان پہلوان غالب آئے۔ آخر جبلہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ آگے بڑھے اور جو آدمی قتل ہوتا جائے، اس کی جگہ دوسرا پہنچ جائے، مگر پیچھے کوئی نہ ہٹے۔ یہ عزم کر کے جبلہ کے ہمراہیوں نے پھر حملہ کیا۔ اب تو مسلمان یکجا لڑ رہے تھے، مگر دشمنوں نے زور ڈال کر ان کو متفرق کر دیا اور ان کے کئی گروہ ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، فضل بن عباسؓ، ضرارؓ بن ازور اور عبداللہ بن عمرؓ، یہ چھ تیر ایک گروہ میں تھے۔ ایسے ہی

چھوٹے چھوٹے اور گروہ بن گئے، مگر ہر جگہ مسلمان اپنے دشمنوں کو تہ تیغ کر رہے تھے۔ دشمن کثیر تھے۔ ایک گرتا، دوسرا اس کی جگہ موجود ہو جاتا۔ خالد بن ولید کے گروہ نے سخت قتال کیا۔ دشمنوں نے پھر زور ڈال کر ان گروہوں کو بھی متفرق کر دیا۔ کہیں دو اور کہیں تین پہلوان رہ گئے اور کہیں حلقے بن گئے۔ خالدؓ بن ولید اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کے گھوڑے زخمی ہو گئے۔ فی الفور گھوڑوں سے اتر پڑے اور پا پیادہ لڑنے لگے رومیوں نے ان پر یورش کی۔ معاً فضلؓ بن عباس اور زبیر بن عوام، جو ان سے ایک ساعت کے لیے الگ ہو گئے تھے، دشمنوں کے نرغے سے نکل کر ان کے پاس پہنچ گئے۔ فضلؓ بن عباس نے دشمنوں کو ڈانٹا، پے در پے بیس حملے کر کے بیس دشمن دم بھر میں قتل کر دیے اور میدان کشادہ کر دیا۔ خالدؓ بن ولید اور عبدالرحمٰنؓ نے مقتول دشمنوں کے دو گھوڑے پکڑ لیے اور سوار ہو کر پھر شدت سے لڑنے لگے۔ دشمنوں نے پھر ہجوم کر کے ان کو متفرق کر دیا، مگر اسلام کے شیروں کو کوئی پروا نہ تھی۔ ان کے بازو مشین کی طرح دشمنوں پر پے در پے وار کیے جا رہے تھے۔ ایک کو دوسرے کے حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ سب اپنی اپنی جگہ تیغ زنی میں مصروف تھے۔ بازو تلوار چلاتے چلاتے تھک گئے تھے، مگر کام کیے جا رہے تھے۔ پیاس کا غلبہ تھا، مگر حوضِ کوثر کا نظارہ جگر میں ٹھنڈک ڈالے ہوئے تھا۔ معرکہ بڑا سخت تھا، مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کے اشتیاق نے دل میں راحت بھر دی تھی۔ وقت نہایت نازک تھا، مگر شوقِ شہادت نے دماغ کو پُرسرور

بنا رکھا تھا۔ دوست دشمن یہ صبر، استقلال اور شجاعت دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا اور لڑائی ابھی زوروں پر تھی۔ شام ہو گئی اور تاریکی چھا گئی، مگر میدانِ جنگ میں برابر تلوار برس رہی تھی، تاریکی میں دشمنوں کی تلواریں باہم ایک دوسرے کو کاٹنے لگیں۔ یہ خطرہ دیکھ کر جبلہ نے واپسی کا بگل بجا دیا۔ اس کے ہمراہیوں کے دانت تو دن بھر کی لڑائی سے کھٹے ہو ہی چکے تھے، واپسی کا حکم سنتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ جب اسلامی پہلوان خالدؓ کے گرد جمع ہوئے تو ان کی تعداد مع خالدؓ صرف بیس تھی۔ یہ دیکھ کر خالد کی خوشی جاتی رہی اور وہ بہت دلگیر ہوئے۔ اسی غمناک حالت میں ابو عبیدہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: "اے امین الامت! میرا منشا تو پورا ہو گیا، مگر ہم میں چالیس آدمی کم ہو گئے اور ان میں فضلؓ بن عباس، زبیرؓ بن عوام عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر، ضرارؓ بن ازور، رافعؓ بن عمیرہ، یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر بھی شامل ہیں۔" ابو عبیدہ یہ سن کر اندوہگین ہوئے، مگر ابو سفیان نے کہا: "کیا عجب ہے کہ ہمارے بہادر سردار دشمن کے تعاقب میں گئے ہوں چلو، میدانِ جنگ میں چلیں اور اپنے مقتولوں کی لاشیں شمار کر کے اپنی تشفی کر لیں۔"

۱۰۔ باہان کا فریب

ابو عبیدہ بن جراح ابو سفیان، خالدؓ بن ولید اور اُن کے ہمراہیوں سمیت مشعلیں لیئے میدانِ جنگ میں گئے۔ گو خالدؓ بن ولید اور اُن کے ہمراہی دن بھر کی لڑائی سے تھکے ہوئے تھے، مگر باقی ہمراہیوں کے ضائع ہونے کا ایسا صدمہ ہوا کہ انہوں نے آرام کرنے کا مطلق خیال نہ کیا۔ میدانِ جنگ میں لاشوں کے انبار لگے تھے، مگر لاشیں جبلہ کے ہمراہیوں کی تھیں۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے ہمراہیوں کو چار طرف منتشر کر دیا اور کہا: رومی لاشوں کو بھی گنتے جاؤ۔ تھوڑے عرصے کے بعد سب جمع ہوئے، تو معلوم ہوا کہ خالد کے ہمراہیوں میں سے صرف دس جوان شہید ہوئے ہیں اور جبلہ کے ہمراہی یعنی بنی غسان پانچ ہزار مقتول پڑے ہیں۔ ابو سفیانؓ نے کہا: "خالدؓ کے ہمراہی ضرور دشمن کے تعاقب میں گئے ہونگے"۔ خالدؓ نے کہا: "نہیں تو دشمن کے ہاتھ اسیر ہو گئے ہونگے"۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "دونوں باتوں میں سے ایک ضرور ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اصحاب رسولِ خدا بقیدِ حیات ہیں۔ اگر قید ہو گئے ہیں، تو ہم اُن کے چھڑانے کی کوئی تدبیر کریں گے"۔ اب تو سب خوش ہو گئے اور خالد اور اُن کے ہمراہیوں کے کارنامے کی تعریف کرنے لگے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "اے ابا سلیمان! تم نے بڑی جوانمردی

کا کام کیا۔" خالد نے کہا: "میرے ہمراہیوں نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔" ابوسفیان نے کہا: "بلا شبہ آج کا کارنامہ اسلام کی تاریخ میں یادگار سمجھا جائے گا، آنے والی نسلیں اس واقعے کو پڑھ کر حیران ہوں گی اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر و ناز کریں گی۔ تمام دنیا میں اس واقعے کی دھوم مچے گی اور غیر اقوام حیران و ششدر رہ جائیں گی۔ آج کا کارنامہ بے نظیر ہے اور امید ہے کہ بے نظیر رہے گا۔"

ابوعبیدہ نے کہا: "اس بات کی کون خبر لائے گا کہ ہمارے آدمی دشمن کے تعاقب میں گئے یا اسیر ہو گئے؟ جب تک اُن کی حالت کا مجھ کو علم نہ ہوگا، نہ مجھے چین آئے گا، نہ اُن کے ساتھیوں کو نیند۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "میں ہی اس تشویش کا باعث ہوا ہوں، میں ہی اُن کی خبر لانے جاتا ہوں۔" ابوعبیدہؓ ابوسفیان اور دیگر ہمراہیوں کو لے کر لشکرگاہ کو چلے اور وہ عرب کے شیر خالدؓ بن ولید دشمن کے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ سامنے سے سواروں کی آمد کی آواز سنائی دی۔ خالد بن ولید انھیں قدموں پر ٹھیر گئے۔ معاً سوار اُن کے قریب پہنچے فضل بن عباس، زبیرؓ بن عوام اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ اُن کے آگے تھے۔ خالدؓ اُن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا: "تم کہاں چلے گئے تھے؟ ہم تمھارے لیے سخت تشویش میں تھے۔" انھوں نے کہا: "ہم دشمن کا تعاقب کرتے اور ان کو قتل کرتے دور نکل گئے تھے۔ انھیں لشکرگاہ میں پہنچا کر واپس آئے ہیں۔ بلاشبہ دشمن کو سخت شکست ہوئی

اور وہ ایسے بھاگے جا رہے تھے۔ جیسے ان کے سر پر بھوت سوار ہو۔ جب خالدؓ نے شمار کیا، تو وہ پچپن تھے۔ خالدؓ نے کہا: "ہم میں سے پانچ جوان قید ہو گئے، کیونکہ میدان میں صرف دس لاشیں ملی ہیں اور ساٹھ میں سے پندرہ کم ہیں۔ اس حساب سے پانچ آدمی دشمن کے ہاتھ اسیر ہیں اور وہ رافعؓ بن بن عمیرہ، ضرارؓ بن ازور، ربیعہ بن عامر، عاصم بن عمر اور یزید بن ابی سفیان ہیں، جو پانچوں سرکردہ اور نامی بہادر ہیں۔" پھر سب لشکر گاہ میں پہنچے، اور خالدؓ بن ولید نے ابو عبیدہ سے کہا: "پنتالیس آدمی تو موجود ہیں، پانچ نامی شہسوار دشمن کے ہاتھ اسیر ہیں اور دس آدمی شہید ہو گئے۔ میں نے سخت کوشش کی کہ مجھے میدانِ جنگ میں شہادت کا رتبہ ملے، مگر مجھے نصیب نہ ہوئی۔ دس خوش نصیب آدمی تھے کہ لب کوثر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کی حضوری کا شرف حاصل کر رہے ہیں اور فرحت اور سرور میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ اجازت دیں کہ ہم آرام کریں اور آپ بھی متفکر نہ ہوں۔ خدا نے چاہا، تو میں اپنے ہمراہیوں کو دشمنوں کے پنجوں سے چھڑا لاؤں گا۔ رات خوشی اور شکرانے میں بسر کیجیے اور اللہ تعالٰی سے فضل کی امید رکھیے۔"

جب جبلہ ہزیمت کھا کر لشکر گاہ میں پہنچا، تو باہان نے اُسے اپنے پاس بلا کر کہا: "آج کی کیفیت سناؤ۔" جبلہ نے کہا: "اے سردار! ہمارے مقابلے پر ساٹھ مسلمان جوان نکلے، مگر یہ ساٹھ ایسے تھے، جو تمام لشکرِ اسلام میں سرکردہ اور مشہور بہادر ہیں۔ ہم نے ان کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ اگر ہم

ان ساٹھ کو قتل کر ڈالتے، تو پھر لشکرِ اسلام میں ہمارے مقابلے کا کوئی آدمی باقی نہ رہتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ چند آدمی بچ رہے ہیں، کیونکہ وہ ہمارا تعاقب کیے آرہے تھے۔ اگر تاریکی نہ ہو جاتی اور مجھے اپنے آدمیوں کے باہم کٹ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو ہم ان سب کو مار ڈالتے، مگر مجبوراً ہم کو واپس ہونا پڑا۔ یہ پانچ آدمی جو میں گرفتار کر لایا ہوں، بڑے نامی شجاع اور سردار ہیں۔ ان کے گھوڑے زخمی ہو گئے، تلواریں ٹوٹ گئیں، نیزے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، تو میرے ہمراہیوں نے گرفتار کر لیا۔ بنی غسان نے بڑی جواں مردی کا کام کیا اور دشمنوں کو متفرق کر کے ہلاک کیا۔ اگر ہم ان کا حلقہ نہ توڑ دیتے، تو ان پر غالب آنا مشکل تھا، کیونکہ پہلے دو حملوں میں انھوں نے ہمیں پسپا کر دیا تھا۔" باہان نے کہا: "جبلہ! تمھاری قوم بنی غسان بڑی جنگجو اور لڑاکا ہے۔ شاہِ ہرقل کو تم پر بڑا بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے تمھیں لشکر کا مقدمۃ الجیش بنایا اس امید پر کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ مگر آج ساٹھ مسلمانوں نے تمھارے ساٹھ ہزار کو میدان سے بھگا دیا اور کئی ہزار قتل کیے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں حیران ہوں، جس آدمی کو ایلچی بنا کر بھیجتا ہوں، وہ ناکام واپس آتا ہے۔ جسے لڑنے بھیجتا ہوں، وہ شکست کھا کر واپس آتا ہے۔ میں بنی غسان کے لیے یہ بات قابلِ تعریف نہیں سمجھتا کہ دن بھر میں ان سے ساٹھ بھی قتل نہ ہو سکے۔ تم سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔" جبلہ نے کہا: "ان ساٹھ شیروں کا مقابلہ کرنا بنی غسان ہی کا کام تھا۔ اگر ان کی بجائے تمھارا سارا لشکر ان کے مقابل ہوتا، تو آدھے دن میں تم کو بھگا

دیتے اور اس سے دُگنے قتل کر دیتے۔" باہان یہ سُن کر طیش میں آیا اور کہنے لگا: "اچھا، میں اپنی ارمن قوم کو لے کر خود میدان میں نکلوں گا۔ دیکھوں گا، کہ ارمن تیر اندازوں کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے اور اہل عرب کس گھاٹ اترتے ہیں۔" جب لشکرِ اسلام اپنے کمپ میں آرام کر رہا تھا، تو ابو عبیدہ نے خلیفہ ثانی کی خدمت میں ایک خط لکھ کر ایک تیز رفتار سوار کے ہاتھ روانہ کیا، جس میں یہ اطلاع دی کہ شاہِ ہرقل نے تمام علاقوں سے امداد طلب کر کے پانچ لاکھ جوان ہمارے مقابلے کے لیے یرموک بھیج دیے ہیں۔ ان میں ساٹھ ہزار بنو غسان ہیں، جو جبلہ بن ایہم کے ماتحت ہیں۔ آج جبلہ کے ساٹھ ہزار جوان میدان میں مقابلے کے لیے نکلے۔ ہم میں سے صرف ساٹھ اُن کے مقابلے پر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دشمنوں پر غالب کیا اور پانچ ہزار بنی غسان مقتول ہوئے۔ ہماری طرف سے دس آدمی شہید ہوئے اور پانچ گرفتار ہو گئے۔ میری درخواست ہے کہ آپ ہماری اس جرأت کو، جو ہم نے باہمی مشورے کے بعد بہ لحاظِ مصلحتِ جنگ کی ہے، معاف فرمائیں اور ہماری امداد کے لیے اور لشکر ارسال فرمائیں، کیونکہ ہماری تعداد اس وقت چالیس ہزار ہے۔"

جب عبداللہ بن قرط یہ خط لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے، تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کی، پھر حضرت ابُوبکر صدیقؓ کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد خط لیے ہوئے خلیفہ عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس اُس وقت حضرت

علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت طلحہؓ بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے خط لے کر چپ چاپ پڑھا۔ خط پڑھتے ہی ان کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"۔ حضرت علیؓ نے کہا: "اے امیرالمومنین! ہمیں بھی اس خط کے مضمون سے آگاہ کیجیے، جس کے مطالعے سے آپ کی حالت غیر ہو گئی۔" حضرت عمرؓ نے خط پڑھ کر سنایا۔ مسلمانوں کی شجاعت، ان کا استقلال، اُن کی ثابت قدمی سُن کر سب کا دل بھر آیا اور عبدالرحمٰن بن عوف نے نہایت متاثر ہو کر کہا: "اے امیرالمومنین! ہم لوگوں کو آپ اجازت دیں کہ ہم اپنے بھائیوں کی امداد کو پہنچیں۔ خدا نے چاہا، تو ہمارے جانے سے اہلِ اسلام کے دل قوی ہو جائیں گے اور ہم ان کے رنج و راحت میں شریک ہوں گے۔" حضرت عمرؓ یہ کلام سُن کر بڑے متاثر ہوئے اور عبداللہ بن قرط سے پوچھا: "اے ابنِ قرط! رومیوں کا سردارِ لشکر کون ہے؟" عبداللہ نے کہا: "رومی لشکر کے پانچ سردار ہیں۔ اور ہر ایک کے ماتحت ایک لاکھ فوج ہے۔ ایک کا نام قوریر ہے اور وہ شاہِ ہرقل کا بھانجا ہے، دوسرا دریجان ہے، تیسرا قناطیر، چوتھا جرجیر، پانچواں باہان ارمینیا کا بادشاہ ہے اور وہ سارے لشکر کا سپہ سالار ہے۔ اس کا مقدمۃ الجیش جبلہ بن ایہم ہے اور اس کے ماتحت ساٹھ ہزار بنی غسان ہیں، جن میں سے پانچ ہزار ہمارے بہادروں نے قتل کر دیے۔" حضرت عمرؓ نے کہا: "دشمن چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھا دیں، مگر یہ نور تو جہان میں روشن ہو گا، خواہ دشمن تنگ ہوں یا ترش۔"

پھر آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا: "آپ اس امر میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟" حضرت علیؓ نے کہا: "آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے! آپ کو بشارت ہو کہ مسلمانوں کو یہ بڑا سخت معرکہ پیش آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے ایمان اور صدق کی آزمائش آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کام دیکھے گا۔ جو شخص اس معرکے میں صبر کرے گا اور اللہ پر کامل ایمان اور بھروسہ رکھے گا، وہ اجرِ عظیم کا مستحق ہوگا اور جو شخص منہ پھیرے گا، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ بڑے فتنے کا مقام ہے اور اس میں بڑی ہلاکت ہوگی۔" حضرت عباس نے پوچھا: "اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ ہلاکت کس فریق پر ہوگی؟" حضرت علیؓ نے فرمایا: "اے میرے چچا! یہ ہلاکت اس فریق پر آئے گی، جو اسلام کے دشمن ہیں اور اللہ کا نور بجھانے پر آمادہ ہیں۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ غالب کرے گا اور دنیا کے سامنے یہ واقعہ ایک معجزہ ہوگا۔ اے امیر المومنین! ابو عبیدہؓ کو لکھیے، کہ انجام نیکو کاروں کا ہے۔ صبر اور استقلال کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور بھروسہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ضرور فتح دے گا۔" حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ کو خط لکھا:

"تُمہارا خط پہنچا۔ تُمہاری جرأت و ہمّت پر آفرین! مگر یاد رکھو، کہ فتح اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے چاہتا ہے، فتح دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، شکست۔ تُمہارے حیرت انگیز کارنامے محض الٰہی تائید ہے اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا

کمک عنقریب بھیجی جائے گی، مگر فتح کثرت سے نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے۔ اللہ تعالیٰ ہی قلیل جماعت کو کثیر دشمنوں پر فتح دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر دشمنوں کے مقابل ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹے رہو۔ دشمن کی کثرت کو مطلق خیال میں نہ لاؤ۔ صرف اللہ تعالیٰ کا ڈر اپنے دل میں رکھو، تمام مسلمانوں کو تاکید کرو کہ صبر اور ثابت قدمی کو پیش نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو غالب کرے گا۔ یہ معرکہ تمہارے سامنے ایک آزمائش ہے۔ جو شخص اس آزمائش میں پورا اترے گا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرے گا۔ میں پھر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا اصول رکھو اور لحظہ بھر کے لیے بھی اسے فراموش نہ کرو۔ اسی پر تمہاری کامیابی منحصر ہے۔"

یہ خط لکھ کر حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن قرط کے حوالے کیا اور فرمایا: "جلد لشکرِ اسلام میں پہنچو۔" عبداللہ نے کہا: "آپ نے کوئی لشکر میرے ساتھ نہیں کیا۔ اگر میں تنہا پہنچوں گا، تو مسلمان مایوس ہوں گے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "کمک عنقریب ارسال ہوگی۔ تم خط لے جاؤ تاکہ مسلمانوں کو خط پڑھ کر تقویت حاصل ہو۔ تمام مسلمانوں کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ صدقِ دل سے دشمنوں پر شدت کرو، شیروں کی طرح حملہ کرو اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرو۔" عبداللہ بن قرط نے کہا: "آپ ہم سب کے

لیے دُعا کریں۔" حضرت عمرؓ اور آپ کے ہمراہیوں نے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالےٰ سے اسلامی لشکر کے لیے نصرت و تائید کی دعا مانگی۔ عبداللہ بن قرط کے دل کو تسکین ہوئی اور وہ یرموک کی طرف روانہ ہوئے جب وہ یرموک کو روانہ ہو چکے، تو حضرت عمرؓ نے یمن، حضرموت اور مکے سے سات ہزار جوان ابو عبیدہ کی کمک کے لیے روانہ کیے اور اُنھیں تاکید کی کہ بہت جلد میدان جنگ میں پہنچ جائیں۔ جنگ یرموک کی دوسری صبح کو باہان نے جبلہ سے کہلا بھیجا کہ مسلمان قیدی ہمراہ لے کر آؤ۔ جبلہ مسلمان قیدیوں کو باہان کے روبرو لے گیا۔ باہان نے اُن کو ایک نظر دیکھ کر کہا: "جب تک قتل کا حکم نہ دوں، انھیں قید رکھو۔" پھر اُس نے جبلہ سے کہا: "یہ قیدی تو کمزور اور ضعیف دکھائی دیتے ہیں۔" جبلہ نے کہا: "یہ دیکھنے میں کمزور اور لاغر ہیں، مگر میدانِ جنگ میں شیر کی طرح گرجتے ہیں۔ یہ پانچوں اسلامی لشکر کے سردار ہیں۔ ان کے ہمراہیوں کو ہم نے قتل کیا، مگر ایک سردار ضرور ہمارے ہاتھ سے بچ رہا، اور وہ ان سب میں دلیر ہے۔" باہان نے پوچھا: "وہ کون ہے؟" جبلہ نے کہا: "خالد بن ولید، جس نے تدمر، حوران، بُصریٰ، دمشق وغیرہ فتح کیے، اجنادین میں رومی لشکر کو شکست دی اور حاکم قنسرین کو ہمارے لشکریوں کے روبرو قتل کر ڈالا۔ اہل عرب میں اگر کوئی بہادر ہے، تو بس وہ۔ اسی کے باعث باقی سردار بھی شجاعت سے لڑتے ہیں۔ اگر وہ مارا جاتا، تو لشکرِ اسلام ایک منٹ بھی مقابلے پر نہ ٹھیر سکتا۔" باہان نے کہا:

"اُسے کسی تدبیر سے کیوں نہ قتل کر دیں ؟ اگر ایک شخص کی ذات پر ہماری فتح و شکست کا حصر ہے، تو اس کے ساتھ کوئی فریب کریں" جبلہ نے کہا: "فریب یوں چل سکتا ہے کہ اس کو یہاں بُلا کر گرفتار کر لیں" باہان نے کہا: "وہ کیوں ہمارے پاس آئے گا؟" جبلہ نے کہا: "ان کے ہمراہی ہمارے پاس گرفتار ہیں۔ اسلامی سرداران کی رہائی کے لیئے ضرور متردّد ہوں گے۔ بہتر ہے کہ کسی آدمی کو اسلامی کمیپ میں بھیجو، جو یہ پیغام دے کہ باہان خالدؓ بن ولید سے مسلمان قیدیوں کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ اگر صلح کی تجویز باہم قرار پا گئی، تو مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ جب اہلِ اسلام یہ پیغام سنیں گے، تو خالدؓ بن ولید کو فی الفور بھیج دیں گے۔ جب یہاں آئیگا، تو گرفتار کر لیں گے اور پانچوں قیدیوں کے ہمراہ اس کو بھی قتل کروا دینگے۔ مگر اس میں بدنامی ضرور ہوگی اور تمہارے نام پر دھبّہ آئے گا" باہان نے کہا: "اس طرح اہلِ اسلام کو شکست ہوتی ہے اور یہ بلا ہمیشہ کے لیئے ہمارے ملک سے دفع ہوتی ہے، تو بدنامی کا کیا خوف؟ شاہ ہرقل سن کر بڑا خوش ہوگا اور ہماری عزت افزائی کرے گا"۔ جبلہ نے کہا: "بدنامی کا خوف نہیں، تو اس تجویز کو جلدی عمل میں لاؤ" باہان نے فی الفور ایک ایلچی اسلامی کمیپ میں بھیجا، جس نے ابو عُبیدہ کے پاس حاضر ہو کر باہان کا پیغام دیا۔ ابو عبیدہؓ پہلے ہی خالد بن ولید سے بھی مشورہ کر رہے تھے کہ قیدیوں کو چھڑانے کی کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔

اب باہان کا پیغام سن کر خالد بن ولید خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں جانے کو تیار ہوں۔ ابو عبیدہ نے کہا: "تنہا مت جاؤ۔ احتیاطاً سو سوار ہمراہ لے جاؤ۔ ممکن ہے، دشمن تم سے دغا کرے۔" چنانچہ خالد بن ولید سو مسلح سوار ہمراہ لے کر رومی کیمپ کی طرف گئے۔ جب جبلہ کے کیمپ میں، جو سب سے آگے تھا، پہنچے، تو جبلہ نے ان سے پوچھا: "تم کیوں آئے ہو؟" خالد بن ولید نے کہا: "باہان سے ملنے آئے ہیں۔" جبلہ نے کہا: "باہان نے تو صرف تم کو بلایا تھا، تم یہ سوار کیوں ہمراہ لائے ہو؟" خالد نے کہا: "اس لیئے کہ باہان کوئی مسئلہ پیش کرے، تو میں ان سے مشورہ کر لوں، کیونکہ ہم باہمی مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔" جبلہ نے کہا: "تم یہیں ٹھیرے رہو۔ میں باہان سے دریافت کر آؤں۔" جبلہ گھبرایا ہوا باہان کے پاس گیا اور کہا: "خالد بن ولید آیا تو ہے، مگر اس کے ہمراہ سو سوار ہیں۔" باہان نے کہا: "وہ بڑا ہوشیار آدمی ہے، مگر کیا مضائقہ ہے؟ ایک کیا، ایک سو ایک کیا، جب ہمارے کیمپ کے اندر آ جائیں گے، تو پھر کہاں نکل سکیں گے؟ اچھا ہے کہ ہم سب کو گرفتار کر لیں۔ جتنے مسلمان ہمارے ہاتھ آ جائینگے، اتنا ہی بہتر ہے۔" جبلہ واپس گیا اور خالد بن ولید سے کہا: "باہان تم سے ملنے کے لیئے تیار ہے۔" خالد بن ولید سواروں سمیت آگے بڑھے اور باہان کے خیمے کے سامنے سب گھوڑوں سے اتر پڑے۔ ایک رومی افسر نے کہا: "ہتھیار مجھے دے دو اور خیمے میں چلے جاؤ۔" خالد بن ولید

نے کہا: "ہم ہتھیار ہرگز نہیں دیں گے۔ اگر باہان کو خوف ہے، تو خیمے سے باہر نکل کر گفتگو کرلے۔" رومی افسر نے باہان کو اطلاع دی تو اُس نے کہا: "کچھ مضائقہ نہیں، ہتھیاروں سمیت آنے دو۔"



۱۱۔ جنگِ یرموک کا دُوسرا دن

باہان نے خالد بن ولید اور اُن کے ہمراہیوں کو بڑی عزت کے ساتھ اپنے خیمے میں بٹھایا اور معمولی مزاج پرسی کے بعد کہا: "اے عربی سردار! میں نے صرف تمھیں بلایا تھا کہ صلح کے بارے میں گفتگو کروں۔ تم ناحق اتنے آدمی ہمراہ لے آئے۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "میں ان کو اس لیے لایا ہوں کہ ان سے ہر بات میں مشورہ کروں۔" باہان نے کہا: "تم عربی لشکر میں ایک سردار ہو اور بڑے دانشمند معلوم ہوتے ہو۔ تمھیں مشورے کی کیا ضرورت ہے؟ تم بطورِ خود سب کچھ کر سکتے ہو۔" خالد بن ولید نے کہا: "ہمیں ہمارے خدا اور رسولؐ کا حکم ہے کہ ہر بات میں باہم مشورہ کر لیا کرو۔ ہمارے خلیفہ نے بھی ہم کو سخت تاکید کر دی ہے کہ باہمی مشورے کے بغیر کوئی کام مت کرو۔" باہان نے کہا: "سردار آپس میں مشورہ کیا کرتے ہیں: عام سپاہیوں کو مشورے میں کوئی شریک نہیں کرتا۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "ہم میں کوئی عام سپاہی نہیں، سب سردار ہیں اور سب کا مشورہ لینا ضروری ہے ہمارا خلیفہ بھی عام رائے سے منتخب ہوتا ہے اور وہ اسی وقت تک خلیفہ رہ سکتا ہے جب تک وہ احکامِ خدا و رسولؐ کی پیروی کرتا رہے اور ہم سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار رہے۔ ہم ایک دوسرے کو عزت کی نگاہ سے

دیکھتے ہیں۔ کسی کو ادنٰے نہیں سمجھتے۔ اس لیئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان لوگوں کو ہمراہ لاؤں تاکہ ضرورت پر ان سے مشورہ لے لوں۔ دوم میں ان لوگوں کو احتیاطاً بھی ساتھ لایا ہوں، کیونکہ یہ کیمپ دشمنوں کا ہے اور دشمنوں سے ہر وقت چوکنا رہنا ضروری ہے۔ اب تم مطلب کی بات کرو۔"

باہان نے کہا: "میں نے تمہیں صلح کے لیئے بلایا ہے۔ اس سے پہلے میں نے شاہِ ہرقل کا پیغام تم کو پہنچایا تھا، جسے تم نے منظور نہیں کیا۔ میں اس سے اور اضافہ کرتا ہوں یعنی سو دینار تمہارے ہر ایک سپاہی کو، ہزار دینار تمہارے سپہ سالار کو اور دس ہزار دینار تمہارے خلیفہ کو۔ علاوہ اس کے تمہارے پانچ ہمراہی، جو ہماری قید میں ہیں، رہا کر دیئے جائیں گے اور میں تمہیں اپنا بھائی بناؤں گا۔" خالدؓ نے کہا: "ہم جو شرائطِ صلح پیش کر چکے ہیں، ان میں کمی بیشی کا ہمیں کوئی اختیار نہیں۔ اگر تم میرے بھائی بننا چاہتے ہو تو صدقِ دل سے اسلام قبول کرو۔ اگر بغیر اسلام لانے کے صلح چاہتے ہو، تو ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ اس کے سوا تیسری بات نہیں ہو سکتی۔" باہان نے کہا: "تم دانشمند آدمی ہو، کیوں اپنا نفع نقصان نہیں سوچتے؟ دیکھو، شاہانِ روم نے اہلِ عرب پر کس قدر مہربانیاں کیں ہیں۔ تمہارے قبیلے آوارہ و سرگردان ننگے بھوکے ہمارے علاقے میں آتے رہے اور ہم نے ان کو جگہ دی۔ وہ ہمارے علاقے میں آباد ہو گئے اور آسودہ حال ہو گئے۔ جھلستے ریگستانوں کے بجائے وہ شاداب زمینوں کے مالک بن گئے۔ ہم نے کبھی ان کو رد نہیں کیا ہمیشہ

اُن کو پناہ دیتے رہے۔ لیکن تم اُن کے بھائی تلوار اور نیزے لے کر ہم پر حملہ آور ہوئے، ہمارے شہر فتح کر لیے اور ہماری دولت چھین لی۔ اب بھی ہم تم کو عزت کے ساتھ رخصت کرتے ہیں، لیکن تم ماننے میں نہیں آتے۔ دیکھو! اس لڑائی کا انجام تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے، یا ریگستان کی طرف بھگا دیے جاؤ گے اور تمہارا بُرا حال ہوگا۔" خالدؓ نے کہا: زیادتی تمہاری طرف سے ہوئی۔ ہم نے تمہارا مقابلہ کیا اور بزورِ شمشیر تم کو مغلوب کیا۔ جو کچھ ہم نے تم سے لیا، وہ آئینِ جنگ کے بموجب اپنا حق سمجھ کر لیا۔ ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ جنھوں نے امان مانگی، ان کو امان دی۔ جنھوں نے صلح کی، اُن سے صلح کی۔ جو لڑائی پر آمادہ ہوئے، اُن سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ہم نے قاعدۂ جنگ کی کبھی خلاف ورزی نہیں کی۔ کسی جگہ عہد شکنی نہیں کی۔ ہاں، تمہاری طرف سے عہد شکنی ہوتی رہی۔ ہم الزام سے بالکل بری ہیں۔ کل تم لڑائی کو نکلے، ہم لڑے۔ آج تم نے صلح کے لیے بلایا، ہم حاضر ہو گئے۔" باہان نے کہا: "تمہاری خواہش ہرگز صلح کی نہیں۔ تم اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہو اور وہی شرطیں بار بار پیش کرتے ہو۔ میں دنیا کا بادشاہ ہوں۔ شاہِ ہرقل میرے جیسے کئی بادشاہوں پر شہنشاہ ہے۔ وہ بڑا عالی مرتبہ اور ذی شان قیصر ہے۔ تم مجھ کو اور اُسے اسلام اور جزیہ قبول کرنے کی دعوت دیتے ہو! تمہاری عقل کہاں گئی ہے؟ جو شہنشاہ چشم زدن میں پانچ لاکھ فوج مقابلے کے لیے بھیج سکتا ہے، وہ تمہاری گیدڑ بھبکیوں میں کب آ سکتا ہے؟ کوئی مشتبہ نہیں، موت تمہارے

سر پر سوار ہے اور تم ہلاک ہونے کے سزاوار ہو۔ مجھے اُمید نہیں کہ اگر تم لڑائی پر آمادہ رہے، تو اس میدان سے جیتے جی واپس پھرو گے۔ موت تمہیں اِس طرف گھیر کر لے آئی ہے۔ اگر تم صلح نہیں کرو گے، تو میں ابھی مسلمان قیدیوں کو بلا کر تمہارے سامنے قتل کر دوں گا۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "تم ہمیں موت سے کیوں ڈراتے ہو؟ مسلمان قیدیوں کی یہ عین تمنا اور میری بھی یہی خواہش ہے۔ ہم موت کا ڈر نہیں رکھتے۔ ہم موت کو تمہاری طرح موت خیال نہیں کرتے۔ ہم موت کو زندگی سمجھتے ہیں۔ ہم تمہاری کثرت کی کوئی پروا نہیں کرتے، بلکہ مجھے تو یہ دکھائی دے رہا ہے کہ تمہارا تمام لشکر کچھ قتل ہو گیا ہے، کچھ بھاگ نکلا ہے، تم ہمارے پنجے میں گرفتار ہو گئے ہو، تمہارے گلے میں رسّی ہے، ڈال کر ہم اپنے خلیفہ کے روبرو لے گئے ہیں اور خلیفۂ ثانی کے حکم سے تمہاری گردن ماری گئی ہے۔" یہ ترکی بہ ترکی جواب سن کر باہان طیش میں آگیا، اس کے محافظ سپاہیوں نے، جو خیمے میں موجود تھے، تلواروں پر ہاتھ رکھ لیا۔ خالدؓ بن ولید ان کے تیور بگڑے دیکھ کر ایک جست کر کے باہان کے تخت پر چڑھ گئے اور تلوار کھینچ لی۔ خالدؓ کے ہمراہیوں نے بھی تلواریں کھینچ کر تخت کے گرد حلقہ باندھ لیا۔ خالدؓ نے پکار کر کہا: "اگر رومی ایک انچ بھی آگے بڑھے، تو میں باہان کا کام تمام کر دوں گا، خواہ ہم سب کے سب اس خیمے کے اندر ہی قتل ہو جائیں۔" باہان کا رنگ فق ہو گیا، اس کے سپاہی سہم گئے اور خالدؓ کی پھرتی اور جرأت دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ باہان نے اپنے آپ کو گرفتارِ بلا دیکھا، تو

کہا: "تمہاری سخت کلامی سے مجھے غصہ آگیا تھا، تاہم میرا ارادہ تمہیں اذیت پہنچانے کا نہ تھا۔ تم تلواریں نیام میں کرلو اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔" خالدؓ نے کہا: "ہم تلواریں نیام نہ کریں گے۔ جب تک مسلمان قیدیوں کو آزاد کر کے اُن کو ہتھیار اور گھوڑے دے کر ہمارے ہمراہ نہ کر دو۔" باہان کو اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی۔ اُس نے فی الفور حکم دیا کہ مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے لے آؤ۔ فی الفور مسلمان قیدی رہا کر دیے گئے اور وہ مسلح ہو کر اپنے ہمراہیوں میں آملے۔ خالدؓ بن ولید نے کہا: "ہمارے ساتھ حلفیہ عہد کرو کہ خیمے سے باہر ہمارا کوئی مزاحم نہ ہوگا، ورنہ ہم تمہارا محاصرہ نہیں چھوڑیں گے۔" باہان نے جبلہ سے مل کر یہی تجویز تو کی تھی کہ جب خالدؓ اور اس کے ہمراہی خیمے سے باہر نکلیں تو اُن کو گھیر لیا جائے، مگر خالدؓ بن ولید کی جرأت سے وہ خود گھر گیا اور اُس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اس نے حلفیہ عہد کیا اور جبلہ کو بلا کر کہا کہ خالدؓ بن ولید اور اس کے ہمراہیوں کو بحفاظت کمپ کے باہر چھوڑ آؤ۔ جبلہ نے دانت پیسے، مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟ خالدؓ بن ولید اپنے ہمراہیوں سمیت خوشی کے نعرے بلند کرتے ہوئے صحیح سالم اپنے کمپ میں پہنچ گئے۔ لشکرِ اسلام نے مسلمان اسیروں کو خالدؓ بن ولید کے ہمراہ دیکھا، تو بہت ہی خوش ہوئے اور اللہ اکبر کے نعرے زور کے ساتھ بلند کیے۔ ابو عبیدہؓ اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائے اور خالدؓ بن ولید کے حق میں دعائے خیر کی۔ پھر خالدؓ سے کہا: "اے ابا سلیمان! کیا فیصلہ کر آئے؟" خالدؓ نے کہا: "ہماری شرائط وہ منظور نہیں کرتے اور ہم نے اُن کی منظور نہیں کیں۔ لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

ابو عبیدہؓ نے دریافت کیا: "ان لوگوں کو رہائی کیسے ملی؟" خالد بن وہب نے تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو عبیدہؓ اور تمام مسلمان بہت مسرور ہوئے۔

اُس دن لڑائی بند رہی اور بنی غسان میدان سے اپنے مقتولوں کو اُٹھا کر دفن کرتے رہے۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکریوں کو شام کی نماز کے بعد اطلاع دی کہ کل لڑائی پھر شروع ہو گی۔ پہلی لڑائی میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ اور دشمنوں کے دلوں میں ہماری ہیبت ڈال دی۔ کل تم بڑے صبر اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا، میدانِ جنگ سے منہ نہ موڑنا، بلکہ موت کا آگے بڑھ کر استقبال کرنا اور اس بات کو بخوبی یاد رکھنا کہ سعادتِ دارین وہی حاصل کرے گا، جو کل اللہ اور اس کے رسولؐ کو راضی کرے گا۔ ابو عبیدہؓ کے بعد خالدؓ بن ولید نے کہا: "اے میرے بھائیو! دشمنوں کی کثرت کا خیال نہ کرنا۔ میں آج اُن کے لشکر میں گیا تھا۔ بیشک وہ تعداد میں مور و ملخ کے برابر ہیں، مگر ہمتیں ٹوٹے ہوئے اور حوصلے ہارے ہوئے ہیں۔ اگر تم ثابت قدم رہو گے، تو اللہ تعالیٰ تم کو غالب کرے گا۔ آج رات کو اللہ تعالیٰ سے صبر و نصرت کی دُعا مانگتے رہنا۔" جب صبح ہوئی، تو ابو عبیدہؓ نے نماز سے فراغت پا کر خالدؓ بن ولید سے کہا: "اے ابا سلیمان! میں نے تمہیں اس لشکر پر سردار مقرر کیا۔ تم لشکر کی صفیں درست کرو اور جسے چاہو، میمنے میسرے پر سردار مقرر کرو اور اپنی تدبیر سے لشکر کو آراستہ کرو۔" پھر لشکریوں کو حکم دیا: "جو کچھ خالدؓ بن ولید حکم دیں، اُس کی دل و جان سے تعمیل کرنا اور ان کے خلافِ حکم کچھ نہ کرنا۔" خالدؓ بن ولید نے ایک قابل جرنیل

کی طرح لشکرِ اسلام کو آراستہ کیا اور میمنے میسرے پر چیدہ چیدہ سردار مقرر کیے۔ اُدھر باہان نے بھی اپنا لشکر میدان میں نکالا اور اس کی تیس صفیں ایک دوسری کے پیچھے کھڑی کیں۔ جب دونوں لشکر آراستہ ہو کر بالمقابل ہو گئے، تو رومی لشکر میں سے ایک رومی پہلوان میدان میں نکلا اور حریف کو طلب کیا۔ لشکرِ اسلام میں سے روماس حاکمِ بصریٰ، جو فتح بصریٰ کے بعد مسلمان ہو کر لشکرِ اسلام میں مل گئے تھے، مقابلے کے لیے نکلے۔ روماس نے رومی پہلوان کو رومی زبان میں مخاطب کیا۔ اس پر رومی پہلوان نے اُن کو ملامت کی۔ کہ تو رومی نسل کا آدمی ہو کر کیوں مسلمان ہو گیا۔ روماس نے کہا: "میں نے اسلام کو اچھا دین پایا، میرا دل اس کی عظمت کا قائل ہو گیا اور میں صدقِ دل سے مسلمان ہو گیا۔ واقعی اہلِ عرب راستی پر ہیں اور تم لوگ خطا پر "۔ رومی پہلوان نے کہا: "میں اہلِ عرب کے دین کو نہایت زبوں سمجھتا ہوں"۔ روماس نے کہا: "تو گمراہ ہے"۔ رومی پہلوان نے بگڑ کر روماس پر حملہ کیا اور انھوں نے اس کا وار حوصلے سے سنبھالا۔ کچھ دیر تک برابر وار پڑتے رہے، اور دونوں لشکر ان کے کرتب دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔ آخر رومی پہلوان نے سبکدستی کر کے روماس پر ایک سخت وار کیا، جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ روماس زخمی ہو کر گھوڑا دوڑا کر واپس آ گئے اور ان کا زخم دھو کر باندھا گیا۔ رومی پہلوان میدان میں شیر کی طرح گرجنے لگا۔ اسلامی لشکر سے میسرہ بن مسروق میدان میں نکلے، مگر خالدؓ بن ولید نے اُن کو روک لیا اور کہا: "رومی پہلوان سے لڑنے کی نسبت تمہارا اپنی جگہ پر ٹھیرنا زیادہ ضروری ہے"۔

اِس پر عامر بن طفیل نکلے۔ اُن کو بھی خالدؓ نے روک لیا اور کہا: ”تم کمسن ہو اور رومی پہلوان بڑا آزمودہ کار ہے تم اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکو گے۔“ عامر بن طفیل نے کہا: ”اے سردار! آپ نے اس رومی پہلوان کی وقعت بڑھا دی ہے اور ہمارے دلوں میں اس کا خوف ڈال دیا ہے۔“ خالد نے کہا: میں نے اس کی لڑائی کا ڈھنگ دیکھ لیا ہے، وہ ہمارے ایک پہلوان پر غالب آچکا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ دوسرے آدمی پر بھی غالب آجائے اس طرح رومیوں کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ تم اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔“ اس کے بعد حرث بن عبداللہ نکلے۔ خالدؓ نے اُن سے کہا: ”بے شک تم مضبوط آدمی ہو، مگر یہ بتاؤ کہ اس سے پہلے بھی تم نے تنہا کسی پہلوان کا مقابلہ کیا ہے؟“ حرث نے کہا: ”نہیں“۔ خالدؓ نے کہا: ”تو تم بھی مقابلے پر نہ جاؤ۔“ اس پر قیس بن ہبیرہ میدان میں نکلے اور خالدؓ سے اجازت مانگی۔ خالدؓ نے کہا: ”بے شک تم رومی پہلوان کے برابر ہو۔ بسم اللہ، مقابلے پر جاؤ، مگر ہشیار رہنا، کیونکہ رومی پہلوان فنِ جنگ میں پورا ماہر معلوم ہوتا ہے۔“ رومی پہلوان نے للکار کر آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا کہ قیس اس کے مقابل ہوئے پہلے تو نیزہ بازی ہوئی اور قیس نے اچھے کرتب دکھائے۔ رومی پہلوان بھی نیزہ بازی میں ماہر تھا، دونوں برابر اترے۔ پھر نیزے پھینک کر دونوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ قیس نے بڑے زور سے تلوار کا وار کیا۔ رومی نے تلوار کا وار ڈھال پر سنبھالا، مگر تلوار ڈھال سے ہٹکر رومی کے خود پر پڑی اور پڑتے ہی دو ٹکڑے ہوگئی۔ رومی کو کچھ آسیب نہ آیا اور اس نے قیس کو بے

ہتھیار پا کر اُن پر حملہ کیا، مگر قیس معاً گھوڑا پھیر کر میدان سے نکل گئے جب اپنے لشکر کے قریب پہنچے، تو اُن کے دل نے اُن کو ملامت کی اور کہا: قیس! تو کیوں میدان چھوڑ آیا ہے؟ موت کیا شے ہے کہ تو اس سے ڈر گیا؟ قیس نے پھر گھوڑے کا رُخ میدان کی طرف کر لیا اور چھوٹا سا خنجر کمر سے نکال لیا۔ معاً خالدؓ بن ولید نے پکار کر کہا: "قیس! واپس آجاؤ۔" قیس نے بلند آواز سے کہا: "کیا آپ میری زندگی میں کوئی گھڑی گھٹا بڑھا سکتے ہیں؟" خالد نے کہا: "نہیں"۔ یہ سُن کر قیس نے میدان کی طرف منہ کر لیا۔ خالد نے پکار کر کہا: "قیس کے پاس تلوار نہیں۔ کوئی ہے، جو اُس کو تلوار دے آتے؟" عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ نے نکل کر کہا: "میں جاتا ہوں"۔ خالدؓ نے اُن کو تلوار دی اور کہا: "جلد پہنچو"۔ عبدالرحمٰن چشم زدن میں قیس کے پاس پہنچ گئے اور تلوار دے دی۔ عبدالرحمٰن کو میدان میں آتے دیکھ کر رومیوں نے سمجھا کہ وہ اپنے ہمراہی کی امداد کو نکلے ہیں۔ چنانچہ دو رومی سوار اپنے پہلوان کی امداد کو آ پہنچے اور ایک نے عبدالرحمٰنؓ سے کہا: "تم لوگ بڑا دعویٰ کرتے ہو کہ ہم صاحب انصاف ہیں"۔ عبدالرحمٰن نے کہا: "بے شک ہمارا یہ دعویٰ سچا ہے"۔ رومی نے کہا: "یہ کیا انصاف ہے کہ دو پہلوان لڑ رہے ہیں اور تم اپنے ہمراہی کی مدد کو پہنچ گئے!" عبدالرحمن نے کہا: "میں تمہارے پہلوان سے لڑنے نہیں آیا، بلکہ اپنے پہلوان کو تلوار دینے آیا ہوں اور اگر تم کو دو اور ایک کا اتنا خیال ہے، تو تم دو ہو، میں اکیلا ہوں، آؤ، مجھ سے مقابلہ کر لو"۔ قیس اور ان کا حریف عبدالرحمٰن کی باتیں سُن کر

تعجب کر رہے تھے۔ وہ دونوں رومی پہلوان بھی متعجب ہوئے اور کہا: "اچھا تم ایسے ہی دلیر ہو کہ دو پہلوانوں سے لڑ سکتے ہو، تو آؤ، تمہاری آزمائش کریں۔" دونوں حملہ آور ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے گھوڑا پھیر کر دونوں کے وار خالی دے اور پھر سامنے ہوتے ہی ایک رومی پر ایسا تاک کر نیزہ لگایا کہ اس کی زرہ توڑ کر جگر کے پار ہو گیا۔ رومی گھائل ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پہلا رومی جو قیس کے مقابل تھا، اپنے ہمراہی کو مقتول دیکھ کر اور غصہ کھا کر عبدالرحمٰنؓ کی طرف لپکا۔ قیس بھی عبدالرحمٰنؓ کی امداد کو پہنچے، مگر عبدالرحمٰنؓ نے انہیں خدا کا واسطہ دے کر کہا: "پیچھے ہٹ کر ذرا دم لے لو اور مجھ اکیلے کو ان دونوں رومیوں سے مقابلہ کرنے دو۔" قیس پیچھے ہٹ گئے اور عبدالرحمٰنؓ دونوں رومیوں کے بالمقابل ہوئے۔ دونوں نے یک بارگی عبدالرحمٰنؓ پر وار کیا۔ عبدالرحمٰنؓ کا گھوڑا بجلی کی طرح کوند گیا اور رومیوں کے دونوں وار خالی گئے۔ منہ پھیرتے ہی عبدالرحمٰنؓ نے ایک رومی پر تلوار کا وار کیا اور اس کو دو ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دیا۔ تیسرا رومی یہ سبک دستی دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ عبدالرحمٰنؓ نے قیس کو اشارہ کیا کہ بڑھو اور ثواب میں شریک ہو جاؤ۔ قیس نے بڑھ کر اپنے حریف پر تلوار کا وار کیا اور اُسے گھائل کر کے زمین پر گرا دیا۔ یہ حیرتناک کارنامہ دیکھ کر لشکرِ اسلام میں خوشی کا نعرہ بلند ہوا اور رومی لشکر پر سناٹے کا عالم چھا گیا۔

باہان یہ حال دیکھ کر سخت اندوہگین ہوا، کیونکہ یہ تین پہلوان اس کے لشکر میں بڑے نامی تھے، جو عبدالرحمٰنؓ اور قیس نے قتل کر دیے۔ عبدالرحمٰنؓ

میدان میں کھڑے رہے اور حریف طلب کرتے رہے، مگر کسی کو میدان میں نکلنے کی جرأت نہ پڑی۔ چنانچہ عبدالرحمٰنؓ شیر کی طرح گرجتے ہوئے رومیوں کے دائیں بازو پر جا پڑے اور کئی رومیوں کو قتل کرکے پھر میدان میں آکھڑے ہوئے۔ خالد بن ولید نے پکار کر کہا: "عبدالرحمٰنؓ! واپس آجاؤ۔ تم نے حیرت انگیز کام کیا اور شجاعت کا حق ادا کر دیا۔" عبدالرحمٰنؓ اپنے لشکر میں واپس چلے گئے۔ پھر رومیوں میں سے کوئی پہلوان نہ نکلا، تو باہان نے اگلی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، ادھر سے خالدؓ بن ولید نے بھی ایک دستہ میدان میں بڑھا دیا۔ لیکن فریقین بچ بچ کر لڑتے رہے۔ ایک دوسرے کے گلے نہ پڑے جانبین کے بہت تھوڑے آدمی قتل ہوئے۔ اتنے میں آفتاب غروب ہوگیا اور دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ میں واپس چلے گئے۔

۱۲ جنگِ یرموک کا تیسرا دن

جب باہان میدانِ جنگ سے اپنی قیام گاہ میں پہنچا، تو وہ نہایت ہی افسردہ خاطر تھا، کیونکہ اُس نے دیکھ لیا تھا کہ رومی سپاہی اہلِ عرب سے خوف کھاتے ہیں اور قدم آگے نہیں بڑھاتے۔ اس کو یہ فکر تھی کہ اگر لشکرِ اسلام کو اس معرکے میں فتح حاصل ہوئی اور رومی لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا، تو پھر عربوں کی پیش قدمی نہیں رُک سکے گی اور تمام ملکِ شام و روم ان کے قبضے میں آجائے گا۔ اُس نے شاہِ ہرقل کو خط لکھا کہ اہلِ عرب کو ہر چند صلح کے لیے بلایا گیا اور بہتیرا لالچ دیا گیا، مگر وہ نہیں مانتے اور مقابلے پر اڑے ہُوئے ہیں۔ جبلہ اور اس کی قوم غسان پہلے دن اہلِ عرب کے مقابلے پر نکلے۔ اہلِ عرب میں سے صرف ساٹھ جوان ساٹھ ہزار بنی غسان کے مقابلے کے لیے میدان میں آئے۔ ہم ان کی اس دلیری اور جرأت پر حیران تھے، گو ہمیں یقین تھا کہ وہ جلد قتل ہو جائیں گے، مگر نتیجہ دیکھ کر ہم اور بھی سخت حیران ہُوئے۔ وہ ساٹھ آدمی شام تک لڑتے رہے اور پانچ ہزار بنی غسان کو قتل کر ڈالا۔ ان کی طرف سے صرف دس آدمی قتل ہُوئے اور پانچ ہمارے ہاتھ اسیر ہُوئے۔ میں نے جبلہ کی تحریک پر سردارانِ لشکرِ اسلام کے ساتھ فریب کیا اور اُن کو دغا

سے قتل کرنے کے لیئے اپنے پاس بلایا، مگر وہ میرے اُستاد نکلے اور اُلٹا مجھے میرے خیمے میں گھیر لیا۔ میں نے اپنی جان بچانے کے لیئے اُن کے قیدی بھی چھوڑ دیے رہیں ان جرأت اور جسارت پر حیران ہوں۔ میں آج بڑے غصے سے اپنا لشکر لیکر میدان میں نکلا اور دن بھر اہلِ عرب کا مقابلہ کیا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی، مگر ہم سے کچھ بن نہ پڑا۔ ہمارے تین بہادر پہلوان قتل ہو گئے۔ گو آج فریقین کے تھوڑے آدمی قتل ہوئے، مگر میں نے معلوم کیا کہ ہمارے سپاہی اہلِ عرب سے خوف کھاتے ہیں اور اُن کے دلوں پر اہلِ عرب کی ہیبت چھاگئی ہے۔ وہ آج بہت ہی بچ بچ کر لڑتے رہے۔ اگر میں آج اُن کے پیچھے نہ ہوتا، تو عجب نہیں کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلتے۔ اب میرے دل میں یہ تشویش پیدا ہو رہی ہے کہ اگر خدانخواستہ اس میدان میں ہم نے شکست کھائی، تو پھر ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں رہے گا۔ اتنا لشکر دوسری مرتبہ ہم سے فراہم نہیں ہو سکے گا۔ اس لیئے میں نے مفصل حال راست راست لکھ دیا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ چند روز لڑائی بند رکھوں تاکہ میرے سپاہیوں کا خوف دُور ہو جائے اور ان کے دل کچھ مضبوط ہو جائیں۔ ایسی بلا قوم سے واسطہ پڑا ہے کہ میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ یہ جن ہیں یا بھوت کہ چمٹے ہوئے گلے سے اُترتے ہی نہیں ؟ موت کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ یوں دیکھنے میں نحیف البدن اور لاغر ہیں، مگر جب میدانِ جنگ میں نکلتے ہیں، تو شیر بن جاتے ہیں۔ حتی المقدور اِس بلا کو دفع کرنے کی کوشش کروں گا اور جب تک میری جان میں جان

رہے، میدانِ جنگ سے منہ نہ موڑوں گا۔ آپ کوئی حکم یا ہدایت دینا چاہیں، تو اطلاع بخشیں۔"

یہ خط لکھ کر باہان نے ایک قاصد کو دیا اور کہا کہ شاہِ ہرقل کے پاس انطاکیہ میں لے جاؤ۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہوا، مگر باہان نے کھانا نہ کھایا۔ یہ خبر اس کے لشکر میں فی الفور پھیل گئی کہ شاہ باہان نے آج کھانا نہیں کھایا۔ اسی وقت اس کے ماتحت سردار اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: "آپ کیوں اتنا غم کرتے ہیں؟ لڑائی کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔ کبھی اِدھر، کبھی اُدھر۔ خدا نہ کرے، ہم نے ابھی شکست تو نہیں کھائی۔ صرف دو مقابلے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں اہلِ عرب غالب رہے، تو کل ہم ان پر غالب آ جائیں گے۔ بات ہی کیا ہے؟ لشکر ہمارا جوں کا توں ہے۔ کب تک اہلِ عرب ہمارے مقابلے پر اڑے رہیں گے؟ آخر کار ان کو شکست ہو گی اور ہم فتح حاصل کریں گے۔"

باہان نے کہا: "میں نے آج لڑائی کا ڈھنگ دیکھا ہے۔ ہمارے آدمیوں سے کچھ نہ ہو سکا۔ وہ خوف زدہ تھے اور آگے بڑھنے سے ڈرتے تھے۔ ایسی بے دل فوج کے ساتھ کامیابی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے؟ میرا ارادہ ہے کہ میں چند روز لڑائی بند رکھوں۔"

جرجیر نے کہا: "آپ لڑائی بند نہ کریں۔ اس میں ہماری کمزوری ثابت ہو گی۔ اگر آپ تمام لشکر کو مقابلے کا حکم نہیں دیتے، تو ہمیں حکم دیں کہ باری باری مقابلے پر جائیں۔ ہمارے ماتحت ایک ایک لاکھ سپاہی ہیں۔ ایک

دن میں جاؤں گا۔ دوسرے دن قناطیر، تیسرے دن تورید، چوتھے دن دریجان اسی طرح ہم باری باری مقابلے پر جائیں گے۔ ہمارے لشکر کو بھی آرام ملتا رہیگا اہلِ عرب کی تعداد گھٹتی جائے گی۔ چالیس ہزار سپاہیوں سے وہ کب تک چھ لاکھ کا مقابلہ کرتے رہیں گے ؟ مجھے تو اُمید ہے کہ دو تین ہی دن میں ان کا کام تمام ہو جائے گا۔" باہان نے کہا: "میں نے عربوں کو دیکھ لیا اور اُن کی لڑائی کا ڈھنگ اچھی طرح جانچ لیا۔ میرا ابھی ارادہ ہے کہ میں چند روز لڑائی بند رکھوں۔ میں نے شاہِ ہرقل کو بھی خط لکھ دیا ہے۔ تم چند روز صبر کرو اور لشکر کو آرام کرنے دو۔ پھر جب مناسب وقت آئے گا، میں خود لڑائی میں جاؤں گا۔" یہ جواب سُن کر چاروں سردار اپنا سا منہ لے کر واپس چلے گئے اور دل میں حیران تھے کہ باہان پر عربوں کا خوف اس قدر کیوں غالب ہو گیا ہے۔

اِدھر لشکرِ اسلام نے نمازیں ادا کیں اور رات آرام سے بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو نماز سے فارغ ہو کر ابو عبیدہؓ لشکر کو آراستہ کر کے میدان میں نکلے، مگر رومیوں کی طرف سے کوئی سامنے نہ آیا۔ ابو عبیدہؓ نے متحیر ہو کر جاسوس دشمن کے کیمپ میں روانہ کیے۔ وہ خبر لائے کہ باہان نے شاہِ ہرقل کو خط لکھا ہے اور اس کے جواب کا منتظر ہے۔ جب تک جواب نہ آئے گا، اس وقت تک لڑائی بند رہے گی۔ خالد بن ولید نے کہا: "اے امین الامت! رومیوں کے دلوں پر ہماری دہشت چھا گئی ہے اور خوف کی وجہ سے وہ میدان میں نہیں نکلتے۔ مجھے اجازت دیجیے کہ لشکر لے کر ان کے کیمپ پر حملہ کر دوں تاکہ اللہ تعالیٰ یہ مشکل آسان کر دے۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "اے ابا سلیمان! جلدی

نہ کرو۔ جلدی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوا کرتا۔ چلو، ہم بھی واپس چلیں اور جب تک رومی میدان میں نہ نکلیں، ہم بھی اپنے کیمپ میں آرام کریں۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "اے امین الامت! دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ دینا چاہیے۔ اس وقت وہ بدحواس ہو رہے ہیں۔ یقیناً ہم کو فتح ہوگی۔" مگر ابوعبیدہ نے خالد بن ولید کی اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور لشکر کو واپسی کا حکم دے دیا۔ خالدؓ اب کیا کر سکتے تھے؟ اپنے سپہ سالار کی حکم عدولی ان سے ہو نہیں سکتی تھی۔ ناچار وہ بھی افسوس کرتے ہوئے لشکر کے ہمراہ کیمپ میں واپس چلے گئے۔

سات دن تک لڑائی بند رہی اور کوئی فریق میدان میں نہ نکلا۔ اس عرصے میں سات ہزار جوان، جو خلیفۂ ثانی نے کمک کے لیے ارسال کیے تھے، پہنچ گئے۔ ابوعبیدہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، کیونکہ ان میں اکثر مشہور تیغ زن اور نامی جنگجو تھے۔ لشکرِ اسلام کو ان سے بڑی تقویت پہنچی اور خلیفۂ ثانی کی ہمدردی کے شکر گزار ہوئے۔ جب باہان نے چھ دن اہلِ عرب کو میدان میں نکلتے نہ دیکھا، تو اس نے بنی غسان میں سے دو تین آدمیوں کو جاسوسی کے لیے لشکرِ اسلام میں بھیج دیا۔ وہ ایک دن اور ایک رات لشکرِ اسلام میں نامعلوم طور پر رہے۔ واپس جا کر انھوں نے باہان کو یہ اطلاع دی کہ لشکرِ اسلام عیش کی نیند سوتا ہے اور مزے سے اٹھتا ہے۔ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، کھانے پکاتے ہیں اور کھاتے ہیں، خوش و خرم ہیں۔ وہ میدان میں لڑنے کے لیے کبھی نہ نکلیں گے جب تک رومی لشکر میدان میں نہ جائے۔ باہان نے یہ

خبر سُن کر ایک تدبیر سوچی اور اپنے ماتحت سرداروں کو بلا کر کہا: "لشکرِ اسلام میدان میں نہیں آئے گا جب تک کہ ہم میدان میں نہ نکلیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم آج رات کو لشکر آراستہ کریں اور سورج نکلنے سے پیشتر اسلامی کیمپ پر حملہ کر دیں۔ اہل اسلام میدان میں آنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ ہم اچانک ان پر جا پڑیں گے اور ان کو تہ تیغ کر دیں گے۔" سب نے یہ تجویز پسند کی۔ دن بھر تو وہ چپ چاپ رہے۔ جب رات ہو گئی، تو باہان نے لشکر آراستہ کیا اور رات بھر صفیں درست کرتا رہا۔ جب لشکر پورے طور پر آراستہ ہو گیا اور ماتحت سرداروں کو پوری ہدایت دی جا چکی تو صبح ہونے سے پیشتر لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اہلِ اسلام رات بھر مزے سے سوتے رہے۔ انہیں کچھ علم نہ تھا کہ دشمن کے لشکر میں کیا ہلچل مچی رہی ہے۔ وہ حسبِ دستور علے الصباح اُٹھے اور نماز کے لیے جمع ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئے، تو اُن کے سپاہی، جو پہرے پر میدانِ جنگ میں متعین تھے، بد حواس دوڑے ہوئے پہنچے اور اطلاع دی کہ دشمن کا لشکر آراستہ ہو کر حملے کے لیے آ رہا ہے۔ ابو عبیدہ یہ سن کر فکر مند ہوئے اور کہنے لگے:

"باہان نے ہمارے ساتھ فریب کیا اور ہم پر اچانک حملہ کر دیا۔ ہم بالکل تیار نہیں اور ہمارا لشکر متفرق پڑا ہے۔ جب تک ہم لشکر آراستہ کریں، تب تک رومی ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اے ابا سلیمان! کیا تدبیر کرنی چاہیئے؟" خالد بن ولید نے کہا: "آپ نے اُس وقت میری صلاح پر

عمل نہ کیا اور دشمن کی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اب دشمن نے ہماری غفلت سے فائدہ اٹھالیا اور اچانک ہم پر حملہ آور ہو گیا۔ اور تدبیر کیا ہو سکتی ہے؟ پانچ سو سواروں کو جلد تیاری کا حکم دیجیے، میں انہیں لے کر میدان میں جاتا ہوں۔ رومی لشکر کو میدان میں روکنے کی کوشش کروں گا۔ آپ اتنے میں صفیں درست کر لیں اور آراستہ ہو کر میرے پیچھے میدان میں آ جائیں"۔ یہ خبر بجلی کی طرح اسلامی کیمپ میں پھیل گئی اور پانسو سوار جلد جلد مسلح ہو کر خالدؓ بن ولید کی سرکردگی میں میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ زبیرؓ بن عوام، مرقالؓ بن ہاشم، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، فضلؓ بن عباس، یزیدؓ بن ابی سفیان، ربیعہؓ بن عامر، میسرہؓ بن مسروق، قیسؓ بن ہبیرہ، ضرارؓ بن ازورؓ، مقداد بن اسود، ابوذرؓ غفاری، عمروؓ بن معدی کرب، عمارؓ بن یاسر، رافعؓ بن عمیرہ، شرحبیل بن حسنہ اور دیگر شجاعانِ اسلام اس دستے میں شامل تھے۔ اِن کی روانگی کے بعد ابوعبیدہ نے لشکر کو ترتیب دی اور چونکہ نامی سردار خالدؓ بن ولید کے ہمراہ چلے گئے تھے، اس لیے ان کے نائبوں کو ان کی جگہ میمنے میسرے پر مقرر کیا۔ جب یہ پانسو زرہ پوش سوار نیزے تانے ہوئے میدانِ جنگ میں پہنچے، تو رومی لشکر اپنے قدموں پر ٹھیر گیا اور باہان کا مطلب پورا نہ ہوا۔ فریقین میں سے کسی نے ایک دوسرے پر حملہ نہ کیا اور خالد بن ولید کا یہ عین منشا تھا کہ جب تک اسلامی لشکر میدان میں نہ پہنچ جائے، لڑائی شروع نہ ہو۔ اتنے میں ابوعبیدہؓ لشکر لے کر میدان میں پہنچ گئے اور خالد بن ولید

سے جا ملے۔ سب سردار اپنی اپنی جگہوں پر آ گئے، پیدل فوج پر شرجیلؓ بن حسنہ میمنے پر یزید بن ابی سفیان، میسرے پر قیسؓ بن ہبیرہ، قلب میں خود ابو عبیدہ بن جراح اور لشکر زحف پر خالد بن ولید اپنے اپنے نشان لے کر کھڑے ہو گئے۔ باہان نے اپنا لشکر اس طرح ترتیب دیا تھا کہ قناطیر معہ اپنے دستۂ فوج کے میمنے پر، قوریر اور جرجیر قلب میں، جبلہ بن ایہم سب سے آگے اور خود باہان ایک بلند مقام پر چڑھ گیا، جہاں اس کے لیئے ایک شامیانہ کھڑا کیا گیا تھا۔ اس شامیانے کے ارد گرد دو ہزار جنگجو بطور باڈی گارڈ متعین کیئے گئے۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے تمام سرداروں کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور لڑائی میں صبر و ثابت قدمی سے کام لیں، کیونکہ صبر سے نجات ملتی ہے اور بلائیں دور ہوتی ہیں۔ خالدؓ بن ولید نے دشمن کی ترتیب کو خوب غور سے دیکھا اور انھیں معلوم ہوا کہ باہان نے لشکر کو نہایت قابلیت کے ساتھ کھڑا کیا ہے اور تیس ہزار سپاہیوں کو گروہ گروہ کر کے زنجیروں سے جکڑ دیا ہے تاکہ ان میں سے کوئی سپاہی خوف زدہ ہو کر بھاگ نہ نکلے، خواہ وہ میدانِ جنگ میں کٹ ہی جائیں۔ خالدؓ نے دشمن کا یہ عزم دیکھ کر ابو عبیدہ سے کہا: "آج لڑائی سخت ہو گی، کیونکہ رومیوں نے مرنے مارنے کی ٹھان لی ہے اور ایک دوسرے کو زنجیروں سے گانٹھ دیا ہے۔ میری یہ رائے ہے کہ آپ اپنی جگہ سعید بن زید کو کھڑا کریں اور آپ دو تین سو سواروں کی جمعیت سے لشکر کی پشت پر جا ٹھیریں تاکہ اگر اہلِ اسلام رومیوں کے حملے کی تاب نہ لا کر پسپا ہونے لگیں، تو آپ کو دیکھ کر ان کو شرم و حیا دامن گیر

ہو اور وہ ثابت قدمی کے ساتھ مقابلے پر اڑے رہیں۔" ابو عبیدہؓ نے خالدؓ
بن ولید کی رائے سے اتفاق کیا اور سعیدؓ بن زید کو جو عشرۂ مبشرہ میں سے
تھے، اپنی جگہ پر فوج کے قلب میں کھڑا کیا اور آپ تین سو سوار ہمراہ لے کر
لشکر کی پشت پر جا کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے قومِ ازد میں سے ایک
نوجوان نکل کر ابو عبیدہؓ کے پاس آیا اور کہا: "مجھے اجازت دیجیے کہ میدانِ
جنگ میں جا کر دل ٹھنڈا کروں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان نثار کر کے
سعادتِ دارین حاصل کر لوں۔ اگر کوئی پیغام رسولِ خدا کی خدمت میں
بھیجنا ہو، تو مجھ سے کہہ دیجیے۔" ابو عبیدہؓ یہ بات سن کر رقت سے آبدیدہ
ہو گئے اور کہنے لگے: "میرے بھائی! اللہ تعالیٰ تمہاری مراد پوری کرے!
جب رسولِ خدا کی خدمت میں پہنچو، تو میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ حضور نے
جو وعدے ہم سے کیے تھے، ہم نے برحق پائے۔" یہ پیغام لے کر ازدی جوش
بھرے دل کے ساتھ میدان میں نکلا اور حریف طلب کیا۔ فی الفور ایک رومی
پہلوان اس کے مقابل ہوا۔ ازدی نے گھوڑے کو چکر دے کر بڑے زور کے
ساتھ رومی پر نیزے کا وار کیا اور اس کو گھائل کر کے زمین پر گرا دیا۔ اس
کے بعد دوسرا آدمی نکلا۔ اس کو بھی قتل کیا۔ پھر تیسرا نکلا، وہ بھی ازدی کے
ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر چوتھا نکلا، وہ بھی قتل ہوا۔ آخر پانچویں رومی پہلوان
نے ازدی کو شہید کیا۔ قومِ ازد نے جب اپنے پہلوان کو شہید ہوتے دیکھا،
تو غصہ کھا کر آگے بڑھے۔ قومِ مذحج، حمیر اور زبید نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ ادھر
رومی میمنے کی اگلی صف بڑھی اور مقابلہ شروع ہوا۔ اسلامی میسرے نے بڑی

سختی سے رومی صف کا مقابلہ کیا۔ رومی پسپا ہونے لگے تھے کہ رومی میمنے کی دوسری صف نے حملہ کر دیا۔ پھر بھی اہلِ عرب نے ان کو دبائے رکھا اور قتل کا بازار گرم کیا۔ اتنے میں رومی میمنے کی تیسری صف ان پر ٹوٹ پڑی اور اہلِ عرب کو سخت تنگ کیا۔ قومِ زبید مقابلے کی تاب نہ لا کر پسپا ہونے لگی، مگر قومِ ازد بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑتی رہی۔ عمرو بن معدی کرب نے جو اپنی قومِ زبید کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو پکار کر کہا: "اے آلِ زبید! کہاں جاتے ہو؟ تم عزت و ناموری کو چھوڑ کر ذلت اور ننگ کی طرف جا رہے ہو! تم بہشت کو چھوڑ کر آگ کی طرف جا رہے ہو! یہ کیا نامردی ہے؟ تم جانتے نہیں کہ اللہ تعالٰے تمہیں دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالٰے صبر کا اجر دینے والا اور بے صبروں پر غضب نازل کرنے والا ہے۔ اللہ تعالٰے کی رضامندی چھوڑ کر تم کیوں اس کا غضب اپنے سر پر لیتے ہو؟ آؤ، کچھ حیا کرو اور میدانِ جنگ میں کٹ کر مر جاؤ۔" قومِ زبید اپنے سردار کا کلام سنتے ہی انہیں قدموں پر ٹھیر گئی اور غیرت کھا کر پھر رومیوں پر حملہ آور ہوئی۔ دیگر قومیں بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑ رہی تھیں۔ ان کی آمد پر سب جوش میں آ گئیں۔ اس وقت ابوہریرہ نے مع اپنی قوم اوس کے اُن کی امداد کی اور ہمت اور زور سے اقوامِ عرب نے وہ تلوار چلائی کہ رومیوں کے منہ پھیر دیے اور ان کو پیچھے ہٹا دیا۔ قومِ ازد نے بڑی جواں مردی دکھائی اور سب سے زیادہ اسی قوم کے سپاہی کام آئے۔ یہ حال تو رومی میمنے اور اسلامی میسرے کا ہوا۔ اُدھر رومی میسرے نے اسلامی میمنے پر اس شدت کے

ساتھ حملہ کیا کہ اسلامی میمنے کے سردار اور علم بردار مع چند بہادروں کے تو میدان میں کھڑے رہ گئے اور باقی لشکری بھاگ نکلے۔ رومی ان کو دباتے ہوئے وہاں تک لے گئے، جہاں عورتوں کا کیمپ تھا۔ ابوسفیان بھی ان بھاگنے والوں میں تھے۔ جب عورتوں نے مسلمانوں کو پسپا ہوتے دیکھا تو اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے مردوں کے منہ پر پتھر مارنے اور شرم دلانے لگیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہند نے بڑھ کر ابوسفیان کے گھوڑے پر ایک ضرب رسید کی اور کہا: "تم کو شرم نہیں آتی کہ ایامِ جاہلیت میں اس قدر بہادر تھے اور اب اسلام لاکر نامرد ہوگئے۔ اگر تم مردوں سے لڑائی نہیں ہو سکتی، تو عورتوں کا لباس پہن کر گھر میں بیٹھو، ہم تمہاری جگہ لڑتے ہیں۔" ابو سفیان سخت نادم ہوئے اور پکار کر کہا: "اے مسلمانو! اپنی عورتوں کی طعن و تشنیع سننے سے رومیوں کی تلوار سے گھائل ہونا اچھا۔ عورتوں کی زبان رومی تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اس کا زخم زیادہ گہرا ہے۔" چار طرف سے بھاگنے والوں پر پتھر کی بارش ہوئی۔ انھوں نے پھر میدان کی طرف رُخ کیا، مگر رومی ان میں گھس گئے تھے۔ عورتیں تلواریں کھینچ کھینچ کر نیچے اتر آئیں اور مردوں کے دوش بدوش دشمنوں سے لڑنے لگیں۔ خولہ بنتِ ازور اور دیگر عورتوں نے وہ تلوار چلائی کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ خولہ اور چند دیگر عورتیں زخمی ہوگئیں، مگر پھر بھی مقابلہ نہ چھوڑا۔ یہ حالت دیکھ کر بھاگنے والوں کو اس قدر جوش آگیا کہ فوق العادت ہمت سے لڑنے لگے۔ اب رومی قدم بقدم پیچھے ہٹنے لگے۔ اتنے میں ایک رومی صف ان میں آملی اور اسلامی

میمنے نے پھر شکست کھائی۔ عورتوں نے پھر اُن کو پسپا کیا۔ تیسری مرتبہ پھر میدان چھوڑ کر بھاگے، مگر عورتوں نے پھر ان کو روکا۔ اور ان کی امداد کے لیے تیغ بکف پھر ان کے ساتھ شامل ہوگئیں۔ رومی بتدریج ہٹتے آتے تھے کہ خالدؓ بن ولید مع اپنے فیروزمند لشکر کے اسلامی میمنے کی امداد کو آ پہنچے اور یہ دیکھ کر متعجب ہوئے کہ عرب عورتیں بھی رومیوں کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ ایک عورت ذربعیہ بن حرث نے خالدؓ سے کہا: "اے ابنِ ولید! کیا تم نے مسلمانوں کو بھاگنا سکھایا ہے؟" خالدؓ نے کہا: "میں تو بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" اس پر اس عورت نے کہا: "لعنت ہو اُس سپاہی پر، جو اپنے سردار کو لڑتے دیکھے اور میدان سے بھاگ نکلے۔" خالدؓ بن ولید پہلے ہی جوش سے بھرے ہوئے تھے، اب عرب عورتوں کو لڑتے دیکھ کر غیرت سے اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُنھوں نے اپنے ہمراہیوں کو جوش دلایا اور اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ رومی بدحواس ہوکر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور اپنے لشکر میں جا ملے۔ خالدؓ بن ولید موت کے فرشتے کی طرح ان کے ساتھ اُلجھے رہے اور ان کو مارتے مارتے وریحان تک جا پہنچے۔ ضرار بن ازور نے جو وریحان کو دیکھا، تو بجلی کی طرح کوند کر اُس پر نیزے کا وار کیا۔ وریحان سنبھلنے نہ پایا تھا کہ ضرار کا نیزہ اس کے جگر کے پار ہوگیا اور وہ گھائل ہوکر زمین پر گر پڑا۔ جب خالد بن ولید رومی میسرے کا مقابلہ کر رہے تھے، تو جرجیر نے قوریر سے کہا کہ چلو، ہم اسلامی قلب پر حملہ کریں۔ قوریر نے کہا: "پہلے تم اپنے دستے کو لے کر حملہ کرو۔ پھر میں تمھاری امداد کو پہنچوں گا۔" جرجیر نے کہا!

"ہم تم برابر کے سردار ہیں۔ تم کو یہ حق حاصل نہیں کہ تم مجھے لڑائی کا حکم دو اور آپ یہاں کھڑے رہو۔" قدیر نے کہا: "میرا مرتبہ تم سے زیادہ ہے اور میں تم پر حکم چلا سکتا ہوں۔" یہ سن کر جرجیر طیش میں آیا اور اس نے کہا: "اچھا! میں یہ معاملہ باہان کے سامنے پیش کروں گا۔ مگر میں اپنا فرض ادا کیے دیتا ہوں۔ تم جانو تمہارا کام۔" اس پر جرجیر نے اپنے دستے کو بڑھنے کا حکم دیا اور زنجیروں والے سپاہی بھی آگے بڑھے۔ مقابلہ شروع ہوا۔ اسلامی قلب میں چیدہ اور نامور بہادر کھڑے تھے۔ انھوں نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ پھر بھی رومی برابر بڑھے چلے آ رہے تھے۔ کوئی شبہ نہیں کہ اگر ابو عبیدہ لشکر کے پیچھے نہ ہوتے تو اسلامی کیمپ کے بھی پاؤں اکھڑ جاتے۔ مگر ابو عبیدہؓ سے حیا اور شرم کے مارے وہ میدان میں اڑے رہے۔ اتنے میں خالدؓ بن ولید رومی میسرے کو ہٹا کر اور دریجان کو قتل کر کے اپنے قلب کی امداد کو آ پہنچے۔ زنجیروں والے کٹ کٹ کر گرنے لگے اور رومی بتدریج ہٹتے ہٹتے اپنے لشکر میں جا ملے۔

اس لڑائی میں تین دفعہ لشکرِ اسلام نے ہزیمت کھائی اور ہر دفعہ عورتوں[a] کے جرات دلانے سے واپس پھر کر رومیوں پر فتح حاصل کی۔

---

[a] لشکرِ اسلام کے پیچھے آخری صف میں عرب عورتیں ضرارؓ کی بہن کی سرکردگی میں مستعد کھڑی تھیں۔ یہ عورتیں تیر کمان اور نیزہ بازی میں بڑی مشاق تھیں۔ انھوں نے بڑی جواں مردی اور جانبازی

طبری ۲۰۹۶، ۹۷

اب تھوڑی دیر کے لیے لڑائی بند رہی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

جب باہان نے دیکھا کہ رومی لشکر کو اہلِ عرب نے تین مقام پر کیڑے مکوڑوں کی طرح روند ڈالا اور دریجان کو قتل کر ڈالا، تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور اپنے لشکریوں کو سخت لعنت ملامت کی۔ اس پر ایک رومی پہلوان غصہ کھا کر میدان میں نکلا اور حریف طلب کیا۔ اس کے مقابلے پر لشکرِ اسلام سے قومِ ازد کا ایک پہلوان نکلا۔ رومی نے اس کو لحظہ بھر میں شہید کر ڈالا۔ پھر معاذ بن جبل نے میدان میں جانے کا ارادہ کیا۔ اُن کو ابو عبیدہؓ نے روک لیا اور کہا: "اے معاذ! تم اپنا نشان لیے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔" معاذ ٹھیر گئے اور اُنھوں نے آکر کہا: "میری قوم سے کون شہسوار میری جگہ میدانِ جنگ میں جائے گا، کیونکہ مجھے سپہ سالار نے روک دیا؟" اس پر معاذ کے نوجوان بیٹے عبدالرحمٰن ان کے پاس آئے اور کہنے لگے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۶) کے ساتھ اپنے آپ کو قید سے بچایا تھا اور اپنی عصمت و عصمت کو رومی او باشوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا تھا (یہ اشارہ اس واقعے کی طرف ہے، جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے) تین مرتبہ لشکرِ اسلام کو ہزیمت ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، مگر تینوں دفعہ عرب عورتوں نے ان کو میدان کی طرف پھیرا اور ان کے ہمراہ میدان میں رومیوں سے لڑتی رہیں۔
(مؤرخوں کی تاریخِ عالم، جلد ۸، صفحہ ۱۵۶)

"اجازت ہو، تو میں اس رومی کے مقابلے پر جاؤں"۔ معاذ نے کہا: "جاؤ، بیٹا! اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جاں نثار کرو"۔ عبدالرحمٰن بن معاذ رومی پہلوان پر حملہ آور ہوئے اور بڑے زور سے رومی پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار اس کی ڈھال کاٹ کر خود پر پڑی، مگر کارگر نہ ہوئی۔ رومی نے موقع پا کر عبدالرحمٰنؓ کے شانے پر تلوار ماری اور عبدالرحمٰنؓ کو زخمی کر دیا۔ عبدالرحمٰنؓ زخمی ہو کر واپس آ گئے۔ اس پر رومی نے فخریہ طور پر میدان میں گھوڑے کو چکر دیے اور فوراً اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا، مگر قوم ازد نے اس کو پسپا کر دیا۔ رومی پھر میدان میں آ کر للکارنے لگا۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "کون جوان اس کے مقابلے پر جائے گا اور اس کا غرور توڑے گا؟" عامر بن طفیل یہ سن کر میدان میں نکلے اور برق کی طرح رومی پہلوان پر حملہ آور ہوئے۔ رومی بھی سنبھل کر مقابل ہوا۔ عامر بن طفیل نے رومی پر نیزے کا وار کیا، مگر نیزہ ٹوٹ گیا۔ عامر نے نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ رومی نے عامر پر ایک وار کیا اور عامر نے ڈھال پر سنبھالا۔ وار سنبھالتے ہی عامر نے رومی پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار رومی کے شانے پر پڑی اور زرہ کاٹ کر اس کی انتڑیوں تک اتر گئی۔ رومی مردہ ہو کر اوندھا جا پڑا اور لشکرِ اسلام میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ عامر بن طفیل نے میدان میں گھوڑے کو چکر دیا اور پکار کر کہا: "رومی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اقوامِ عرب یعنی بنی غسان میں سے کوئی مرد میرے مقابلے کو نکلے"۔ اس پر خود جبلہ بن ایہم دُہری زرہ پہنے ہوئے سر تا پا آہن میں غرق میدان میں نکلا اور عامر سے پوچھا:

"تم کس قبیلے سے ہو؟" عامر نے کہا: "میں قبیلۂ اوس سے ہوں۔" جبلہ نے کہا کہ تم میرے قرابتی ہو۔ بہتر ہو کہ تم میدانِ جنگ سے پھر جاؤ اور کسی اور کو میرے مقابلے کے لیے بھیجو۔ عامر نے پوچھا: "تم کس قبیلے سے ہو؟" جبلہ نے کہا: "میں قومِ غسان سے ہوں۔ میرا نام جبلہ ہے اور غسان کا بادشاہ ہوں۔" عامر نے کہا: "تو سنبھل جاؤ۔ میں وار کرتا ہوں۔" جبلہ نے بھی تلوار اٹھائی۔ دونوں وار ایک ہی وقت پڑے۔ عامر کی تلوار نے جبلہ کی زرہ پر کچھ اثر نہ کیا، مگر جبلہ کی تلوار عامر کی زرہ کاٹ کر ان کی کمر تک اُتر گئی اور عامر شہید ہو کر میدان میں گر گئے۔ یہ حال دیکھ کر عامر کے بیٹے جندب اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے میدان میں نکلے اور جبلہ کے مقابل ہوئے۔ جبلہ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ جندب نے کہا: "میں عامر کا بیٹا ہوں، جنھیں تو نے شہید کیا ہے۔ میں تجھ سے اپنے باپ کا بدلہ لوں گا یا تیرے ہاتھ سے شہید ہوں گا۔" جبلہ نے کہا: "میں تجھ سے مقابلہ نہیں کرتا، تو ابھی نوجوان ہے، تو واپس چلا جا اور کسی نامی جنگجو کو میرے مقابلے پر بھیج۔" جندب نے کہا: "ہم مسلمان میدان سے واپس نہیں جایا کرتے۔ میں تجھ کو مار ڈالوں گا یا آپ مارا جاؤں گا۔" یہ کہتے ہی جندب نے جبلہ پر حملہ کیا۔ جبلہ نے بہ مشکل وہ وار رد کیا اور پھر ہوشیار ہو کر لڑنے لگا۔ جندب نے اس کے گرد چکر باندھ دیا اور پے در پے وار کرنے لگے۔ اہلِ اسلام جندب کی سبکدستی اور جاں بازی دیکھ کر خوش ہوئے اور ابو عبیدہؓ نے کہا: "ایسے ہی لوگ اجرِ عظیم کے مستحق ہوتے ہیں، جو اللہ کی راہ میں اپنی جانیں اس طرح بے دریغ قربان کرتے ہیں۔" ادھر بنی غسان بھی

جندب کی پھرتی دیکھ کر گھبرائے اور چند سپاہی اس بات پر آمادہ ہوئے کہ اگر جبلہ پر مشکل آ بنے، تو اُس کی امداد کو پہنچیں، مگر ابھی تک جبلہ احتیاط کے ساتھ جندب سے لڑ رہا تھا۔ آخر جندب نے جھنجلا کر جبلہ پر ایک سخت وار کیا، جو جبلہ کے سر پر پڑا۔ اُس کی ضرب سے جبلہ کا بدن تھرا گیا، مگر وار کرنے میں جندب جبلہ کے بہت قریب آ گئے تھے۔ جبلہ نے موقع پا کر ایک ٹیڑھا ہاتھ جندب پر مارا، جس سے جندب دو ٹکڑے ہو کر شہید ہو گئے۔ جبلہ کی جان میں جان آئی اور جلد میدان سے واپس چلا گیا، کیونکہ جندب کے وار نے اس کے بدن میں سنسناہٹ پیدا کر دی تھی اور اب وہ زیادہ مقابلے کی تاب نہ رکھتا تھا۔

جب قومِ اوس نے اپنے دو بہادر اور نامی شہسواروں کو شہید ہوتے دیکھا تو سخت جوش میں آئی اور میدان کی طرف بڑھی۔ قومِ ازد نے بھی اُن کا ساتھ دیا اور خالدؓ بن ولید بھی، جن کو عامر اور جندب کی شہادت سے سخت صدمہ پہنچا تھا، مع اپنے لشکر کے ان کے ہمراہ ہو لیئے۔ سب نے مل کر بنو غسان پر حملہ کیا اور ان کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ بنی غسان کا علمبردار قتل ہوا اور علم اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ بنو غسان علم لینے کے لئے بڑھے۔ ادھر اہلِ عرب نے علم پر ہاتھ بڑھایا۔ وہاں سخت لڑائی ہوئی اور بنو غسان تاب نہ لا کر پسپا ہوئے۔ آفتاب اب غروب ہونے کے قریب تھا، اور دونوں لشکر لڑتے لڑتے تھک گئے تھے۔ اس لیے ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے کمپ میں چلے گئے۔

اوکلے نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۰۳ میں جنگِ یرموک کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رومی حاکم اور افسر اپنی رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے۔ حمص کا ایک امیر بغرضِ سیر ان دنوں یرموک کی صحت بخش ہوا کا فائدہ اٹھانے کے لیے یرموک کے ایک گاؤں میں مع اہل وعیال سکونت پذیر تھا۔ جب رومی لشکر یرموک پہنچا، تو وہ امیر رومی افسروں کی خاطر تواضع کرتا تھا، جو کبھی کبھی اس طرف جا نکلتے تھے۔ ایک رات رومی افسروں نے امیر سے کہا: "اپنی بیوی ہمارے حوالے کردو۔" امیر نے انکار کر دیا۔ رومی افسروں نے زبردستی اس کی بیوی کو پکڑ لیا اور تمام رات اس کو بے عزت کرتے رہے۔ اُس کا ایک لڑکا مزاحم ہوا۔ ایک رومی نے اس کا سر کاٹ کر الگ کر دیا۔ وہ عورت صبح اپنے بیٹے کا سر لے کر روتی ہوئی باہان کے پاس گئی اور کل کیفیت سنا کر داد کی خواہاں ہوئی۔ باہان اس پر سخت خفا ہوا اور اپنے سامنے سے نکلوا دیا۔

(اوکلے: ہسٹری آف سارا سنز: صفحہ ۲۰۳)

۱۳۔ جنگِ یرُموک کا چوتھا دن

دوسری صبح کو دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ سب سے پہلے رومیوں میں سے ایک سردار نے دس ہزار جوان کے ساتھ اہلِ اسلام کے میمنے پر حملہ کیا، جہاں عمرو بن عاص علم لیے کھڑے تھے۔ رومیوں نے اہلِ اسلام کو پہلے تو حملے کی شدت سے پیچھے ہٹا دیا، مگر پھر عمرو بن عاص اور ان کے ہمراہی جم کر لڑنے لگے۔ حتیٰ کہ رومیوں کو پسپا کر دیا۔ دوسری طرف جرجیر نے تیس ہزار جوانوں کے ساتھ شرجیل بن حسنہ کے دستے پر حملہ کیا۔ تھوڑی دیر تو شرجیل بن حسنہ کے ہمراہی جم کر لڑتے رہے، مگر پھر آہستہ آہستہ میدان چھوڑنے لگے، یہاں تک کہ شرجیل بن حسنہ کے ساتھ صرف پانسو آدمی رہ گئے؛ مگر وہ بڑی جانبازی کے ساتھ لڑتے رہے اور رومیوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ شرجیل کے ہمراہی، جو میدان چھوڑ گئے تھے، اپنے سردار کو برابر لڑتے دیکھ کر غیرت کھا کر پھر واپس آئے۔ شرجیل نے ان کو سرزنش کی کہ تم رومیوں کے مقابلے سے کیوں بھاگ گئے تھے؟ کیا بہشت چھوڑ کر دوزخ میں گرنے گئے تھے؟ انھوں نے کہا: "ہم نے لغزش کھائی، ہمیں معاف کیجیے!" پھر سرگرمی کے ساتھ لڑنے لگے، اور تھوڑی دیر میں رومیوں کو پسپا کر دیا۔

جب خالدؓ بن ولید نے رومیوں کو پہلے حملے میں ناکام دیکھا، تو انھوں نے فی الفور لشکرِ زحف کے ساتھ رومیوں کے میمنے پر حملہ کیا۔ دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے رومیوں کے میسرے پر یورش کی۔ دونوں نے رومیوں کو ایسا دبایا کہ ان کو ہٹاتے ہٹاتے باہان کے شامیانے تک لے گئے۔ باہان یہ حال دیکھ کر گھبرایا اور تیر اندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ قومِ ارمن نے، جو تیر اندازی میں ماہر تھی، یک دم تیر چھوڑ دیے اور اہلِ عرب تیروں کی بوچھاڑ سے تنگ آکر پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے بعد دونوں لشکر تھوڑی دیر کے لیے اپنی اپنی جگہ دم لینے لگے۔ اتنے میں رومی لشکر میں سے بڑے قد و قامت اور بھاری ڈیل ڈول کا ایک پہلوان نکلا اور میدان میں آکر حریف طلب کرنے لگا۔ ابوعبیدہ نے اُسے دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا: "اس پہلوان کا قد و قامت دیکھ کر اپنے دل میں خوف نہ لاؤ، کیونکہ بہت آدمی بڑے جسیم ہوتے ہیں، مگر ان کا دل کمزور ہوتا ہے، کون ہے، جو اس کے مقابلے پر جاتے ہے؟" فی الفور ذوالکلاع حمیری میدان میں نکل کر اس کے مقابل ہوئے۔ پہلے تو نیزہ بازی شروع ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے، مگر کوئی غالب نہ ہوا۔ آخر تھک کر جدا ہوگئے اور دم لینے لگے۔ دونوں نے نیزے ہاتھ سے پھینک دیے اور تلواریں کھینچ کر ایک ہی وقت ہاتھ اٹھائے اور دونوں وار بہ یک وقت ایک دوسرے پر پڑے۔ ذوالکلاع کا وار بیکار ثابت ہوا، مگر رومی کا وار کارگر ہوا اور ذوالکلاع کا بازو زخمی ہوگیا۔ ذوالکلاع گھوڑے کا رُخ پھیر کر فی الفور

اپنی قوم میں آ گئے۔ اُن کا زخم، جس سے بڑا خون بہ رہا تھا، دھو کر باندھا گیا
ذوالکلاح نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا: "کیا قومِ حمیر میں سوائے
ان کے سردار کے کوئی اور جوان نہیں، جو اس رومی پہلوان کا مقابلہ کرے؟"
اُس وقت قومِ حمیر کے ایک زرہ پوش جوان بجلی کی طرح میدان میں پہنچے
اور جاتے ہی رومی پہلوان پر نیزے کا اس زور کے ساتھ وار کیا کہ نیزہ
اس کی پشت کے پار ہو گیا۔ پھر دوسرا رومی پہلوان حمیری کے مقابل ہوا۔
اس کو بھی حمیری نے قتل کیا۔ پھر تیسرا نکلا۔ اس کا بھی کام تمام کیا۔
اس کے بعد چوتھا پہلوان لشکرِ روم سے نکلا۔ اُس نے انھیں شہید کر
دیا۔ فوراً قومِ حمیر کے ایک پہلوان نے آگے بڑھ کر ایسا تاک کر تیر چلایا
کہ رومی پہلوان کے سینے پر بیٹھا اور وہ اپنے مقتول کے پاس ہی گھائل
ہو کر گر پڑا۔ لشکرِ اسلام کی طرف سے تکبیر اور خوشی کے نعرے بلند ہوئے
اور رومیوں کی چیخیں نکل گئیں، کیونکہ یہ رومی پہلوان ان میں بڑا نامی اور
ذی مرتبہ تھا۔ کچھ دیر تو رومیوں پر سکتے کا عالم طاری رہا۔ آخر جرأت
کر کے ایک بڑا سردار رومیوں کی طرف سے میدان میں نکلا اور اس نے
کہا: "میں اپنی قوم میں ایک سردار ہوں۔ میرے مقابلے پر اہلِ عرب سے
کوئی نامی سردار آئے۔" اس پر شرجیل بن حسنہ کاتبِ رسول صلی اللہ
علیہ وسلم اپنا نشان ہاتھ میں لیے مقابلے پر نکلے۔ ابوعبیدہ نے ان سے
کہلا بھیجا: "اگر مقابلے پر جاتے ہو، تو نشان دیتے جاؤ تاکہ لڑائی میں تکلیف
نہ ہو۔" شرجیل نے نشان ایک شخص کے حوالے کیا اور میدان میں

رومی سردار کے مقابل ہوئے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں نے ایسے کرتب دکھائے کہ ہر دو لشکر بے اختیار "واہ وا" اور "شاباش" پکار اٹھے۔ شرجیل نے دیکھا کہ رومی پہلوان کسی طرح ان کے قابو میں نہیں آتا۔ انھوں نے گھوڑے کا رُخ اپنے لشکر کی طرف کر لیا۔ رومی سمجھا، بھاگے جاتے ہیں۔ اس نے تعاقب کیا۔ تھوڑی دور جا کر شرجیل۔ نے پھر کر حملہ کیا۔ رومی نے گھوڑا کدا کر وار خالی دیا اور کہنے لگا: "تم لوگوں کو لڑائی کی ترکیبیں خوب آتی ہیں اور میدان میں خوب داؤ کھیلتے ہو، مگر تمھارے داؤ نے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔" پھر پے در پے ایک دوسرے پر وار کرنے لگے حتیٰ کہ دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ رومی بڑا موٹا تازہ تھا اور شرجیل روزے رکھنے اور شب بیداری کے باعث لاغر اور نحیف البدن ہو رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو زور سے دبانے لگے۔ ضرار نے دیکھا کہ رومی پہلوان شرجیل پر غالب آجائے گا، تو وہ برداشت نہ کر سکے کہ رومی پہلوان رسول اللہ ﷺ کے کاتب کو شہید کر دے۔ معاً گھوڑا دوڑا کر میدان میں پہنچے۔ رومی پہلوان نے در حقیقت شرجیل بن حسنہ کو سست کر دیا تھا اور قریب تھا کہ وہ انہیں گھوڑے کی زین سے اٹھا کر زمین پر دے پٹکے کہ ضرار نے اس کو زور سے للکارا۔ رومی شرجیل کو چھوڑ کر ضرار کی طرف جھکا۔ ضرار نے پھرتی کر کے اس زور سے خنجر کا وار کیا کہ رومی دو ٹکڑے ہو گیا۔ لشکر اسلام نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ اور رومی سخت آزردہ خاطر ہوئے۔ ضرار اور شرجیل لشکر میں واپس چلے گئے۔ رومی لشکر سے اور نامی

سر پر غصہ کھا کر میدان میں نکلا۔ زبیرؓ بن عوام اس کے مقابل ہوئے اور قتل کر دیا پھر دوسرا رومی نکلا، اُس کو بھی قتل کیا۔ اسی طرح پے در پے چار رومی سردار زبیرؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اس پر خالدؓ بن ولید نے ابوعبیدہ سے کہا: "زبیر نے حیرت انگیز کام کیا ہے اور سخت جنگ کی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اب تھک گئے ہوں گے، آپ میدان سے بلا لیں، ورنہ وہ خود کبھی نہیں آئیں گے"۔ ابوعبیدہؓ نے زبیرؓ کو واپس آنے کا حکم دیا اور زبیر لشکر میں آ ملے۔ پھر ایک اور رومی پہلوان، جو بڑا ذی رتبہ تھا، میدان میں نکلا۔ خالدؓ بن ولید اس کے مقابل ہوئے۔ اور دم بھر میں اس کو گھائل کر کے گرا دیا۔

جب باہان نے اپنے نامی سردار پے در پے قتل ہوتے دیکھے، تو بڑا خشمناک ہوا اور کہا: "اہلِ عرب نیزے اور تلوار کی لڑائی میں مغلوب نہیں ہوتے۔ ان پر حملہ کرنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ تیر انداز آگے بڑھیں اور مناسب فاصلے پر ٹھہر کر تیر چلائیں۔ اس پر ایک لاکھ تیر انداز آگے بڑھے اور ایک دم تیر چھوڑ دیے۔ اہلِ اسلام کو بڑا نقصان پہنچا۔ سات سو مسلمان تو یک چشم ہو گئے۔ کئی گھوڑے زخمی ہوئے، اور میدان سے منہ موڑنے لگے۔ اہلِ اسلام پر یہ بہت سخت مصیبت نازل ہوئی اور وہ بہت ہی گھبرا گئے۔ اُس دن کا نام انہوں نے یوم التعویر (یک چشم ہونے کا دن) رکھا ہے۔ اس سے زیادہ سختی کا دن اُن کو کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ باہان نے جو لشکرِ اسلام کی گھبراہٹ دیکھی، تو کہلا بھیجا: "اہلِ اسلام پر تیر چلاتے جاؤ اور ان کے نزدیک مت جاؤ۔ ان کا سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں"۔

جب خالد بن ولید نے لشکرِ اسلام کو بدحواس دیکھا اور یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں میدان نہ چھوڑ دیں، تو انھوں نے سرداروں سے کہا: "یہ جاں بازی کا موقع ہے، ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔ ہمت کرو اور کسی طرح تیر اندازوں کی صف تک پہنچو، ورنہ ہم شکست کھا جائیں گے۔" یہ سنتے ہی خالدؓ بن ولید کے ساتھ عمرو بن عاص، زبیرؓ بن عوام، شرجبیلؓ بن حسنہ، ضرار بن ازور اور دیگر سردار اپنے ہمراہیوں سمیت تیروں کی بارش میں سرپٹ گھوڑے چھوڑے ہوئے تیر اندازوں پر حملہ آور ہوئے اور ایسا قتلِ عام ہوا کہ تیر انداز چوکڑی بھول گئے۔ خالدؓ بن ولید کے ہاتھ میں اس دن نو تلواریں ٹوٹیں۔ وہ کئی سو جوانوں کے برابر اکیلے لڑتے رہے۔ ضرارؓ بن ازور نے بھی شدید قتال کیا۔ زبیرؓ بن عوام اور دیگر سرداروں نے وہ تلوار چلائی کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور چالیس ہزار رومی تیر انداز میدان میں قتل ہو گئے۔ باقی بھاگ کر اپنے لشکر میں جا ملے۔ اہلِ اسلام کو اس مصیبت سے نجات ملی اور تیروں کی بارش سے امن ملا۔ دونوں لشکر پھر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید کا دل ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے پھر میدان میں نکل کر حریف طلب کیا۔ رومیوں کی طرف سے ایک پہلوان نکلا۔ خالد بن ولید نے پہلے ہی وار میں قتل کر دیا۔ پھر ہر چند رومیوں کو للکارا، مگر کوئی پہلوان ان کے مقابل نہ آیا۔ ابو عبیدہؓ نے خالد بن ولید سے کہلا بھیجا: "تم تھک گئے ہو گے۔ میدان سے واپس آ کر ذرا سستا لو۔" خالدؓ بن ولید واپس آ گئے۔ سورج کے غروب ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا کہ رومی میدان سے ہٹ کر اپنی قیام گاہ

میں چلے گئے اور اہلِ اسلام بھی اپنے کیمپ میں آ گئے اور اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف ہوئے۔ ابو عبیدہؓ لشکریوں میں پھرتے تھے اور ان سے کہتے تھے: "گو آج تم کو بڑی اذیت پہنچی ہے، مگر دشمنوں کا تم سے بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اس کے فضل و کرم کے امیدوار رہو۔" اس رات چونکہ سردارانِ لشکر بہت تھکے ہوئے تھے، ابو عبیدہؓ نے پاسبانی کی ڈیوٹی اپنے ذمے لی۔ وہ رات کے وقت کیمپ کے گرد گشت کر رہے تھے کہ ان کو دو سوار اپنے آگے چلتے دکھائی دیئے۔ انہوں نے آواز دے کر ٹھہرایا۔ جب ان کے نزدیک گئے، تو دیکھا کہ وہ دو سوار زبیرؓ بن عوام اور ان کی بیوی اسماءؓ بنتِ ابی بکرؓ ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے حیران ہو کر پوچھا: "اس وقت تم کدھر جا رہے ہو؟" زبیر نے کہا: "چونکہ آج اہلِ اسلام تھکے ماندے تھے اور بعض کی آنکھیں زخمی ہو گئی تھیں، مجھے خیال آیا کہ کہیں پاسبانی میں غفلت نہ کریں۔ اس لیے میں لشکرِ اسلام کی نگہبانی کر رہا ہوں۔ میری بیوی نے بھی میرا ساتھ دیا ہے۔" ابو عبیدہ یہ سن کر بڑے خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ ابو عبیدہ نے کہا: "تم بھی آج اس لڑائی میں بہت تھک گئے ہو۔ جا کر آرام کرو۔ میں نگہبانی کرتا ہوں۔" زبیرؓ نے کہا: "آرام کی ضرورت نہیں، مجھ

ے جن بہادروں کی ایک ایک آنکھ اس معرکے میں ضائع ہو گئی تھی، ان سے کوئی شخص آنکھ ضائع ہونے کی بابت پوچھتا، تو وہ بڑے فخر اور ناز سے کہتے کہ یہ قابلِ فخر تمغہ ہم کو جنگِ یرموک میں نصیب ہوا تھا، جس سے زیادہ خطرناک جنگ اہلِ اسلام کو کبھی پیش نہ آئی تھی اور اللہ تعالیٰ

کو نگہبانی کرنے دیجئے۔" چنانچہ زبیرؓ بھی تمام رات اسلامی کمیپ کے گرد مع اپنی بیوی کے گشت کرتے رہے۔

جب باہان اپنے خیمے میں پہنچا، تو وہ سخت پژمردہ خاطر تھا۔ اس نے قوریر اور جرجیر کو بلایا اور کہا: "اب تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟ ہماری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اہلِ عرب کی جرأت اور جسارت نے ہماری سب تدبیریں خاک میں ملا دیں۔ آج تیر اندازوں نے ان کو سخت گھبراہٹ میں ڈال دیا تھا اور مجھے امید تھی کہ آج فتح حاصل ہوگی، مگر یک لخت اسلامی لشکر تیروں کی کچھ پروانہ کرکے تیر اندازوں پر ٹوٹ پڑا اور اُن کو تہِ تیغِ بے دریغ کر ڈالا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کل اہلِ عرب نے ہم پر حملہ کر دیا، تو ہمارا لشکر بھاگ نکلے گا۔" قوریر نے کہا: "بہتر ہے کہ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام سے کہلا بھیجیے کہ چند دن لڑائی موقوف رکھو۔ اتنے میں ہمارا لشکر آرام کر لے گا اور لڑائی کے لیے تیار ہو جائے گا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۵۸) نے ہم کو دشمنوں پر نمایاں فتح عطا فرمائی تھی۔ یہ آنکھ اس معرکے میں کام آئی تھی، جس نے اہلِ اسلام کے لیے شام اور فلسطین کا دروازہ کھول دیا۔

۱۴۔ جنگِ یرموک کا پانچواں دن

صبح ہونے سے پیشتر باہان نے بنی غسان میں سے ایک سمجھ دار آدمی کو ابوعبیدہ کے پاس بھیجا، جس نے یہ پیغام دیا: "لڑائی کا کوئی اعتبار نہیں، کبھی اِدھر، کبھی اُدھر۔ دو چار دن اہلِ اسلام کو غلبہ حاصل ہوا ہے اس پر مغرور نہ ہو جانا، کیونکہ ابھی رومی لشکر کی تعداد کئی لاکھ ہے اور اس میں بڑے بڑے جنگجو موجود ہیں۔ انجام کار رومی لشکر کو فتح ہو گی۔ تم کب تک ان کے مقابلے پر اڑے رہو گے؟ لیکن باہان چاہتا ہے کہ کچھ دن لڑائی موقوف رکھو تاکہ اس عرصے میں ہم کوشش کریں کہ اہلِ عرب سے ہماری صلح ہو جائے۔ میرے اختیار میں جو کچھ تھا، میں نے کیا، وہ تم نے منظور نہیں کیا۔ اب بادشاہ کو لکھتا ہوں، شاید وہ مان جائے اور تمہیں منہ مانگی مراد مل جائے۔" جب ابوعبیدہؓ نے باہان کا پیغام سنا، تو خالدؓ بن ولید کو بلایا اور کہا: "باہان نے چند روز لڑائی موقوف رکھنے کی درخواست کی ہے اس نیت سے کہ شاہِ ہرقل کی اجازت لے کر وہ ہمارے حسبِ منشا صلح کر لے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی درخواست منظور کر لوں۔ اگر ہمارے منشا کے موافق صلح ہو جائے، تو اور کیا چاہیئے؟" خالدؓ بن ولید نے کہا: "اے امین الامت! اس سے پہلے بھی باہان نے سات دن لڑائی موقوف رکھنے

کا پیغام بھیجا تھا، جو آپ نے میرے اختلاف کے باوجود منظور کر لیا تھا۔ اس کا معاوضہ اس نے ہم کو یہ دیا کہ اچانک لشکر لے کر چڑھ آیا جب کہ ہم بالکل لڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس وقت اگر آپ میرا کہنا مانتے، تو ہمارے حق میں بہت ہی اچھا ہوتا۔ میں ان لوگوں کی چالاکیوں سے خوب واقف ہوں۔ اب بھی اس نے کوئی داؤں کھیلنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ اس کے پیغام کو ہرگز منظور نہ کریں اور کہلا بھیجیں کہ لڑائی میں توقف نہیں ہو سکتا۔" ابو عبیدہؓ نے قاصد سے کہا: "باہان سے جا کر کہہ دے کہ پہلی دفعہ تو نے ہم سے فریب کیا تھا، اب ہم تیرے فریب میں نہیں آتے اور لڑائی میں توقف نہیں ڈال سکتے۔ ہم ابھی تیار ہو کر میدان میں آ جائیں گے۔ وہ بھی لشکر آراستہ کر کے میدان میں آ جائے۔ آئندہ اختیار ہے۔ مگر ہم اس لڑائی کا خاتمہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔"

جب باہان کا قاصد مایوس ہو کر واپس آیا اور حال سے آگاہ کیا، تو وہ سخت متردد ہوا اور کہنے لگا: "میں اہلِ عرب سے صلح کی امید رکھتا تھا مگر وہ لڑائی اور خوں ریزی پر ضد کرتے ہیں۔ اچھا، لشکر آراستہ کرو اور میدان میں چلو۔ نتیجہ جو کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔ آج میں خود لڑائی میں موجود رہوں گا اور آپ میدانِ جنگ میں نکلوں گا۔" جرجیر نے کہا: "ہمارے ہوتے آپ کیوں میدانِ جنگ میں نکلیں گے؟ پہلے میں میدانِ جنگ میں نکلوں گا۔ اور اہلِ عرب کے سپہ سالار کو جنگ کے لیے طلب کروں گا۔ اگر اس کو مار لیا، تو ہماری فتح ہو جائے گی۔ اب سرداروں میں لڑائی شروع ہونی چاہیے

اس طرح لڑائی کا جلد فیصلہ ہو جائے گا۔" باہان نے کہا: "اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہلِ عرب کے دو تین سردار مارے جائیں۔ خصوصاً خالدؓ بن ولید۔ پھر تو ہم بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالیں گے۔ پس اہلِ عرب میں یہ دو تین ہی سردار ہیں، جو اپنی جرأت اور جسارت دکھا رہے ہیں، اور ہماری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔" اس بات کا فیصلہ کر کے باہان نے لشکر کو میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔

اِدھر ابو عبیدہ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد لشکر آراستہ کر کے میدانِ جنگ میں لے آئے۔ جرجیر سرتاپا آہن میں غرق ہو کر میدانِ جنگ میں آیا اور للکار کر کہا: "میں رومی لشکر کا ایک نامی سردار ہوں، میرے مقابلے پر اہلِ عرب کا سپہ سالار آئے، کیونکہ میں کسی ادنیٰ سردار سے مقابلہ نہیں کروں گا۔"

امین الامت ابو عبیدہؓ نے، جو اپنا علم لیے ہوئے اپنے لشکر کے قلب میں تھے، جرجیر کا یہ کلام سنا، تو خالدؓ بن ولید کو بلا کر کہا: "اے ابا سلیمان! رومی سردار نے مجھے مقابلے کے لیے طلب کیا ہے۔ یہ علم تم اپنے پاس رکھو۔ اگر میں صحیح سالم واپس آ گیا، تو اپنا علم لے لوں گا، ورنہ میری جگہ تم لشکرِ اسلام کے سپہ سالار ہو گے، جب تک امیر المومنین اس کے متعلق کوئی حکم نہ بھیجیں۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "اے امین الامت! آپ دن سے دکھ رکھ کر اور شب بیداری کر کر کے بڑے نحیف و لاغر ہو رہے ہیں خصوصاً آج رات آپ لشکر کی نگہبانی کر رہے تھے، آپ اپنا علم اپنے پاس رکھیے

اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس رومی سردار کے مقابلے پر جاؤں۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "رومی سردار نے مجھے طلب کیا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اس کے مقابلے پر جاؤں۔" دیگر سرداروں نے بھی عرض کی: "جب ہم لوگ موجود ہیں، تو آپ کیوں میدانِ جنگ میں جاتے ہیں؟" سب کہنے لگے: "پہلے ہم کو تصدق اور قربان ہو لینے دیجیے، پھر آپ جو چاہیں، کریں۔" ابو عبیدہ نے کہا: "میں میدانِ جنگ میں جانے سے رک نہیں سکتا۔ جب فریقِ مخالف نے مجھے طلب کیا ہے، تو میرا فرض ہے کہ میں مقابلے پر جاؤں۔ اس لیے تم مجھے ہرگز نہ روکو۔ میں عزم کر چکا ہوں۔" یہ جواب سن کر سب خاموش ہو گئے۔

خالد بن ولید نے علم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور ابو عبیدہؓ زرہ پہنے پورے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔

جب ابو عبیدہ بن جراح جرجیر کے مقابل ہوئے تو جرجیر نے پوچھا: "کیا اہلِ عرب کے سردار تمھیں ہو؟" ابو عبیدہ نے کہا: "اہلِ اسلام مجھی کو اپنا سردار سمجھتے ہیں اور تمھارے بلانے پر مقابلے کے لیے آیا ہوں۔" دونوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک عرصے تک دونوں برابر لڑتے رہے۔ اہلِ اسلام ابو عبیدہ کی طرف سے بڑے فکر مند تھے اور ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے۔ جرجیر یہ دیکھ کر کہ اس کا حریف اس کے قابو میں نہیں آتا، اچانک گھوڑا پھیر کر میدان سے بھاگ نکلا۔ ابو عبیدہ نے تلوار کھینچتے ہوئے اس کا تعاقب کیا۔ تھوڑی دور جا کر جرجیر نے الٹ کر ابو عبیدہؓ پر وار کیا۔ ابو عبیدہ نے وار خالی دیا اور اس زور سے ایک ہاتھ مارا کہ جرجیر کی زرہ کاٹ کر اس کو گھائل کر کے گرا دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ لشکرِ

اسلام نے بھی خوشی سے تکبیر بلند کی۔ ابو عبیدہؓ مظفر و منصور اپنے لشکر میں آ گئے اور اپنا علم لے کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

باہان نے جب جرجیر کو قتل ہوتے دیکھا، تو بہت گھبرایا اور کہا: "افسوس میرا دست و بازو میدان جنگ میں قتل ہو گیا۔ اب میں خود میدان میں نکلتا ہوں، اگر مارا گیا تو اس تردّد سے نجات پاؤں گا۔ اگر بچ گیا، تو بادشاہ کے انعام کا مستحق ہوں گا۔" اس پر ایک بہادر پہلوان باہان کے پاس آیا اور کہنے لگا: "آپ میدان میں نہ جائیے اور مجھے اجازت دیجئے، میں جرجیر کا بدلہ اہلِ اسلام سے لوں گا۔" باہان نے کہا: "اچھا، تم بھی میدان میں جاکر قسمت آزمائی کر لو۔" اس پہلوان کا نام سرجیس تھا اور وہ جرجیر کا رشتے دار تھا۔ جب وہ میدان میں نکلا، تو گھوڑے کو میدان میں چکر دے کر اپنی شہسواری کا ثبوت دینے لگا۔ اتنے میں لشکرِ اسلام میں سے مالک اُشتر نکلے اور سرجیس کے مقابل ہوئے۔ کچھ دیر تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر مالک اُشتر نے یہ دیکھ کر کہ سرجیس کے جسم پر کوئی وار کارگر نہیں ہوتا، تاک کر ران پر نیزہ مارا، مگر نیزہ سرجیس کے بجائے گھوڑے کی پسلیوں میں گھس گیا۔ گھوڑا مع سوار زمین پر گر پڑا۔ سرجیس اپنے گھوڑے کی زین سے الگ نہ ہوا تھا کہ مالک اشتر نے سبکدستی کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔

یہ حالت دیکھ کر باہان طیش میں آ گیا اور خود میدانِ جنگ میں نکلنے کا ارادہ کیا۔ اس کے ماتحت سردار پھر اس کے پاس آ کر کہنے لگے کہ جب تک ہم زندہ ہیں، تب تک آپ میدان میں نہ جائیں۔ باہان نے کہا: "میں یہ

مقابلہ دیکھ کر تنگ آگیا ہوں اور اس کھیل کو ختم کرتا ہوں۔ میں لڑائی کو اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ یا مجھے فتح ہوئی یا شکست۔ اگر میں نے شکست کھائی تو بادشاہ سے سرخرو ہو جاؤں گا اور کہہ دوں گا کہ میں نے حتی المقدور کوشش کی، اپنی جان خطرے میں ڈالی، مگر عربوں کے سامنے ہماری کچھ پیش نہ گئی۔ اب تم سب اپنی جگہ پر ٹھیرے رہو اور مجھے میدان میں جانے دو۔" باہان کے ماتحت سردار یہ سن کر چپ ہو گئے۔ باہان مسلح ہو کر اور ایک وزنی عمود ہاتھ میں لیے میدان میں نکلا۔ باہان بڑا تنومند اور بہادر جنگجو تھا اور اس کو یقین تھا کہ گو اہل عرب منچلے ہیں اور تیغ و سناں کی لڑائی میں سبکدست ہیں، مگر میرے عمود کا وار ان میں سے کوئی نہ سنبھال سکے گا۔ مالک اشتر سرجیس کو قتل کر کے میدان میں للکار رہے تھے کہ باہان میدان میں پہنچ گیا۔ خالد بن ولید نے دور سے باہان کی سج دھج دیکھ کر پہچان لیا اور ابوعبیدہ سے کہا: "اب خود باہان میدان میں نکلا ہے۔ اُمید ہے کہ لڑائی کا جلد خاتمہ ہو جائے۔ اگر مالک اُشتر میدان میں موجود نہ ہوتے، تو باہان کے مقابلے پر میں خود نکلتا۔" باہان نے میدان میں آتے ہی مالک سے پوچھا: "کیا تمہارا نام خالد ہے؟" مالک نے کہا: "نہیں، میرا نام مالک اُشتر ہے۔" باہان نے کہا: "میرا ارادہ خالد سے مقابلہ کرنے کا تھا، مگر خیر، کوئی ہرج نہیں تمہیں قتل کر کے خالد کو طلب کر لوں گا۔" مالک نے کہا: "تمہاری آرزو نہ پوری ہوگی، کیونکہ تم میرے ہی ہاتھ سے زندہ نہ بچو گے۔" باہان نے کہا: "میں تمہارے لشکر کے تمام سرداروں کو چن چن کر قتل کر دوں گا۔ تم نے مجھ

کو سمجھا کیا ہے؟ لو، سنبھل جاؤ" لڑائی شروع ہوئی۔ کچھ دیر یکساں وار پڑتے رہے اور دونوں سنبھالتے رہے، مگر فریقین جلد ایک دوسرے کی طاقت اور زور کے قائل ہوگئے اور باہان نے موقع پاکر بڑے زور کے ساتھ عمود کا وار کیا۔ مالک نے اُسے ڈھال پر لیا، مگر ڈھال سے پھسل کر مالک کے خود پر پڑا۔ کوئی شبہ نہیں کہ اگر عمود پورے زور کے ساتھ مالک کے خود پر پڑتا، تو مالک کا سر پاش پاش ہو جاتا۔ مگر عمود کا زور ڈھال پر پڑنے سے کم ہو گیا تھا پھر بھی اس کی ضرب سے مالک کا خود ان کی آنکھ کے اُوپر کی ہڈی میں گھس گیا اور ہڈی باہر نکل آئی۔ زخم سے خون جاری ہو گیا۔ باہان نے سمجھا کہ حریف قتل ہو گیا اور عنقریب گھوڑے سے گرا چاہتا ہے۔ ادھر مالک نے اللہ تعالیٰ سے دعائے نصرت مانگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ باہان مالک کے گرنے کا منتظر ہی تھا کہ مالک اسی زخمی حالت میں بجلی کی طرح گھوڑا دوڑا کر باہان پر ٹوٹ پڑے اور بڑے زور سے تلوار کا وار کیا۔ تلوار باہان کے دائیں شانے پر پڑی۔ زیادہ کارگر تو نہ ہوئی، مگر شانہ زخمی ہو گیا۔ باہان اپنے ہاتھ کو بیکار پاکر گھوڑا دوڑا کر اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ مالک اُشتر اپنے لشکر میں آگئے اور ان کا زخم باندھا گیا۔

خالد بن ولید نے جو باہان کو پیٹھ پھیرتے دیکھا، تو ابو عبیدہؓ سے کہا:

"اب وقت ہے، یکبارگی حملے کی اجازت دیجیے، آج یقیناً ہم فتح پائیں گے اور یہ بڑا لمبا کھیل ختم ہو جائے گا۔" ابو عبیدہؓ نے اُسی وقت جنگِ مغلوبہ کا حکم دے دیا۔ تمام لشکرِ اسلام اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا رومی لشکر پر ٹوٹ

پڑا اور رومیوں میں قتل کا بازار گرم کر دیا۔ رومی جم کر لڑتے رہے، مگر عربی تلوار کا لقمہ ہوئے جاتے تھے۔ شام تک سخت لڑائی ہوتی رہی۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا کہ رومیوں نے بھاگنا شروع کیا۔ اہلِ عرب نے اُن کا پیچھا کیا۔ وہ دریائے یرموک، جس کو رومی لشکر نے اپنی حفاظت سمجھا تھا، اب اُن کی ہلاکت کا گڑھا ہو گیا۔ ہزار ہا رومی بھاگتے ہوئے دریا میں غرق ہو گئے خالد بن ولید نے اپنے لشکرِ زحف سمیت باہان اور اس کے ہمراہیوں کا پیچھا کیا اور کچھ فاصلے پر اُن کو جا لیا۔ باہان اس معرکے میں قتل ہوا، اور اُس کے کئی ہمراہی بھی بھاگتے ہوئے مارے گئے۔ باقی منتشر ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

اہلِ عرب کو بڑی شاندار فتح حاصل ہوئی۔ اس تمام جنگ میں بقولِ کاسن ڈی پرسیول ایک لاکھ چالیس ہزار اور بقولِ واقدی ایک[1] لاکھ پانچ ہزار رومی قتل ہوئے، جو دریا میں غرق ہو گئے، ان کا کوئی حساب نہیں، اور چالیس ہزار اہلِ اسلام کے ہاتھ اسیر ہوئے۔ لشکرِ اسلام میں زخمی تو بہت تھے، لیکن مقتولوں کی تعداد بقولِ کاسن ڈی پرسیول صرف تین ہزار اور بقولِ واقدی چار ہزار اور بقولِ مؤلفِ تاریخ عالم چار ہزار تین تھی۔

---

[1] غالباً واقدی نے صرف ان رومی مقتولوں کا شمار لیا ہے، جو میدانِ جنگ میں بالمقابل قتل ہوئے۔ ان کو شامل نہیں کیا، جو بھاگتے ہوئے پہاڑوں اور جنگلوں میں قتل ہوئے۔

رومیوں کا بے شمار مال و اسباب اہلِ اسلام کے ہاتھ آیا۔ صرف باہان کا ساز و سامان ہی ساٹھ ہزار دینار کا تھا۔ یہ جنگِ عظیم ماہِ رجب ۱۵ سنہ ہجری میں واقع ہوئی تھی اور اِس نے ملک شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ جب ابو عبیدہؓ اپنے شہیدوں کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے اور مالِ غنیمت جمع ہو چکا، تو انھوں نے امیر المؤمنین کی خدمت میں مندرجۂ ذیل خط لکھا:

"میں اللہ تعالےٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اللہ کا درود اس کے برگزیدہ نبی پر نازل ہو۔ یہ خط ابو عبیدہ عامر بن جراح کی طرف سے ہے۔ میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو نعمتیں اُس نے ہم پر نازل کیں، ان کا شکر ادا کرتا ہوں، خصوصاً اس نعمت کا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث فرمایا۔ میں آپ کو اس امر سے آگاہ کرتا ہوں کہ میں یرموک میں اُترا۔ باہان بھی میرے مقابل اُترا۔ مسلمانوں کو اس سے پہلے اتنی بڑی جماعت سے سابقہ نہیں پڑا۔ اُس جماعت کو شکست ہوئی، اور اللہ تعالےٰ نے ہماری مدد کی اور اپنے فضل سے ان پر غالب کیا۔ ہم نے تقریباً ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل کر دیئے، چالیس ہزار گرفتار کر لیئے اور ہزاروں دریا میں ڈوب مرے۔ چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ میں نے مالِ غنیمت جمع کر کے اُس میں سے خمس نکال لیا۔ خمس اور مالِ غنیمت کے متعلق آپ کے حکم

کا منتظر ہوں۔ آپ پر اور تمام مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو۔"

یہ خط لکھ کر ایک قاصد کے حوالے کیا اور لشکر کو دمشق کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ کیونکہ رومی مقتولوں کی کثرت کے باعث میدانِ یرموک کی ہوا خراب ہو گئی تھی۔ جس دن یرموک میں اہلِ اسلام کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی، اُس رات حضرت عمرؓ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مبارک میں تشریف رکھتے ہیں اور ان کے پاس حضرت ابوبکر صدیقؓ بیٹھے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سلام کیا اور کہا: "یا رسول اللہ! میں لشکرِ اسلام کے لیے بڑا متفکر ہوں، میرا دل اس طرف لگا رہتا ہے اور مجھے علم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ دشمن کی تعداد کئی لاکھ ہے اور اہلِ اسلام قلیل ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے عمر! تم کو بشارت ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔" اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "یہ آخرت کا گھر ہے، جس (کی نعمتوں) کو ہم نے اُن لوگوں کے لیے (خاص) کر رکھا ہے، جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنا چاہتے اور نہ فساد (کے خواہاں ہیں) اور انجام (بخیر تو) پرہیزگاروں (ہی) کا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے صبح اُٹھ کر یہ خواب اہلِ اسلام کو سنایا۔ سب سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: "اللہ تعالےٰ نے اہلِ اسلام پر اپنا فضل و کرم کیا۔" چند دن بعد ابوعبیدہؓ کا قاصد خط لیے پہنچا۔ حضرت عمرؓ پڑھ کر بہت

خوش ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر مسلمانوں کو خط سنایا اور کہا: اللہ تعالےٰ نے میرا خواب سچا کر دکھایا۔" اس کے بعد قلم دوات لے کر ابو عبیدہؓ کو مندرجۂ ذیل خط لکھا۔

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بڑا رحمٰن و رحیم ہے۔ یہ خط اللہ کے بندے عمرؓ بن خطاب کی طرف سے ملک شام کے گورنر کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں اس اللہ تعالےٰ کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ میں اس بات سے بہت خوش ہوا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے رومیوں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ جب میرا خط پہنچے، تو مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کرو اور حقدار کو اس کا حق دے دو۔ مسلمانوں اور ان کے کاموں کی نگہداشت کرو۔ جب تک میرا حکم نہ پہنچے، اپنی جگہ پر مقیم رہو۔ تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر سلامتی اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔"

جب ابو عُبیدہ کو یہ خط ملا، تو اُنھوں نے حسبِ دستور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ مدینۂ منورہ بھیج دیا اور باقی اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا اور ایک ماہ تک حوالیِ دمشق میں مقام رکھا۔ ایک دن اپنے سرداروں کو جمع کر کے ابو عبیدہ نے پوچھا: "تم کیا صلاح دیتے ہو؟ آگے بڑھیں، یا فلسطین کا قصد کریں؟" سرداروں نے کہا: "آگے بڑھنے کے بجائے

فلسطین کی طرف جانا چاہیے، کیونکہ جب تک فلسطین پر ہمارا قبضہ نہ ہو جائے، تب تک ملکِ شام میں قدم بڑھانا مناسب نہیں۔" ابو عبیدہ نے کہا: "فلسطین پر دو مقام بڑے مضبوط ہیں: بیت المقدس اور قیساریہ۔ دونوں میں سے پہلے کس پر چڑھائی کریں؟" سرداروں نے کہا: "اس بارے میں خلیفۂ ثانی کا حکم منگا لینا چاہیے۔ جو حکم آئے، اس پر عمل کیا جائے۔" ابو عبیدہ نے یہ بات پسند کی اور خلیفۂ ثانی کی خدمت میں عرض کر بھیجا: "فلسطین میں دو مقام بڑے مضبوط اور مستحکم ہیں: ایک بیت المقدس، دوم قیساریہ۔ قیساریہ میں قیصرِ روم کا بیٹا قسطنطین جرار لشکر کے ساتھ موجود ہے اور بیت المقدس میں بھی کثیر فوج حفاظت کے لیے متعین ہے۔ آپ مجھے حکم دیں کہ میں پہلے کس مقام پر چڑھائی کروں۔" خلیفۂ ثانی نے ابو عبیدہؓ کا خط پڑھا، تو حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "میری رائے میں بیت المقدس کا پہلے فتح کرنا ضروری ہے، کیونکہ وہ بڑا ضروری مقام ہے۔ جب وہ فتح ہو جائے تو پھر قیساریہ پر حملہ کرنا چاہیے۔" خلیفۂ ثانی نے حضرت علیؓ کی رائے پسند کی اور اس کے بموجب ابو عبیدہؓ کو حکم بھیج دیا۔ ابو عبیدہؓ نے حکم پہنچتے ہی پانچ ہزار سوار یزید بن ابی سفیان کو سردار کر کے بیت المقدس کی طرف روانہ کیا۔ دوسرے دن شرحبیل بن حسنہ کو پانچ ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ تیسرے دن مرقال بن ہاشم کو پانچ ہزار سوار کی جمعیت سے بیت المقدس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ چوتھے دن قیس بن ہبیرہ کو پانچ ہزار سوار کے دستے پر افسر کر کے بھیجا اور ان سب کو یکے بعد دیگرے تاکید

کر دی کہ بیت المقدس کے قریب جاکر الگ الگ مقام پر اُتریں مطلب یہ تھا کہ ہر روز نیا لشکر وہاں پہنچے گا، تو دشمنوں پر رعب پڑے گا۔ ان سب کے بعد آپ مع باقی ماندہ لشکر، مال اسباب اور عورتوں کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم روانہ ہوئے۔



فتح بیت المقدس

جنگِ یرموک کی خبر بجلی کی طرح تمام اطراف میں پھیل گئی۔ جو شہر اہل اسلام نے اس جنگ سے پہلے فتح کیئے تھے اور شاہی لشکر کی آمد پر پھر شاہِ روم کے قبضے میں چلے گئے تھے، وہ اب شاہی لشکر کے شکست پانے پر خود بخود اہلِ اسلام کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔ مگر جو شہر ابھی شاہِ روم کے قبضے میں تھے، وہ بدستور مقابلے پر اڑے ہوئے تھے، گو جنگِ یرموک کے نتیجے نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی تھی اور اُن کو بھی اندیشہ تھا کہ لشکرِ اسلام عنقریب اُن پر چڑھائی کرے گا۔ اہلِ بیت المقدس بھی اس سے بے خبر نہ تھے۔ جب یزید بن ابی سفیان اپنے پانچ ہزار سوار لے کر بیت المقدس پہنچے، تو اہلِ شہر قلعہ بند ہو گئے۔ اُن کو یہ جرأت تو نہ پڑی کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کریں، مگر قلعے کو اچھی طرح محفوظ کر لیا۔ دوسرے دن شرحبیل کا دستہ پہنچ گیا، تیسرے دن مرقال بن ہاشم، چوتھے دن قیس بن ہبیرہ، چاروں الگ الگ دروازوں پر اترے اور ابو عبیدہ کا انتظار کرنے لگے۔ قلعے والوں نے بھی ان سے کوئی چھیڑ نہ کی اور چپ چاپ اپنی حفاظت میں لگے رہے۔ جب تین دن گزر گئے، تو یزید بن ابی سفیان کے ایک ہمراہی نے پوچھا: "بیت المقدس کے لوگ گونگے ہیں کہ بولتے ہی نہیں؟ بہرے ہیں

کہ سنتے نہیں؟ اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں؟ ہمیں ان کے مقابل اُترے تین دن ہو گئے۔ انھوں نے پوچھا تک نہیں کہ تم کس طرح آئے ہو، کیا مطلب ہے۔ ان کا ایک آدمی بھی دکھائی نہیں دیا۔ انھوں نے ہماری ذرا پروا نہیں کی۔ اس طرح ہم کب تک کس مپرسی کی حالت میں پڑے رہیں گے؟ مناسب سمجھیے، تو ہمیں قلعے پر حملے کی اجازت دیجیے تاکہ ہم اُن کو ہوش میں لائیں اور ان سے ہماری آہ وسہم تو کھل جائے۔" یزید بن ابی سفیان نے کہا: "مجھے امین الامت نے یہاں ڈیرا لگانے کا حکم دیا تھا، نہ کہ حملہ کرنے کا۔ ہاں، اگر اہلِ بیت المقدس میدان میں آجاتے، تو بڑی خوشی سے مقابلہ کرتے، لیکن اب چونکہ وہ محصور ہو گئے ہیں، اس لیے سپہ سالار کے حکم کے بغیر میں اُن پر حملہ نہیں کر سکتا۔ جب وہ اس جگہ تشریف لے آئیں گے، تو جو حکم دیں گے، اس کی تعمیل کی جائے گی۔ ہاں، اس بات کا کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی آدمی کو بھیج کر اہلِ قلعہ سے بات چیت کا سلسلہ چھیڑ دیں اور ان کا عندیہ معلوم کریں۔ شاید وہ صلح کے خواہشمند ہوں، کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے دلوں میں اہلِ اسلام کی دہشت ڈال دی ہے، ورنہ وہ ضرور میدان میں نکل کر ہمارا مقابلہ کرتے۔"

یزید بن ابی سفیان نے ایک آدمی قلعے والوں کے پاس بھیجا۔ اس نے قلعے والوں کے پاس جا کر اہل بیت المقدس سے کہا کہ کوئی آدمی مجھسے بات چیت کرنے کے لیے بھیجو۔ جب دونوں یکجا ہوئے، تو عرب نے کہا: "اہلِ عرب نے تمھارے شہر پر چڑھائی کی ہے۔ بتاؤ، تمھارا کیا منشا ہے؟

رومی نے کہا: "تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟" عرب نے کہا: "اوّل تو ہم تم کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے ہیں تاکہ تم ہمارے بھائی بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سزاوار ہو جاؤ۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے، تو صلح کر لو اور ہماری حفاظت میں آ جاؤ جیسا کہ اہلِ شام نے کیا ہے۔ اگر دونوں باتیں منظور نہیں، تو میدان میں نکل کر ہمارا مقابلہ کرو۔" رومی نے جواب دیا: "شاہِ ہرقل نے رومی فوج ایک بطریق (سردار) کے ماتحت بیت المقدس کی حفاظت کے لیے بھیجی ہے۔ اس کے علاوہ اہلِ شہر بھی مسلح ہیں اور فنِ جنگ میں ماہر۔ وہ نہ تو تمھارا اسلام قبول کرتے ہیں، نہ تمھاری حفاظت میں آتے ہیں اور نہ ابھی میدان میں نکلنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے قلعے کو اچھی طرح محفوظ کر لیا ہے۔ چاہے تم دس سال محاصرہ کیے پڑے رہو، تم اُن پر غالب نہ آسکو گے۔ آخر تھک کر چلے جاؤ گے۔" عرب نے کہا: "یہ دھمکی ہم کو بہت قلعہ داروں نے دی ہے، مگر آخر تنگ آکر انھوں نے صلح کی درخواست کی۔ تمھارا بھی یہی حال ہو گا۔ ہم تمھارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک اس شہر کو فتح نہ کر لیں، آگے نہیں بڑھیں گے۔ یہ کانٹا نکال ہی کر کہیں جائیں گے۔ کب تک مقابلے پر اڑے رہو گے؟" رومی نے کہا: "اچھا، دیکھا جائے گا۔ مگر یہ امید نہ رکھو کہ ہم اپنا شہر یونہی تمھارے حوالے کر دیں گے۔"

اس پر گفتگو ختم ہوئی اور عرب نے واپس آکر یزید بن ابی سفیان کو اس حال سے آگاہ کیا۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا: "اگر وہ مقابلے پر آمادہ ہیں تو یہاں کیا تامل ہے؟ امین الامت آجائیں، تو لڑائی شروع کر دینگے۔"

دس دن بعد ابو عبیدہؓ مع لشکرِ اسلام آتے ہوئے دکھائی۔ چاروں عربی سرداران کے استقبال کے لیے گئے۔ ابو عبیدہؓ کے دائیں طرف خالد بن ولید اور بائیں طرف عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تھے۔ چاروں سرداروں نے ابو عبیدہؓ اور دیگر سرداروں سے مصافحہ کیا اور ایک دوسرے سے مل کر بڑے خوش ہوئے اور اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ دشت و جبل گونج اُٹھے۔ رومیوں نے جب یہ شور سُنا، تو چند رومی جو قلعے کی دیوار سے اسلامی لشکر کی آمد کو دیکھ رہے تھے، دوڑتے ہوئے اپنے بطریق کے پاس گئے۔ بطریق نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اہلِ اسلام کا ایک اور لشکر آج پہنچا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سپہ سالارِ لشکر اسلام آگیا۔ اہلِ عرب نے اس خوشی میں آسمان سر پر اُٹھایا ہے۔“ بطریق نے کہا: ”عربی لشکر تو پہلے ہی یہاں بہت تھا، اب یہ اور بلا آپہنچی۔ خیر مضائقہ نہیں، جو پیش آئے گا، دیکھا جائے گا۔“ یزید بن ابی سفیان نے ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی کہ اہلِ بیت المقدس صلح پر راضی نہیں، لڑائی پر آمادہ ہیں۔“ ابو عبیدہؓ نے کہا: ”بہت بہتر، کل چار طرف سے قلعے پر حملہ کردیں گے۔“ دوسرے دن لشکرِ اسلام نے حملہ کیا، مگر ناکام واپس آئے اسی طرح کئی دن برابر حملے کرتے رہے، مگر کچھ فائدہ نہ ہُوا۔ آخر خالد بن ولید نے کہا: ”ہمارے حملوں کا قلعے والوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ میری تجویز یہ ہے کہ چیدہ چیدہ تیر انداز متفرق ہو کر قلعے کے قریب جائیں اور ڈھالیں سر پر رکھ کر بیٹھ جائیں اور اس حالت میں قلعے والوں پر تیر چلائیں۔“ اس

تجویز کو ابو عبیدہؓ نے پسند کیا اور اہلِ یمن میں سے ماہر تیر انداز میدان میں بھیجے گئے وہ تیر کی مار کا فاصلہ چھوڑ کر میدان میں ڈھالیں سر پہ رکھے ہوئے بیٹھ گئے۔ ضرار بن ازور بھی نیزہ چھوڑ کر اور تیر کمان لے کر میدان میں چلے گئے۔ جب اہلِ یمن نے اس طرح تیر چلانے شروع کیے، تو بہت سے رومی زخمی ہونے لگے۔ وہ اوپر سے پتھر اور تیر پھینکتے، مگر اہلِ یمن ڈھالوں کے باعث محفوظ رہتے۔ ضرار بن ازور نے قلعے کے بڑے برج پر، جہاں رومی علم بردار تھا، تاک کر تیر چلایا۔ تیر رومی علم بردار کے سینے پر بیٹھا اور وہ گھائل ہو کر گر پڑا۔ قلعے میں نالہ و بکا کا شور بلند ہوا اور اہلِ اسلام خوش ہوئے۔ اس طرح ہر روز لڑائی ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ کامل چار ماہ گزر گئے۔ اہلِ قلعہ اب تنگ آ گئے۔ ایک تو ہر روز ان کے سپاہی کچھ نہ کچھ زخمی ہوتے تھے، دوم اندر بیٹھے بیٹھے ان کے دل گھبرا گئے آخر تنگ آ کر چند معزز آدمی اپنے بطریق کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اہلِ عرب ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے اور اب ہم زچ آ گئے۔ بہتر ہے کہ ان سے صلح کر لیں اور ان کی حفاظت میں آ جائیں۔" بطریق یہ سُن کر بیت المقدس کے قسِّ اعظم کے پاس گیا اور کہا: "اہلِ بیت المقدس اہلِ عرب سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔" قسِ اعظم کہنے لگا: "اگر تم بیت المقدس کی حفاظت نہیں کر سکتے، تو بہتر ہے، صلح کر لو، مگر میری رائے ہے کہ اہلِ عرب کے خلیفہ کو یہاں بلا لو تاکہ اس سے ہم عہد پیمان کر لیں اور قلعے کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں دے دیں۔ اس طرح اہلِ عرب ہم کو کوئی تکلیف نہیں دے سکیں گے اور ہمارے عبادت خانے ان کے ہاتھ سے محفوظ رہیں گے۔" بطریق نے کہا: "اہلِ عرب کی بابت ہم

نے سنا ہے کہ جب وہ کسی کو امان دیتے اور اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں، تو اہلِ شہر کے ساتھ نہایت نیک سلوک کرتے ہیں۔ کسی کے زن و بچہ کو تکلیف نہیں دیتے۔ کسی کی جائداد اور مال اسباب کو نہیں چھیڑتے۔ کسی کی زمین نہیں چھینتے اور جو عہد کر لیتے ہیں، اس کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں۔ عبادت خانوں کو مسمار نہیں کرتے، راہبوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دیتے اور اہلِ شہر کی مذہبی رسوم کی ادائگی میں حارج اور خلل انداز نہیں ہوتے۔ دمشق وغیرہ میں انھوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اس لحاظ سے میں اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ صلح کے لیے اُن کے خلیفہ کو تکلیف دی جائے۔ جو کچھ سپہ سالارِ اسلام کرے گا، اس کے سب پابند رہیں گے۔" قسِ اعظم نے کہا! "یہ بیت المقدس ہے۔ تمام دنیا میں ممتاز و اشرف ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اہلِ عرب کا خلیفہ خود یہاں چل کر آئے۔ تم سپہ سالارِ اہلِ اسلام کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر ان کا خلیفہ خود آئے، تو ہم کنجیاں اس کے حوالے کر دیں گے۔ اُمید ہے کہ وہ مان جائے گا اور ضروری سمجھ کر خلیفہ کو بلانے کے لیے خط لکھے گا۔" اس پر بطریق چند آدمی ہمراہ لے کر قلعے سے نکلا۔ لشکرِ اسلام کے قریب جا کر کہنے لگا: "میں صلح کے لیے آیا ہوں۔ اپنے سپہ سالار کو مجھ سے گفتگو کرنے کے

ے یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ اہلِ بیت المقدس میں یہ روایت چلی آتی تھی کہ بیت المقدس کو وہ بادشاہ فتح کرے گا، جس کا نام سہ حرفی ہوگا۔ حضرت عمر کا نام سہ حرفی تھا، اس لیے قسِ اعظم حضرت عمر کی موجودگی پر اصرار کرتا تھا۔

رہائی بھیجو۔" ابو عبیدہؓ خالدؓ بن ولید اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر سمیت رومی بطریق کے پاس آ گئے۔ رومی بطریق نے ابو عبیدہؓ سے مصافحہ کیا اور مزاج پرسی کے بعد کہا: "اے برادرِ عربی! تم کو علم نہیں کہ یہ بیت المقدس ہے اور تمام دنیا میں اشرف سمجھا جاتا ہے۔ جو شخص بیت المقدس پر چڑھائی کرے گا، اور اس پر خدا کا غضب نازل ہوگا، کیونکہ یہ خدا کا مقدس گھر ہے۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "اے برادرِ رومی! ہم بیت المقدس کی بزرگی اور شرافت کے قائل ہیں ہمارے برگزیدہ نبیؐ نے معراج کی رات پہلے بیت المقدس کی زیارت کی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں بیت المقدس کا وارث بنایا ہے اور ہم اپنی وراثت لینے آئے ہیں۔ اس لیے خدا کا غضب ہم پر نازل نہیں ہوگا، بلکہ ہم اس کی رحمت اور انعام کے مستحق ہوں گے۔" رومی بطریق یہ جواب سن کر دنگ رہ گیا اور اس نے کہا: " . . . . . "ہم آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ بتائیے، آپ کی صلح کی شرائط کیا ہیں۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "سب سے پہلے تو ہم تمہیں دعوتِ اسلام دیتے ہیں۔ اگر تم اسلام قبول کر لو، تو ہمارا سلوک تمہارے ساتھ برادرانہ ہوگا۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے، تو ہماری حفاظت میں آ جاؤ، ہم تم سے جزیہ لیں گے اور تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔" رومی نے کہا: "ہم اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہاں، دوسری شرط منظور کیے لیتے ہیں بشرطیکہ خود تمہارا خلیفہؓ یہاں آ جائے۔ ہم اس کے ہاتھ میں قلعے کی کنجیاں دے دیں گے اور تمہاری حفاظت میں آ جائیں گے۔" ابو عبیدہؓ نے خالد بن ولید اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر کی طرف دیکھا۔ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: "اس

میں کوئی ہرج نہیں۔ آپ امیر المومنین کو خط لکھیے۔ وہ تشریف لے آئیں گے اور ہم سب بھی اُن کی زیارت کا شرف حاصل کریں گے۔" ابو عبیدہؓ نے یہ بات منظور کر لی اور رومی بطریق کو رخصت کر کے اپنے خیمے میں واپس آئے۔ سب مسلمان یہ بات سن کر خوش ہوئے اور ابو عبیدہؓ کی خدمت میں عرض کی: "جلدی امیر المومنین کو خط لکھیے تاکہ بیت المقدس بھی فتح ہو جائے اور ہم بھی حضرت عمرؓ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیں۔" ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مندرجہ خط لکھا:

"میں رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ابو عبیدہؓ عامر بن جراح کی طرف سے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبیؐ پر درود بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد عرض ہے کہ ہم بیت المقدس کے مقابلے پر اترے ہوئے ہیں۔ آج تک اہل بیت المقدس سے برابر لڑتے رہے۔ سردی کی وجہ سے اہل اسلام نے بڑی تکلیفیں اٹھائیں، مگر وہ صابر ہیں اور خدا کی مہربانی کے امیدوار۔ آج رومیوں کا واجب التعظیم بطریق میرے پاس آیا، اور درخواست کی کہ ہمیں خونریزی پسند نہیں۔ آپ اپنے خلیفہ کو بلا لیں تو ہم آپ کی حفاظت میں آ جائیں گے۔ لہٰذا التماس ہے کہ آپ تشریف لا کر ہماری امداد فرمائیں تاکہ بیت المقدس اللہ

تعالیٰ کے فضل سے آپ کے ہاتھ سے فتح ہو۔ آپ پر اور تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔"

یہ خط لکھ کر ابو عبیدہ نے میسرہ بن مسروق کے حوالے کیا اور کہا: "جلد خلیفہ ثانی کی خدمت میں لے جاؤ۔" میسرہ فی الفور ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوئے اور بہت جلد مدینے پہنچ گئے۔ خلیفہ ثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر خط پیش کیا۔ خلیفہ ثانی نے خط پڑھ کر حاضرین کو سنایا اور پوچھا کہ اس بارے میں تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔ حضرت عثمان بن عفان نے کہا: "اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو ذلیل کیا، ملکِ شام سے ان کو نکال دیا اور اہلِ اسلام کو اُن پر غلبہ دیا۔ اب ہمارے ساتھیوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا ہے۔ اہلِ شہر کو تنگ کر دیا ہے۔ ہر روز دشمنوں کی ذلت، سستی، اور دہشت بڑھتی جاتی ہے۔ اگر آپ وہاں نہ جائیں گے، تو وہ سمجھ لیں گے کہ ان کی درخواست کو ہم نے خفیف اور سبک جانا ہے۔ اس پر وہ ہمت ہار دیں گے اور ذلت گوارا کر کے ہمارے ساتھیوں سے امان مانگیں گے اور جزیہ ادا کریں گے۔" حضرت عمرؓ نے یہ رائے سن کر حضرت علیؓ کی طرف نظر کی۔ حضرت علیؓ نے کہا: "اے امیر المومنین! میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کی درخواست منظور کرنی چاہیے اور آپ کو بیت المقدس جانا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے جانے پر وہ شہر آپ کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا اور اہلِ اسلام تکلیف اور مشقت سے بچ رہیں گے۔ آپ کو دیکھ کر وہ بڑے خوش ہوں گے اور آپ بھی اُن کا حال دیکھ آئیں گے اور اُن کو

پند و نصیحت کر آئیں گے۔ علاوہ ازیں آپ جتنے قدم اس کارِ خیر میں چلیں گے ہر قدم کا آپ کو ثواب حاصل ہوگا۔ اگر آپ نہیں جائیں گے، تو مسلمان دل شکستہ ہوں گے اور ممکن ہے کہ دشمن ناراض ہو کر قلعہ بند رہیں اور لڑائی جاری رکھیں۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔" حضرت عمرؓ یہ رائے سن کر خوش ہوئے اور کہنے لگے: "اے ابا الحسن! آپ کی رائے نہایت پسندیدہ ہے۔ میں آپ کی رائے پر عمل کروں گا۔" اس پر حضرت عمرؓ نے میسرہ بن مسروق کو حکم دیا کہ تم واپس جا کر ابو عبیدہؓ کو اطلاع دو کہ میں عنقریب اُن کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میسرہ بن مسروق یہ سُن کر خوش ہوئے اور بیت المقدس کی راہ لی۔ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس جانے کی تیاری کی، مگر وہ تیاری کیا تھی؟ ایک تھیلی میں کھجوریں بھر لیں اور ایک میں ستّو، ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک کاسہ لکڑی کا ہمراہ لیا اور اپنے مضبوط سرخ اُونٹ پر سوار ہو کر صرف ایک غلام ساتھ لے، بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ عرب و شام کے اس بادشاہ نے، جس کے نام سے

- حضرت عمرؓ نے جس سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ یہ سفر طے کیا، وہ متکبر اور مغرور بادشاہوں کے شیخی سے بھرے ہوئے کروفر سے زیادہ پُرشوکت اور پُرجلال تھا۔ یہ شام و فارس کا فاتح صرف ایک اونٹ ہمراہ لیکر روانہ ہوا، جس پر ایک تھیلی ستو کی، ایک تھیلی کھجوروں کی، ایک برتن لکڑی کا، اور ایک مشکیزہ پانی کا تھا۔

(مؤرخین کی تاریخ عالم جلد ۴ صفحہ ۱۵)

طاقتور قیصر و کسریٰ کانپتے تھے، بلا کسی شان و شوکت اور بغیر کسی باڈی گارڈ کے معمولی مسافروں کی طرح سفر اختیار کیا۔ صحابہؓ نے کہا: "کچھ آدمی حفاظت کے لیے ہمراہ لیتے جائیے۔" حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی: "(اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے) کہو کہ جو کچھ خدا نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، اس کے سوا (کوئی اور) مصیبت تو ہم کو پہنچ سکتی نہیں۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ بس اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔" یہ آیت سُن کر سب خاموش ہو گئے حضرت عمرؓ مدینے میں حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے اللہ کا نام لے کر مدینے سے رخصت ہوئے۔ ابو عبیدہؓ کو جب میسرہ بن مسروق نے حضرت عمرؓ کا پیغام دیا، تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور چند سواروں کو کمپ سے ایک منزل پر خلیفۂ ثانیؓ کی خبر لانے کے لیے متعین کر دیا۔

حضرت عمرؓ ہر منزل پر نصف راستہ اونٹ پر سوار ہوتے اور نصف راستہ اپنے غلام کو سوار کر کے پا پیادہ چلتے تھے۔ جب کھانے کا وقت آتا، کاسہ نکال کر اس میں ستو بھرتے اور اوپر کھجوریں چن کر غلام کے ساتھ مل کر کھاتے۔

جب راستہ طے کرتے ہوئے شام کے وقت آخری منزل پر پہنچے، تو عرب سوار، جو ابو عبیدہؓ نے وہاں متعین کر رکھے تھے، حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت عمرؓ نے لشکرِ اسلام کی خیریت پوچھی۔ انھوں نے کہا: "سب بخیر و عافیت ہیں اور آپ کے حکم کے منتظر۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے۔ امید ہے کہ آپ کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہو جائے گا۔ ہمیں اجازت دیجیے کہ امین الامت کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دیں"

عرب سوار اسی وقت اسلامی کمپ کی طرف تیز رفتار کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سب نے حضرت عمرؓ کا استقبال کرنے کی خواہش کی، مگر ابو عبیدہؓ نے منع کیا اور آپ چند سردار ہمراہ لے کر آدھی رات کو خلیفۂ ثانیؓ کے استقبال کو چلے۔ صبح ہونے کے قریب تھی کہ ابو عبیدہؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ اور ان کے ہمراہی سرداروں پر بڑی شفقت کی اور اس کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ جب کمپ کی طرف چلے، تو ابو عبیدہؓ نے کہا: "اے امیر المومنین! آپ کا لباس پھٹا ہوا ہے اور پیوند لگے ہوئے ہیں۔ اگر آپ لباس تبدیل کر لیں اور بجائے اونٹ کے گھوڑے پر سوار ہو جائیں تو اس سے ہماری شوکت بڑھے گی اور دشمنوں پر ہیبت چھا جائے گی۔" فی الحقیقت اہلِ اسلام کے غیور، مقتدر اور ذی شان بادشاہ کے پیراہن میں اس وقت چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ نے بنظرِ شفقت ابو عبیدہؓ کی عرض منظور کر لی، لباس تبدیل کر کے ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہوئے۔ گھوڑا نہایت ہی خوش خرام اور چالاک تھا۔ حضرت عمرؓ اس کی سبک رفتاری سے بڑے خوش ہوئے۔ مگر تھوڑی دور جا کر گھوڑے سے اتر پڑے اور کہنے لگے: "لاؤ، میرا بوسیدہ پیراہن اور اونٹ۔ قریب تھا کہ اس لباس اور گھوڑے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا، کیونکہ اس پر سوار ہوتے ہی میرے دل میں کبر پیدا ہو گیا اور مجھے یاد آ گیا کہ رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی کبر داخل ہو جائے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان پیدا ہو جائے، وہ دوزخ میں نہیں پڑے گا

میں اس لباس اور گھوڑے سے باز آیا، میرے لیئے اپنا لباس اور اپنا اونٹ ہی کافی ہے۔ رہی ہیبت، سو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتی ہے، ظاہری شان پر منحصر نہیں ہے" آپ نے اسی وقت نیا لباس اتار، اپنا بوسیدہ لباس پہن لیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا: "میرے بدن میں آگ لگ گئی تھی، اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے اس سے نجات دی"

جب قریب پہنچے، تو لشکرِ اسلام میں اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے، جن کو سن کر اہلِ قلعہ تعجب کرنے لگے۔ رومی بطریق نے کہا: "لشکرِ عرب میں خوشی کے نعرے کیوں بلند ہو رہے ہیں؟" مخبر فی الفور خبر لائے کہ اہلِ عرب کا بادشاہ کمپ میں آیا ہے اور اس کو دیکھ کر اہلِ اسلام خوشی منا رہے ہیں۔

خلیفۂ ثانی کے لیئے ایک خیمہ کھڑا کر دیا گیا اور آپ نے بیت المقدس کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: "اے اللہ، تو ہمیں فتحِ عظیم عنایت فرما اور اپنے فضل سے غلبہ عطا کر" پھر آپ نے اپنے خیمے میں آرام فرمایا۔ صبح ہوئی تو آپ نے نمازِ صبح پڑھائی اور اس کے بعد مندرجہ ذیل تقریر کی:۔

"ہر طرح کی تعریف اس خدا ہی کو زیبا ہے، جو لائقِ تعریف، قوی اور بزرگ ہے اور جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے بزرگی دی۔ ہم سے گمراہی دور کی، ہمیں متفرق ہو جانے کے بعد متحد کیا اور دشمنی کے بعد ہمارے دلوں میں محبت پیدا کی۔

اس کی نعمتوں کا شکر بجا لاؤ اور اس کی ثنا کرو تاکہ وہ ہمیں مزید

نعمتیں عطا فرمائے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم شکر ادا کرو گے، تو میں (اپنی نعمتیں) زیادہ کر دوں گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی، وہ راہِ راست پر ہے اور جس کو اس نے گمراہ کیا اُسے کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تمہیں پرہیزگاری اور اس خدائے بزرگ و برتر کے خوف کی ہدایت کرتا ہوں جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور اُس کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ وہ ایسا خدا ہے کہ اس کی اطاعت و بندگی میں اُس کے دوست فائدہ پاتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے اس کے دشمن بدنصیب ہو جاتے ہیں۔ اے لوگو! تم اپنے مال کی زکوٰۃ دو تاکہ تمہارے نفس پاک ہو جائیں اور تم لوگوں سے اس (زکوٰۃ) کے معاوضے اور شکریے کے خواہاں نہ ہو۔ جس بات کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے، اُسے سمجھو، کیونکہ عاقل و دانا وہ شخص ہے، جو اپنے دین پر قائم رہا اور نیک بخت وہ ہے، جس نے دوسرے کے ذریعے برے کاموں سے آگاہ ہو کر نصیحت قبول کی۔ جو کام پہلے نہ تھے، وہ بدعت ہیں۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کرو، اس لیے کہ نبیؐ کے طریقے پر چلنا بدعت میں کوشش اور رائے زنی کرنے سے بہتر ہے۔ تم قرآن پڑھنا اختیار کرو تمہیں اس سے تسکین، آرام اور نیکی کے ساتھ فتحمندی حاصل ہو گی۔

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں ایسے

کھڑے ہوئے تھے۔ جیسے میں تم لوگوں میں کھڑا ہوں اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میرے اصحاب کی پیروی کرو اور پھر ان لوگوں کی جو اصحاب سے زمانے میں قریب ہیں اور پھر ان لوگوں کی جو ان سے زمانے میں قریب ہیں پھر جھوٹ پھیل جائیگا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ گواہی دینگے جن سے گواہی کی خواہش نہ کی جائے گی اور وہ لوگ قسم کھانے لگیں گے، جن سے قسم کی فرمائش نہیں کی جائے گی۔ جو شخص بہشت کا طالب ہے اُسے جماعت میں شامل رہنا چاہیئے، اس لیئے کہ جماعت سے جُدائی شیطان کی طرف سے ہے۔ نماز کے پابند رہو۔"

اِس تقریر سے فراغت پاکر حضرت عمرؓ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور ابو عبیدہؓ انھیں مختلف لڑائیوں کے حالات سنانے لگے۔ حضرت عمرؓ خاموش سنتے رہے۔ اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے ایک ایلچی قلعے والوں کے پاس بھیجا اور خلیفۂ ثانی کی تشریف آوری کی اطلاع دی خبر پاتے ہی بیت المقدس کا قسِ اعظم، رومی فوج کا بطریق اور بیت المقدس کا حاکم اپنے ماتحت سرداروں سمیت حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ عرب کا شہنشاہ پھٹے پُرانے کپڑے پہنے زمین پر بے تکلف بیٹھا ہے۔ چہرے پر نور برس رہا ہے۔ حضرت عمرؓ بڑی خندہ پیشانی اور مہربانی سے پیش آئے۔ وہ لوگ شاہِ عرب کی سادگی، بے نفسی اور خلق سے بہت ہی خوش ہو گئے اور کہنے لگے: "ہم آپکی حفاظت میں آنا بخوشی منظور کرتے ہیں شہر کے دروازے ہمنے کھول دیے آپ مہربانی فرماکر ہمارے شہر میں رونق افروز ہوں حضرت عمرؓ سرداروں سمیت شہر میں

داخل ہوئے اور اس فتح پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ قسِ اعظم حضرت عمرؓ کو خاص ٹھسے کلیسا کے اندر لے گیا۔ اتنے میں نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ حضرت عمرؓ اپنے ہمراہیوں کو لے کر کلیسا کے باہر نکل آئے اور سیڑھیوں پر نماز ادا کی۔ جب نماز پڑھ چکے، تو قسِ اعظم نے کہا: "آپ نے کلیسا ہی میں نماز کیوں نہ پڑھ لی؟ وہ بھی تو خدا کا گھر ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اگر میں کلیسا کے اندر نماز پڑھتا، تو اہلِ اسلام میری پیروی کرنے کے لیے وہاں نماز پڑھنے جایا کرتے اور تمہاری عبادت میں حارج ہوتے۔ میں نہیں پسند کرتا کہ اہلِ اسلام تمہارے عبادت خانوں میں خلل انداز ہوں۔ تم اپنے عبادت خانوں میں کھلے بندوں اپنے دین کے طریق پر عبادت کیا کرو۔ اہلِ اسلام

ے یہ ٹالریشن (رواداری) صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے، ورنہ اس سے چند سال پیشتر جب اہلِ ایران نے یروشلم فتح کیا تھا، تو قسِ اعظم کو صلیب اعظم سمیت گرفتار کر کے لے گئے تھے اور پھر جب شاہ ہرقل نے ایرانیوں پر غلبہ پایا، تو ایرانیوں کے قدیمی آتش کدے کو منہدم کر کے خاک میں ملا دیا تھا۔ جب پہلی صلیبی جنگ میں اہلِ یورپ نے چند سال کے لیے یروشلم فتح کیا۔ تو ستر ہزار نہتے مسلمان یروشلم میں قتل کیے گئے، یہاں تک کہ مسجدِ عمرؓ میں مسلمانوں کا خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک پہنچتا تھا، جس کو یورپین بڑے فخر سے بیان کرتے تھے۔ پھر پچاس سال کے بعد جب سلطان صلاح الدین نے یروشلم کا محاصرہ کیا، تو قسم کھائی، کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۹

میں سے کوئی تمہارا پرسانِ حال بھی نہ ہوگا۔ اہلِ اسلام کے لیے ایک علیحدہ مسجد تعمیر کرادی جائے گی۔" حضرت عمرؓ نے اسی وقت مسجد کا نقشہ دے دیا، جو اب تک مسجدِ عمرؓ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہلی مسجد ہے، جو علاقۂ شام و فلسطین میں تعمیر ہوئی اور اسلامی صنعت کا ایک اعلیٰ نمونہ سمجھی گئی۔ یہ مسجد اسی زمین میں تعمیر کی گئی، جس پر کسی وقت حضرت سلیمانؑ کی ہیکل کھڑی تھی۔ اب وہ زمین خس و خاشاک کا ڈھیر تھی۔ خود قیس اعظم نے وہ زمین مسجد کے لیے تجویز کی، جو حضرت عمرؓ نے منظور فرمالی اور پہلے اپنے ہاتھ سے خس و خاشاک دُور کیے۔ پھر لشکریوں نے ایک دم تمام زمین کو ہموار کر دیا اور حضرت عمرؓ کے تجویز کردہ نقشے کے مطابق تعمیر شروع ہوئی۔ قیس اعظم اور حاکم بیت المقدس نے حضرت عمرؓ کے فروکش ہونے کے لیے قلعے کے اندر ایک عالیشان محل آراستہ کر رکھا تھا اور حضرت عمرؓ سے استدعا کی کہ اس محل میں رونق افروز ہوں، مگر حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور فرمایا: "میں جب تک یہاں ہوں، اپنے خیمے ہی میں رات بسر کیا کروں گا۔" یہ سن کر سب کے سب عش عش کر اٹھے اور حضرت عمرؓ کی فروتنی اور بے نفسی کی بے اختیار تعریف کرنے

عیسائیوں کا خون بھی اسی طرح بہاؤں گا، جس طرح اہلِ یورپ نے مسجد عمرؓ میں مسلمانوں کا بہایا تھا۔ مگر جب یروشلم فتح ہوا، تو اس نیک دل اور فیاض سلطان نے اپنی قسم توڑ کر دشمنوں کو امان دی اور کسی کا خون نہ بہایا بلکہ قیدیوں کو اپنے پاس سے زادِ راہ دے کر آزاد کر دیا۔

لگے۔ حضرت عمرؓ نے قسِ اعظم کو یہ تحریری سند لکھ کر دی کہ مسلمان اُن کے کلیسا میں ہرگز دخل نہ دیں گے، بلکہ ان سیڑھیوں پر بھی، جہاں حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی تھی، کسی قسم کی مداخلت نہ کریں گے۔ حضرت عمرؓ دس دن تک بیت المقدس میں رہے، اپنے سرداروں اور سپاہیوں کو سادی زندگی بسر کرنے کی تاکید فرمائی اور لوگوں کو، جو ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے، سخت تہدید کی اور چلنے سے پیشتر عمرو بن عاص کو دس ہزار سپاہی دے کر ساحلِ سمندر کے شہر اور قلعے فتح کرنے پر مامور کیا اور ابو عبیدہؓ کو باقی لشکر کے ہمراہ شام کا شمالی حصّہ، یعنی حلب، انطاکیہ وغیرہ فتح کرنے کا حکم صادر فرمایا اور آپ اہلِ لشکر سے رخصت ہو کر مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے۔

ایک روایت ہے کہ جب حضرت عمر بیت المقدس تشریف لائے، تو بعض صحابیؓ، جو شام کے شہروں میں مسکن گزین تھے، یہ سن کر حضرت عمرؓ سے ملنے آئے۔ ان میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ حضرت بلالؓ کو دیکھ کر اہلِ لشکر نے درخواست کی کہ آپ حضرت بلالؓ سے کہیں کہ وہ آج صبح کی نماز کے وقت اذان دیں۔ حضرت عمرؓ کے فرمان پر بلالؓ نے اذان دی جونہیں حضرت بلالؓ کی آواز بلند ہوئی، تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وقت یاد آگیا، وہ بابرکت سماں سب کی آنکھوں میں پھر گیا۔ جدائی کے صدمے سے سب کے دل بھر آئے اور رقت کا عالم طاری ہوا۔ سب کے سب خوب دل کھول کر روئے اور آنسوؤں کی جھڑی سے اپنے سینے دھو کر اور بھی صاف شفاف اور منور کر لیے۔

۱۶۔ جنگِ حلب

امین الامّت ابو عبیدہؓ بن جراح سپہ سالارِ لشکرِ اسلام خلیفۂ ثانی کے حکم کے مطابق علاقۂ فلسطین میں عمروؓ بن عاص اور یزید بن ابی سفیان کو چھوڑ کر قنسرین پہنچے۔ اہلِ قنسرین نے صلح کی تجدید کی اور اہلِ اسلام کی حفاظت میں آ گئے۔ قنسرین اور اس کے گرد و نواح میں بخوبی تسلط جما کر حمص وغیرہ کو ازسرِ نو مطیع و منقاد کر کے ابو عبیدہؓ نے حلب پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ حلب کا حاکم و رئیس اس وقت یوقنا تھا۔ یوقنا کے باپ نے حلب پر قبضہ کر لیا تھا اور قیصرِ روم نے بھی اس کو حلب کا رئیس تسلیم کر لیا تھا۔ اس نے اپنا علاقہ ایک طرف پہاڑ کی گھاٹیوں اور دوسری طرف دریائے فرات تک وسیع کر لیا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام یوقنا اور دوسرے کا یوحنا تھا۔ یوحنا کی طبیعت کا میلان حصولِ علم کی طرف بہت تھا۔ یوقنا سپہ گری اور فنِ جنگ سیکھنے کا زیادہ مشتاق تھا۔ یوحنا اپنے وقت کا بڑا عالم، فاضل ہوا اور راہب بن گیا اور یوقنا فنِ جنگ میں کامل ماہر ہوا۔ باپ کے مرنے پر یوقنا ریاست کی گدی پر بیٹھا۔ وہ بڑا چالاک، ہوشیار اور شجاع تھا۔ رعایا پر اس کا بڑا رعب تھا اور آس پاس کے حکام اس سے خوف کھاتے تھے۔ یوقنا نے اہلِ عرب کی کسی لڑائی میں حصّہ نہیں لیا تھا۔ وہ اپنی ریاست کے انتظام میں مشغول رہا، لیکن اہلِ عرب کی طرف

سے غافل بھی نہ تھا۔ اُس نے اپنی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا تھا، اور اس امید میں تھا کہ اگر اہلِ عرب حلب کا رُخ کریں گے، تو منہ کی کھائینگے۔ جنگِ یرموک اور فتحِ بیت المقدس کی خبریں اس کو پہنچ گئی تھیں، مگر وہ یہ خبریں سُن کر مطلق نہ گھبرایا۔ جب اُس نے سُنا کہ قنسرین پر اہلِ اسلام کا از سرِ نو قبضہ ہوگیا، تو اُس نے لشکرِ اسلام میں اپنے جاسوس بھیج دیئے تاکہ اُس کو اہلِ عرب کی نقل و حرکت کی اطلاع ملتی رہے اور اگر وہ حلب کا رُخ کریں، تو ان کے مقابلے کے لیئے ہمہ تن تیار ہو جائے۔ حلب کا شہر قلعۂ حلب سے الگ تھا، لیکن محاصرے کے وقت اہلِ شہر قلعے میں چلے جایا کرتے تھے اور مال اسباب بھی ہمراہ لے جاتے تھے۔ قلعہ بڑا وسیع تھا۔ اس میں ہزاروں آدمیوں کی گنجائش تھی۔ یہ قلعہ بقولِ آرتھر گلمن تمام شام کے قلعوں سے زیادہ مضبوط تھا۔ ابو عبیدہؓ نے حلب پر چڑھائی کے ارادے سے ایک ہزار سوار منتخب کیئے اور ان پر کعبؓ بن ضمرہ کو، جو بڑے دلاور جنگجو تھے، سردار مقرر کر کے کہا: "تم مقدمۃ الجیش کے طور پر حلب کی طرف بڑھو۔ ہم سب تمہارے پیچھے آجائیں گے۔ لیکن جب تک ہم پہنچ نہ جائیں، لڑائی شروع نہ کرنا۔ ہاں اگر دشمن مقابل ہو جائے، تو پھر میرے حکم کا انتظار نہ کرنا۔ ہم بھی عنقریب پہنچ جائینگے"۔ ابو عبیدہ کو خیال تھا کہ اللہ تعالٰی نے دشمنوں کے دلوں میں اہلِ عرب کی دہشت ڈال دی ہے حاکمِ حلب میدان میں نکل کر مقابلہ کرنیکی جرأت نہ کرے گا، مگر اُن کو یوقنا کی چالاکی اور دلاوری کا علم نہ تھا۔

کعبؓ بن ضمرہ اپنے کیمپ سے روانہ ہی ہوئے تھے کہ یوقنا کے جاسوس اس کے پاس پہنچے اور اطلاع دی کہ اہلِ عرب کا ایک دستہ حلب کی طرف کوچ کیا چاہتا ہے۔ یوقنا نے پوچھا کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔ جاسوس نے کہا کہ اس دستے میں ایک ہزار جوان ہوں گے، مگر باقی لشکر بھی جلد آملے گا۔ یوقنا نے اسی وقت اپنے بھائی یوحنا کو بلایا اور اس سے کہا: "اہلِ عرب نے حلب کا قصد کیا ہے۔ کیا مشورہ دیتے ہو؟" یوحنا نے، جو بڑا نیک دل اور حلیم تھا، کہا: "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اہلِ عرب نے شام کے دیگر شہروں اور قلعوں کو کتنی جلدی فتح کر لیا۔ یرموک میں شاہِ ہرقل کی ٹڈی دل فوج کو قتل کر کے فاش شکست دی۔ باہان ارمنی اور جرجیر جیسے نامور بہادروں کو قتل کیا۔ بیت المقدس جیسے مضبوط مقام کو آسانی سے فتح کر لیا۔ ان عربوں کے سامنے کوئی نہیں ٹھیر سکتا۔ جو ان کے مقابل ہوتا ہے، منہ کی کھاتا ہے۔ تمام شہروں نے امان طلب کی اور ان کی حفاظت میں آ گئے۔ میرے بھائی! تیرے پاس شاہِ ہرقل سے زیادہ فوج نہیں۔ تیرا قلعہ بیت المقدس کے قلعے سے زیادہ مضبوط نہیں۔ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ اہلِ عرب سے مصالحت کر کے اور ان کی حفاظت میں آ جائے۔" یوقنا اپنے بھائی کا یہ کلام سن کر خشمناک ہوا اور کہنے لگا: "تو بچپن ہی سے بزدل ہے۔ اسی واسطے راہب بن گیا، ورنہ ایک جنگجو کا بیٹا سپہ گری کیوں نہ سیکھتا تاکہ اس وقت میرا دستِ و بازو بنتا۔ تیرا دل کمزور ہے اور راہبوں کے دل ہمیشہ کمزور ہوتے ہیں۔ مگر میرا دل کمزور نہیں اور میں عربوں سے خوف نہیں کھاتا۔ یہ شاندار قلعہ میری ملکیت

ہے۔ اور میں اس علاقے کا رئیس ہوں۔ میں اپنی ریاست کے لیے عربوں کا جان توڑ مقابلہ کروں گا اور اپنی چالاکیوں سے ان کو مصیبت میں ڈالوں گا تو کس منہ سے یہ صلاح دیتا ہے کہ میں اپنی ریاست اہلِ عرب کے حوالے کر دوں؟ تجھے علم نہیں کہ میرے باپ نے کس ہمت اور شجاعت سے یہ ریاست بنائی تھی؟ میں اپنے باپ کا نالائق خلف نہیں کہ اس کی محنت کی کمائی کو یونہیں برباد کر دوں۔ تو دیکھے گا کہ میں ان عربوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہوں۔"

یوحنا مسکرا کر کہنے لگا "میرے بھائی! تیری گفتگو سے مجھے یقین ہوتا ہے کہ تیرے سر پر موت سوار ہے اور تو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والا ہے۔ میں نے تو تیری بہتری کے لحاظ سے یہ مشورہ دیا تھا کہ تو بھی بچ جائے اور تیری فوج بھی قتل نہ ہو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اہلِ عرب کا مقابلہ کرنے کی تجھ میں طاقت نہیں اور اس کے سوا کہ تو ذلیل و خوار ہو اور کوئی نتیجہ نہ نکلیگا میری صلاح مان اور اہلِ عرب سے پرخاش نہ کر۔ صلح میں جو فائدے ہیں وہ جنگ میں نہیں۔ اہلِ عرب جنگ میں تو شیر ہیں، مگر صلح میں حلیم ہیں اور تجھے ان کے ہاتھ سے اذیت نہ پہنچے گی۔" یوقنا نے کہا "اپنی صلاح اپنے پاس رکھو۔ مجھے اس بات کی ضرورت نہیں۔ مجھے علم ہے کہ اب اہلِ عرب کی تعداد اتنی نہیں جتنی یرموک میں تھی۔ ان کے نامی سردار فلسطین میں رہ گئے۔ میں اس لشکر کو شکست دے کر شام کی حد سے نکال دوں گا اور انھوں نے جتنے شہر فتح کیے ہیں، ان سب پر قبضہ کر لوں گا۔ پھر میں شام کا بادشاہ

بن کر اپنے باپ کا نام روشن کروں گا۔ شاہ ہرقل میرا مزاحم نہ ہوگا، بلکہ مجھ سے خوف کھائے گا اور سمجھے گا کہ جس بلا کو وہ اپنا سارا زور لگا کر بھی رد نہ کر سکا، اس کو میں نے آسانی سے دفع کر دیا۔ تمام بادشاہوں میں میرا نام عزت سے لیا جائے گا، میری توقیر اور رتبہ بہت بڑھ جائے گا۔" یوحنا نے کہا: "اگر تیری قضا آ چکی ہے، تو اس کا کیا علاج؟ اچھا! میں رخصت ہوتا ہوں۔ تو بادشاہ بن لے۔ میں آئندہ تجھے نیک صلاح نہ دوں گا، جب تک تو میری رائے پر عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہو جائے۔" یوحنا یہ کہہ کر اپنے گھر چلا گیا اور یوقنا نے اپنے ایک بطریق کو، جس کا نام کراکلس تھا، ایک ہزار جوان دے کر کہا: "تم شہر حلب کی حفاظت کرو اور جس قدر جوان شہر میں لڑنے کے قابل ہیں، مال اسباب سمیت ان کو قلعے میں بھیج دو۔ جو ضعیف اور کمزور ہیں، ان کو بدستور شہر میں رہنے دو اور ان کی حفاظت کرو۔" پھر دوسرے سردار کو قلعے کی حفاظت پر تعین کر کے دس ہزار منتخب سوار اپنے ہمراہ لیے اور قلعے سے چھ میل کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔ پانچ ہزار سوار تو کمین گاہ میں چھپا دیئے اور پانچ ہزار آراستہ کر کے اہلِ عرب کا انتظار کرنے لگا۔ تجویز اس کی یہ تھی کہ اہلِ عرب کے پیش رو دستے کو راستہ ہی میں گھیر لے اور اس سے پیشتر کہ باقی ماندہ لشکر پہنچے، اس دستے کو قتل یا اسیر کر لے۔ اس سے اہلِ عرب کے دل میں اس کی ہیبت بیٹھ جائے گی۔

تھوڑی دیر میں لشکرِ اسلام کا علم دکھائی دیا۔ مخبر، جو لشکرِ اسلام کے آگے آ رہے تھے، راستے میں دشمن کا لشکر دیکھ کر الٹے پاؤں واپس پھرے اور

کعب بن ضمرہ کو اطلاع دی کہ دشمن ان کا راستہ روکے کھڑے ہیں۔ کعب وہیں ٹھہر گئے اور اہلِ حلب کی جرأت پر حیران ہوئے۔ پھر انھوں نے مخبروں سے پوچھا کہ دشمن کی تعداد قیاساً کتنی ہو گی۔ مخبروں نے کہا کہ تقریباً پانچ ہزار ہوں گے۔ کعبؓ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: "معاملہ تو چنداں مشکل نہیں۔ ہمارے ایک آدمی کے مقابل پانچ دشمن ہیں۔ بات ہی کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ہم غالب آئیں گے۔" کعب کے ہمراہی پورے مسلح تھے۔ اب اہلِ عرب کے پاس سامانِ حرب کی کوئی کمی نہ تھی۔ خود کعب دو زرہیں پہنے تھے۔ کعبؓ کے ہمراہیوں نے کہا: "پھر دیر کیا ہے؟ حملے کا حکم دیجیے۔" کعبؓ نے ان کی صفیں آراستہ کر کے ان کو بڑھنے کا حکم دیا۔ دونوں لشکر باہم ملے اور تلوار چلنے لگی۔ یوقنا اور اس کے ہمراہی بڑی جواں مردی سے لڑے، مگر مقابل ان کے عرب کے شیر تھے، جو موت کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ کچھ دیر لڑائی بڑے زور سے ہوتی رہی۔ آخر یوقنا کے ہمراہی بے حوصلہ ہونے لگے۔ اہلِ اسلام کو فتح کی امید ہو گئی۔ اتنے میں یوقنا کے پانچ ہزار جوان اہلِ اسلام کے عقب پر ٹوٹ پڑے۔ اہلِ اسلام اس نئی بلا کو دیکھ کر فی الفور دو حصے ہو گئے۔ نصف تو یوقنا کے مقابل ہو گئے اور نصف نے نئے حملہ آوروں کی طرف رخ پھیر لیا اور قلعے کی صورت بن کر دونوں طرف مقابلہ کرنے لگے۔ اہلِ اسلام کے بازو تلوار چلاتے چلاتے تھک گئے، مگر انھوں نے ہمت نہ ہاری۔ دشمن دونوں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے تھے۔ کسی طرف نکل جانے کی راہ نہ تھی۔ اس لیے وہ اور بھی بے باک اور نڈر ہو کر لڑنے لگے۔ شام تک

دلوں میں تھا۔ یوقنا نے ہر چند ان کو مغلوب کرنے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا۔ کعبؓ بن ضمرہ بڑے شیر مرد تھے۔ بڑی جواں مردی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ ان کو دیکھ کر اُن کے ہمراہی بھی مردانگی کی داد دیتے رہے۔ انھیں یہ بھی اُمید تھی کہ عنقریب ابوعبیدہؓ مع لشکرِ اسلام ان کی امداد کو پہنچ جائیں گے، مگر شام تک ان کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا۔ یوقنا نے جب دیکھا کہ اس کی اُمید بر نہ آئی اور جس بات کو اُس نے آسان سمجھا تھا، وہ بڑی مشکل ثابت ہوئی اور لڑائی طول کھینچتی جاتی ہے، تو اُسے اندیشہ ہوا کہ کہیں بقیہ لشکرِ اسلام اچانک پہنچ کر تاریکی میں اس کو گھیر نہ لے۔ اُس نے فی الفور واپسی کا حکم دیا۔ اُس کے ہمراہی، جو موت کے پنجے میں پھنسے ہوئے تھے، حکم سنتے ہی پسپا ہو گئے اور اہلِ اسلام کو بھی مشکل سے نجات ملی۔

اس لڑائی میں کعبؓ بن ضمرہ کے ایک سو سترہ آدمی شہید ہوئے، جن میں چودہ سرکردہ تھے۔ کعبؓ اُن کو مقتول دیکھ کر بڑے ملول ہوئے۔ ان کے ہمراہیوں نے کہا: "یہ خوش نصیب لوگ تھے، جن کو اللہ تعالےٰ نے شہادت کا رتبہ بخشا۔ اور ہم اس فتح پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ آپ رنجیدہ کیوں ہوتے ہیں؟" کعبؓ نے کہا: "امین الامت نے مجھے اس گلّے کا پاسبان مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اس میں سے ایک سو سترہ آدمی گم ہو گئے، اب میں ان کو کیا جواب دوں گا؟" ہمراہیوں نے کہا: "آپ نے آج بڑی جاں بازی دکھائی ہے اور آپ کو لڑتے دیکھ کر ہماری ہمت و جرأت بڑھتی رہی۔ ابوعبیدہؓ آج کی کارروائی سُن کر بہت خوش ہوں گے۔ مگر تعجب ہے کہ وہ ابھی تک نہیں پہنچے۔ ورنہ

ہم دشمنوں میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑتے۔ ہمارے تو ایک سو سترہ آدمی شہید ہوئے، مگر میدانِ جنگ کی طرف تو دیکھیے۔ دشمن کتنے مرے پڑے ہیں۔ میدان اُن کے مُردوں سے پٹا پڑا ہے۔" کعبؓ نے لشکر کو وہیں اُترنے کا حکم دیا اور کہا "جب تک امین الامت نہ پہنچ جائیں، اس سے آگے بڑھنا مناسب نہیں۔" مگر وہ تعجب کرتے تھے کہ لشکرِ اسلام ابھی تک کیوں نہیں پہنچا۔ وجہ یہ ہوئی کہ جس وقت ابو عبیدہؓ نے کعبؓ کو حلب کی طرف روانہ کیا، اسی وقت چند آدمی ابو عبیدہؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ ابو عبیدہؓ نے پوچھا: "تم کون ہو؟" انھوں نے کہا: "ہم حلب کے تاجر اور رئیس ہیں اور آپ سے صلح کرنے آئے ہیں۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "ہم تم سے کس طرح مصالحت کر سکتے ہیں جب کہ تمھارا حاکم لڑائی کا مصمم ارادہ رکھتا ہے اور اپنے قلعے کو اچھی طرح محفوظ کر رہا ہے؟" انھوں نے کہا: "یہ درست ہے کہ ہمارا حاکم یوقنا آپ سے لڑنا چاہتا ہے، مگر ہمیں یقین ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہوگا۔ اس لیے ہم اس سے خفیہ آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ سے مصالحت کریں اور اپنے لیے امان طلب کریں۔" ابو عبیدہؓ نے کہا: "جب تک تمھارا حاکم یوقنا لڑائی کا ارادہ فسخ نہ کرے، تب تک ہم تم سے مصالحت نہ کریں گے۔" یہ سن کر اہلِ حلب گھبرا گئے اور کہنے لگے: "اے سردار! اگر آپ ہمیں امان دینگے، تو ہم آپ کو بڑی امداد دیں گے۔ ہمارا شہر قلعے سے باہر ہے۔ یوقنا اور اس کی فوج قلعے میں ہے ہم آپ کی حفاظت میں آجائیں گے اور سامانِ رسد وغیرہ آپ کے لشکر کے لیے مہیا کرتے رہیں گے۔ یوقنا کی طاقت اس طرح کمزور ہو جائے گی اور آخرکار

وہ نادم ہو کر آپ سے صلح کا خواہاں ہو گا۔ اگر آپ ہم سے صلح نہ کریں گے اور ہمیں مایوس کریں گے، تو ہم قلعے میں چلے جائیں گے، شہر کو اجاڑ کر دیں گے اور آپ کو رسد وغیرہ کی تکلیف ہو گی۔" ابو عبیدہؓ نے اپنے باقی ماندہ سرداروں سے مشورہ کیا۔ ایک نے کہا: "میری رائے میں صلح نہیں کرنی چاہیے۔ مجھے تو اس میں کچھ فریب نظر آتا ہے۔ یہ لوگ اپنے سردار کے سکھائے ہوئے آئے ہیں۔ اُدھر وہ مقابلے پر تیار ہے، اِدھر یہ صلح کرنے آگئے ہیں۔ جب ہم ان سے عہد کرلیں گے، تو یہ لوگ ہماری طرف سے بے خوف ہو جائیں گے اور درپردہ اپنے حاکم کو ہمارے خلاف امداد دیتے رہیں گے اور ہماری جاسوسی کر کے دشمن کو ہمارے حالات کی خبر دیتے رہیں گے۔ آپ ان کو صاف جواب دے دیں، ورنہ ہمیں پشیمان ہونا پڑے گا۔" ابو عبیدہ نے کہا: "میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ میں انھیں مایوس کروں۔ جب یہ صلح کی درخواست کرتے ہیں، تو ہمیں منظور کر لینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نرمی پسند کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ ہم سے دغا فریب کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں سزا دے گا۔ یہ سن کر سب سردار خاموش ہو رہے۔ ابو عبیدہؓ نے اہلِ حلب سے پوچھا: "کیا تم اتنا کر سکتے ہو کہ ہمیں اپنے حاکم کے خلاف امداد دو اور ہمارے ساتھ شریک ہو کر اس سے لڑو؟" اہلِ حلب نے کہا: "اس بات کا ہم اقرار نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم اپنے حاکم سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ بڑا جلاد ہے۔ اگر اس کو علم ہو گیا کہ ہم نے آپ سے صلح کر لی ہے، تو معلوم نہیں، ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ ہم صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کو رسد وغیرہ کی امداد دیتے رہیں۔

ہم لڑائی میں مطلق
دخل نہیں دینگے اور نہ جاسوسی ہی کریں گے۔ جب آپ قلعہ فتح کریں گے،
تو پھر آپ جو کچھ حکم دینگے، ہم بلا تامل اس کی تعمیل کریں گے۔" ابو عبیدہ نے
کہا: "ہم تم سے صلح تو کیے لیتے ہیں، لیکن تم نے صلح کی کسی شرط کی خلاف
ورزی کی، تو پھر ہم اپنے عہد کے پابند نہیں رہیں گے اور قلعہ فتح کرنے کے
بعد جو سلوک چاہیں گے، کریں گے۔" اہلِ حلب نے اس بات کو مان لیا اور
ابو عبیدہؓ نے ان کو صلح کی دستاویز لکھ دی اور رخصت ہونے کو تھے کہ ابو عبیدہ
نے کہا: "ٹھیرو! میں تمھارے ساتھ کچھ سپاہی کر دوں، جو تمھیں اپنی نگرانی میں
شہر تک پہنچا دیں، کیونکہ اب تم ہماری حفاظت میں آ گئے ہو۔" اُنھوں نے
کہا: "ہمیں حفاظت کی ضرورت نہیں، ہم چپکے سے آئے تھے اور چپکے ہی
سے چلے جائیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یوقنا یا اس کے سرداروں کو اس بات
کا علم ہو۔" ابو عبیدہؓ نے اُنھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اس اثنا میں دن تقریباً
گزر گیا۔ لشکرِ اسلام نے کوچ نہ کیا اور رات کو وہیں آرام کیا۔ مگر ابو عبیدہؓ
رات بھر بے قرار رہے۔ کیونکہ اُنھیں اپنے پیش رو دستے کی بڑی فکر تھی۔ وہ
دل میں کہتے تھے کہ اگر حاکمِ حلب نے ان کو قلیل دیکھ کر حملہ کر دیا، تو ان بے
چاروں کا کیا حشر ہوگا۔ صبح ہوئی، تو پہلے ابو عبیدہؓ نے اہلِ اسلام کو نماز
پڑھائی۔ اس کے بعد خالدؓ بن ولید سے کہا: "اے ابا سلیمان! میں رات
بھر بے قرار رہا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کعبؓ اور اُن کے ہمراہی دشمن کے
ہاتھ سے ہلاک نہ ہو گئے ہوں۔" خالدؓ بن نے کہا: "مجھے بھی رات بھر یہی

تشویش رہی۔ میری رائے میں آپ لشکر کو جلد کوچ کرنے کا حکم دیں۔" ابو عبیدہؓ نے اسی وقت کوچ کا حکم دیا اور تھوڑے عرصے میں خالدؓ بن ولید اپنا علم لیئے ہوئے لشکر کے آگے روانہ ہوئے اور ابو عبیدہؓ لشکر کے پیچھے۔ جب کعبؓ اور ان کے ہمراہیوں نے لشکرِ اسلام کا علم دیکھا، تو بہت ہی خوش ہوئے اور کعبؓ نے آگے بڑھ کر خالدؓ بن ولید کا استقبال کیا اور لڑائی کے حال سے آگاہ کیا۔ ابو عبیدہؓ بھی اتنے میں پہنچ گئے اور لڑائی کا حال سن کر کعبؓ کی تعریف کی اور کہا: "مرحبا! جزاک اللہ!" مسلمان شہیدوں کے لیئے افسوس کیا۔ خالدؓ بن ولید نے کہا: "بے شک ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ کعبؓ اور ان کے ہمراہی دشمنوں کے ہاتھ سے بچ رہے، ورنہ ان کی ہلاکت میں کیا شبہ رہ گیا تھا؟ ابو عبیدہؓ نے کہا: "میرا دل مجھے ملامت کر رہا ہے کہ میں نے اہلِ اسلام کی نگہداشت نہیں کی اور محض میری غفلت کی وجہ سے اتنے مسلمان دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا حکم ٹلتا نہیں۔ ان لوگوں کا وقت پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس جاں نثاری کا اجرِ عظیم دے گا۔" خالد بن ولید نے کہا: "اب ہمیں ٹھہرنا نہیں چاہیئے، بلکہ جلد شہر میں پہنچ جانا چاہیے کیونکہ وہ لوگ ہماری حفاظت میں آچکے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یوقنا ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرے اور ہماری غفلت کی وجہ سے وہ لوگ اس کے ہاتھ سے ایذا پائیں۔"

جب حرزینِ حلب شہر میں پہنچے، تو انہیں معلوم ہوا کہ یوقنا شہر سے نوجوان آدمی قلعے میں لے گیا، گمر زرا اور ضعیفوں کو چھوڑ کر ایک ہزار سپاہی

ان کی حفاظت پر مقرر کر گیا اور آپ اب اہلِ عرب کے پیش رو دستے سے شکست کھا کر قلعے میں واپس آ گیا ہے۔ وہ دل میں خوش تھے کہ ہم وقت پر اہلِ عرب سے صلح کر آئے اور شہر والوں کو بھی اس حال سے اطلاع دی۔ وہ سب خوش ہوئے اور آناً فاناً یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ کسی نے کراکلس کے کان تک بھی پہنچا دی۔ کراکلس یہ سن کر گھبرایا اور دوڑا دوڑا یوقنا کے پاس پہنچا۔ یوقنا سخت غصے میں آیا اور کہا: "جن اشخاص نے اہلِ عرب سے صلح کی ہے۔ ان سب کو تہِ تیغ کروں گا"۔ یہ کہتے ہی لشکر لے کر نکلا اور شہرِ حلب کو گھیر لیا۔ اہلِ شہر سہم گئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ یوقنا نے کہا: "میں تمھیں اس شرط پر معاف کرتا ہوں کہ جتنے آدمی اہلِ عرب کے لشکر میں گئے تھے، وہ سب کے سب میرے حوالے کر دو تاکہ میں انھیں قتل کروں اور تم میرے ساتھ ہو کر اہلِ عرب کا مقابلہ کرو اور صلح کا عہد، جو ان سے کیا ہے، توڑ دو"۔ اہلِ حلب نے کہا: "ہم کمزور آدمی ہیں اور لڑنا نہیں جانتے۔ ہم جاتے ہی ہلاک ہو جائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے ہلاک کر دو۔ مگر اتنا سمجھ لو کہ ہم اہلِ عرب کی حفاظت میں آ چکے ہیں۔ اگر ہم کو قتل کرو گے، تو اہلِ عرب ہمارا بدلہ ضرور لیں گے"۔

یوقنا سخت غصے میں آیا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو، جو اہلِ عرب کے پاس گئے تھے، تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ اگر نہ آئیں، تو جہاں پاؤ، قتل کرو۔ لشکری شہر میں گھس گئے اور ناکردہ لوگوں کو شبہ میں پکڑ پکڑ کر قتل کرنے لگے۔ تمام شہر میں ماتم کی آواز بلند ہوئی۔ یوحنا یہ حال سن کر یوقنا کے پاس آیا اور

کہنے لگا: "اے بھائی! اپنے شہریوں پر کیوں غصہ اتار رہے ہو اور اپنی رعایا کو کیوں قتل کرتے ہو؟ خدا سے ڈرو اور نرمی اختیار کرو۔ تم نے کیوں ظلم پر کمر باندھی ہے؟ ظالم کا انجام اچھا نہیں ہوا کرتا۔" یوقنا نے کہا: "ان لوگوں نے میرے ساتھ دغا کی اور مجھ سے خفیہ اہلِ عرب سے مل گئے اور ان سے صلح کر آئے۔" یوحنا نے کہا: "اپنی بہتری کے لیے جو کچھ انھوں نے کیا، اچھا کیا اس میں تیرا ہرج کیا ہے؟ تجھے شکست ہوگی، تو یہ لوگ امن میں رہیں گے۔" یوقنا نے کہا: "معلوم ہوتا ہے، یہ سب تیری شرارت ہے اور تو ہی ان لوگوں کو میرے خلاف اکساتا ہے۔ پہلے میں تیرا کام تمام کروں، پھر ان سے سمجھوں گا۔" اس نے تلوار کھینچ کر یوحنا کا سر کاٹ کر الگ کر دیا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ اہلِ شہر کو قتل کرنا شروع کریں۔ یہ حکم اس کے منہ سے نکلا ہی تھا کہ لشکرِ اسلام شہر کے قریب پہنچ گیا اور اہلِ حلب کی آہ وزاری کا شور سن کر خالدؓ نے کہا: "یقیناً ہماری حفاظت میں آئے ہوئے لوگوں پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ مسلمانو! دوڑو!" اسی وقت خالد اور ان کے ہمراہیوں نے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیے اور بجلی کی طرح یوقنا کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ یوقنا تو ان کو آتے دیکھ کر پہلے ہی قلعے کی طرف بھاگ گیا تھا، پھر اس کے ہمراہی بھی سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے۔ جنھوں نے قلعے کا رخ کیا، وہ تو بچ نکلے۔ جو جنگل کی طرف بھاگے، قتل ہو گئے۔ اہلِ حلب میں سے تین سو آدمی قتل کیے گئے تھے، مگر ان کے معاوضے میں خالدؓ بن ولید نے یوقنا کے دو ہزار سپاہی ہلاک کر دیے۔ اہلِ حلب بڑے شکر گزار ہوئے اور اپنے نجات دہندہ ل

کے پہلے سے بھی زیادہ مخلص و فرمانبردار بن گئے اور لشکرِ اسلام کو ہر طرح کی امداد دینے پر تل گئے، کیونکہ اب ان کو یوقنا کا کچھ خوف نہیں رہا تھا، لشکرِ اسلام ان کی حفاظت کے لیے موجود تھا۔ یوقنا سے ان کو سخت عداوت ہو گئی تھی اگر اس کا کوئی ہمراہی ان کے قابو میں آجاتا، تو فی الفور گرفتار کر کے لشکرِ اسلام میں پہنچا دیتے اور اپنی وفاداری اور پابندی عہد کا ثبوت دیتے۔

ابو عبیدہ نے خالد بن ولید سے کہا: "اے ابا سلیمان! شہرِ حلب اور اُس کا علاقہ تو ہمارے قبضے میں آگیا۔ لیکن جب تک یوقنا کا کانٹا کھٹکتا ہے اور اس کا قلعہ فتح نہیں ہوتا، ہم مطمئن نہیں ہو سکتے اور نہ کسی اور طرف جا سکتے ہیں۔ پھر اب قلعہ فتح کرنے کی کیا تجویز کرنی چاہیئے؟" خالدؓ بن ولید نے شہرِ حلب کے چند معزز اور سال خوردہ آدمیوں کو بلایا اور ان سے پوچھا: "کیا تمہیں کوئی ایسا پوشیدہ راستہ معلوم ہے، جس سے ہم قلعہ کے اندر پہنچ سکیں؟" انہوں نے کہا: "ہمیں کوئی ایسا راستہ نہیں معلوم۔" خالدؓ نے کہا: "دیکھو، ہم نے تمہارے ساتھ بڑا نیک سلوک کیا ہے اور تمہیں موت کے پنجے سے چھڑایا ہے، مجھ سے نہ چھپاؤ۔" اُنھوں نے کہا: "آپ ہماری بات کا یقین کریں، ہمیں مطلق علم نہیں۔ ہم آپ سے ہرگز کوئی بات چھپانی نہیں چاہتے۔ آپ ہم پر پورا بھروسہ اور اعتماد کریں، ہم آپ کے ساتھ کبھی بیوفائی نہ کریں گے۔" یہ سن کر خالدؓ نے اُنھیں رخصت کر دیا اور ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میری رائے میں یہی مناسب ہو گا کہ ہم قلعے اور شہر کے بیچ میں اپنا کمپ لگا دیں اور قلعے کے چار طرف فوج متعین کر کے تمام راستے بند کر دیں،

اور اہلِ قلعہ کا بیرونی دنیا سے تعلق قطع کردیں۔ جب وہ تنگ آجائیں گے تو صلح کریں گے۔ ابو عبیدہؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور قلعے کے تمام دروازے روک دیئے۔

ختم شد

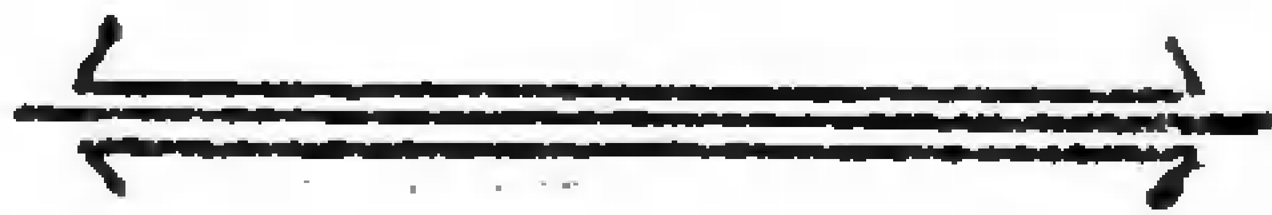
شیخ مبارک علی تاجر کتب لوہاری دروازہ لاہور نے عالمگیر پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر چھپوا کر شائع کیا

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظرِ حنا کی عروسِ زمینِ شام
اک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب
آکر ہُوا امیرِ عساکر سے ہم کلام
"اے بُوعُبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام
بیتاب ہو رہا ہوں فراقِ رسولؐ میں!
اِک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں مَیں حضورِ رسالت پناہ میں
لے جاؤں گا خوشی سے، اگر ہو کوئی پیام"

یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
بولا امیرِ فوج کہ: "وہ نوجواں ہے تُو!
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمدؐ تری مراد
کتنا بلند تیری محبّت کا ہے مقام!
پہنچے جو بارگاہِ رسولِ امیںؐ میں تُو!
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام:
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے

(بانگِ درا) اقبال



برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی (اقبالؔ)

تاریخِ اسلام

جلد ۲

تالیف

غلام قادر فصیح

مکتبہ فصیح لاہور

۱۹۴۶ء

قیمت: عہ/